تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد ششم
6

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مُفسرّ القرآن

فدائے عشقِ مُحمدیؐ

ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی مُحمدؐ علیم اللہ عارفی

قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب ــــــــــــ تفسیرِ علیم (جلد ششم)

ترتیب و پیشکش ــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخ اشاعت	تعداد
جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ ـ مئی ۲۰۱۱ء	۲۰۰۰

۲۹۷۶۶۴
۹۳۶
۹۴۴۷۵

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "تفسیرِ علیم (جلد ششم)" کے عنوان سے جناب خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت، عاملِ شریعت، کاملِ طریقت، صادق البیان، مُفسّرُ القرآن، فدائے عشقِ محمّدی، ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی، حضرت قاضی محمّد علیم اللہ عارفی قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے قرآنی بیان کو کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔
اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کر لے بلکہ اس میں ایسا ذوق و شوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالِم حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہو جائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر وفکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

Marfat.com

پارہ الٓمّ سورۂ بقرۃ
آیات ۱۲۲ تا ۱۲۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہ

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ
اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ
عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا
تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّ لَا
یُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ
وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ۝ وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ
رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ
جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ

Marfat.com

ذُرِّيَّتِيْ ط قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝
وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ
وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ
مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ
رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ
اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط قَالَ وَمَنْ كَفَرَ
فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى
عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ : اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اُس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں بڑائی دی اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے اور نہ

Marfat.com

ان کی مدد ہو اور جب ابراہیم کو اس کے
رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے
وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں
لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور
میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو
نہیں پہنچتا اور یاد کرو جب ہم نے اس
گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا
اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا
مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم
واسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف
والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع وسجود والوں
کے لئے اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ
اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر
دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں
سے روزی دے، جو ان میں سے اللہ اور
پچھلے دن پر ایمان لائیں فرمایا اور جو کافر
ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے
عذابِ دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا اور

وہ بہت بُری جگہ ہے

اس میں میں نے ۱۲۲ سے لے کر ۱۲۶ تک کی آیات تلاوت کی ہیں۔ اور اس میں سے ۱۲۲ سے لے کر ۱۲۴ تک کی آیات کی تفسیر میں نے پچھلی نشست میں بیان کی تھی۔

جو یہود و نصاریٰ کا ایک سب سے بڑا اعتراض تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ اسلام میں خانہ کعبہ کا طواف کیوں مقرر کر دیا۔ اور بیت اللہ شریف کو کیوں قبلہ مان لیا۔

اللہ تعالیٰ انہیں بتاتا ہے کہ تم حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی کیسی اولاد ہو اور تم انہیں کے بنائے ہوئے گھر کے متعلق سوال کرتے ہو۔

یہ تو اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ دوسری بات یہ کہ تمہاری کوئی ٹھیکیداری تو تھی نہیں دنیا کی امامت کی۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا کا امام اور پیشوا بنایا تھا۔ اور جب انہوں نے اپنی اولاد کے لئے دُعا مانگی تو میں نے صاف صاف

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہہ دیا تھا کہ میرا یہ عہد کہ تم دُنیا کی امامت اور پیشوائی کرو گے۔ یہ ان پر ہے، جو مومنین اور صالحین ہیں، جو باغی ہیں ان تک میرا عہد نہیں پہنچتا۔ تم بنی اسرائیل اب باغی ہو گئے ہو۔ اپنے نفس و دنیاوی جاہ و طلب کے لئے، تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور توریت اور انجیل کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہو۔

اب اللہ تعالیٰ آگے کی آیات ۱۲۵ اور ۱۲۶ میں بیان فرماتا ہے کہ کس طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو دُعا مانگی۔ اور ان کی دعائے خلیل کے نتیجے میں یہ شہر آباد ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے ہم نے خانہ کعبہ کا طواف تمام اُمّتِ مسلمہ پر تمام مومنین و مومنات پر لازم کر دیا۔ کہ وہ حج کرنے جائیں تو طواف ضرور کریں اور عمرہ کرنے جائیں تو طواف ضرور کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: واذ جعلنا البیت مثابۃً اللناس ط اس میں بیت کا مطلب ہے گھر کا۔ بیت الزمر کہتے ہیں جہاں پر رات گزاری جائے لیکن کلام پاک

Marfat.com

میں جہاں بھی البیت کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد بیت اللہ شریف ہے۔ اسی طرح سے شہر یعنی بلد کا مطلب ہے شہر، ملک، لیکن جب البلد کی بات آئے گی تو ہمیشہ وہ مکہ معظمہ ہوگا۔ تو کلام پاک میں وہ خاص شہر اور تعظیموں والا شہر کون سا ہے؟ وہ مکہ معظمہ ہے، وہ گھر کون سا ہے جس کو اللہ اپنا گھر سمجھتا ہے؟ وہ البیت ہے، بیت اللہ شریف ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ ؕ ثواب کہتے ہیں مثابۃً کے مطلب کو۔ جہاں نیکیاں ہوں، جہاں ثواب ملے، جہاں آدمی جائے اور واپس آجائے۔ بار بار جائے اور واپس آجائے۔ بار بار جانے کی جگہ۔

جب ایک دفعہ کوئی مومن وہاں چلا جاتا ہے، اللہ کے فضل و کرم سے، تو پھر وہاں بار بار جانے کی کوشش کرتا ہے۔ جسم کو ثوب کس لئے کہتے ہیں؟

ثوب اس لباس کو کہا جاتا ہے جو جسم کے ساتھ رہتا ہے واپس آجاتا ہے، اس کے عمل کی وجہ سے، یہ جو کام کرتا ہے۔ یہ ستار نہیں ہے، اس کو ستار نہیں کہتے۔ ستر پوش والا نہیں کہتے ہیں۔ اس کو

ثوب کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ جاتا ہے تو جسم کے ساتھ واپس آجاتا ہے۔

تو اسی طرح سے ہم نے کیا کیا؟ اللہ کے گھر کو بنا دیا۔ مثابۃ اللناس ط ہم نے تمام مخلوق کے لئے، لوگوں کے لئے اس کو مثابہ بنا دیا، ثواب کی جگہ بنا دی۔ بار بار جانے کی جگہ بنا دی۔ نیکیاں کرنے کی جگہ بنا دی۔ وامناہ اور امن کی جگہ بنا دی۔

اس آیۃ مبارکہ کے پہلے حصے میں خانہ کعبہ کے دو حرم شریف کی دیواریں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے خانہ کعبہ کی حدود کو بنا دیا، عوام الناس کے لئے، لوگوں کے لئے اجتماع کی جگہ نیکی کی جگہ، اکٹھا ہونے کی جگہ۔ جہاں ساری دنیا کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہر سال۔ اور یہ امن کی جگہ بنا دی گئی۔ اور وہ نہ صرف انسانوں کے لئے امن کی جگہ ہے بلکہ ہر ذی روح کے لئے بھی امن کی جگہ ہے۔

وہاں جانور کا بھی شکار نہیں ہو سکتا۔ وہاں انسان اپنے بال نہیں توڑ سکتا۔ وہاں مجرم اگر جرم کر کے آئے اور خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے تو وہاں کی حکومت اس کو

Marfat.com

گرفتار نہیں کر سکتی۔ خانہ کعبہ میں اس کو نہیں پکڑ سکتی۔ وہ انتظار کریں گے کہ جب وہ اپنے بشری تقاضوں کے لئے، بھوک پیاس کے لئے، یا اجابت کے لئے باہر نکلے تو پھر حرم کی حدود سے باہر ہو، تب اسے پکڑیں گے۔

تم اعتراض کرتے ہو کہ مسلمانوں نے مکہ میں کیوں خانۂ کعبہ بنانا تسلیم کیا؟ اس گھر کو تو میں نے عظمت بخشی ہے۔ اور اس کو دو خصوصیات دیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مثابۃً اللناس ہے، ساری دنیا کے لوگوں کے اجتماع کی جگہ ہے۔ ثواب کی جگہ ہے، بار بار آنے کی جگہ ہے اور یہ ساری دنیا کے لوگوں کے لئے، جو یہاں آ گیا، حرم کی حدود میں داخل ہو گیا، وہ امن میں داخل ہو گیا۔ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

واتخذوا من مقام ابرٰھیم مُصلّیٰ ؕ اور مقامِ ابراہیم جس جگہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر چڑھ کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی، اس کو تم اپنا مصلیٰ یا سجدہ گاہ بنالو۔

تو تیسری عظمت جو بیت اللہ شریف کی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ جس جگہ پر اس کے

Marfat.com

خلیل نے یعنی دوست نے قدم رکھا اس کو سارے عالم کا سجدہ گاہ بنا دیا۔ اور ساری دنیا کے مسلمان اس کی طرف رُخ کر کے سجدہ کرتے ہیں۔ مصلیٰ کے معنی سجدے کی جگہ، نماز پڑھنے کی جگہ، کے ہیں۔

اب اس پر دو واقعات آپ کو بتانے ضروری ہیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو وہاں بیت المعمور کو دیکھا کرتے تھے، جہاں فرشتے ہر وقت طواف کیا کرتے تھے۔ جہاں سے ہر وقت تسبیح و تہلیل و حمد و ثناء کی آوازیں آتی تھیں۔ جب اس دُنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے احساسِ محرومی کے بارے میں فریاد کی کہ:

اے میرے رب! آپ نے میری ابتدا ایسے کی تھی۔ ان لوگوں میں جو عابدین و ساجدین تھے اور میں وہاں بیت المعمور دیکھا کرتا تھا۔ جہاں آپ کے فرشتے طواف کرتے تھے، اور نمازیں پڑھتے تھے، سجدے رکوع اور عبادات کرتے تھے، تیری تسبیح و تہلیل پڑھتے تھے۔ میں ان چیزوں کے لئے ان نعمتوں کے لئے ترستا ہوں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

Marfat.com

کہ تم فلاں جگہ جاؤ۔

جیسے کہ آپ نے دُنیا کی تاریخ میں پڑھا ہوگا کہ پہلے تو سب کچھ نہیں تھا، زمین کہیں نہیں تھی۔ تو جہاں بیت اللہ شریف ہے وہ پہلی جگہ ہے جہاں پانی میں سے ایک جھاگ سی اٹھی تھی۔ اور دھیرے دھیرے یہ جھاگ زمین میں تبدیل ہونا شروع ہوئی۔ اور مٹی بن کے اُوپر آئی اور دھیرے دھیرے سے دنیا میں برِاعظم بنے، تو وہ جگہ جہاں آج خانہ کعبہ ہے جو ابتدائی دُنیا تھی، اسی جگہ سے مٹی اُٹھا کر حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا بنایا گیا۔

تو پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھ دی اور پھر چند مقدس پہاڑوں جیسے کوہِ طور، حِرا کی مٹی سے اس کو بھرا۔ پھر بیت المعمور کا سایہ ہوا اور اس کے حساب سے اس پر دیوار کھینچی گئی۔ یہ تھا پہلا گھر بیت اللہ شریف جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بنا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اب تم اس کا طواف کرو۔ اور تمہاری نسل بھی اس کا طواف کرے گی۔ وہ طواف ایسا ہوگا جیسا وہ بیت المعمور کا طواف

Marfat.com

کرتی ہے۔ جہاں لوگوں کی خطائیں معاف ہوں گی۔ جہاں لوگوں کی دُعائیں قبول ہوں گی۔ یہاں تمہاری اولاد اکٹھا ہوا کرے گی۔

پھر طوفانِ نُوح کے بعد سب کچھ بہہ گیا حضرت ادریس علیہ السلام نے یہ کیا تھا کہ وہ پتھر جو حضرت آدم علیہ السلام جنّت سے لائے تھے اس کو الگ کر دیا۔ اور اس کے اس وقت دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ یہ یاقوتی پتھر تھے بہت ہی روشن مگر انسانوں نے اسے چھُوا تو روشنی ختم ہو گئی۔ تو انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا تھا۔

پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھیجا کہ جاؤ، پتھر ڈھونڈ کے لاؤ، جس سے دیوار تعمیر کرنی ہے۔ جبریل علیہ السلام نے دو پتّھر دیئے، ان میں سے ایک حجرِ اسود بن گیا، یہ اس پتّھر کا حصہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام جنّت سے لائے تھے۔

تو بہر حال یہ جگہ جو بیت اللہ شریف تھی جو اس دنیا کی ابتدا تھی، زمین کی پیدائش کی ابتدا تھی۔ اس

Marfat.com

پر بیت المعمور کے سائے میں حضرت آدم علیہ السلام نے جس گھر کو بنایا اور جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک بہت سارے حادثات سے گزرا جس کی تعمیر نو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی۔

اس لئے کہ طوفانِ نوح کے بعد تو وہ ایک ٹیلہ سارہ گیا تھا۔ پھر بھی جو لوگ تھے پرانے، وہ اس ٹیلے کی زیارت کرتے تھے، وہ جگہ مشہور تھی کہ یہ بیت اللہ شریف ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے کیا کہا؟ کہ: اذ جعلنا...... مُصلًّی ہ میں نے بیت اللہ شریف کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ بنایا اور حرم کی جگہ بنائی۔ پس اب تم مقامِ ابراہیم کو اپنی سجدہ گاہ بنالو، مصلی بنالو۔ اب جب کہ پاکیزہ چیز پاک جگہ بنادی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واذ عھدنا الیٰ ابراھیم .... السجود۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے عہد لیا اور انہیں حکم دیا کہ انَّ طھر بیتِیَ ہ میرے گھر کو تم پاک وصاف رکھا کرو۔

تو کیا عہد لیا گیا ان سے؟ میں نے ابراہیم و

Marfat.com

اسماعیل علیہم السلام سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے گھر کو پاک وصاف رکھیں۔ کن کے لئے؟ میرے گھر پہ کون لوگ آئیں گے؟

للطائفین طواف کرنے والے آئیں گے۔ والعاکفین عاکف کیا ہے؟ اعتکاف جسے کہتے ہیں۔ جا کے وہاں ٹھہرنا، قیام کرنا، وہاں بیٹھ کے عبادت کرنا۔ اور وہاں پر اعتکاف کرنے والوں کے لئے والرکع السجود ؕ اور رکوع وسجود، صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے لئے۔

تو اس میں ایک اصول تو یہ ملا کہ ہر پاک و متبرک جگہ کا ایک متولی ہونا ضروری ہے۔ اس لئے وہ متولی ہے۔ وہ اپنے کو خادم الحرمین شریفین کہتا ہے۔ ہز میجسٹی نہیں کہتا اپنے آپ کو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہم السلام کو اپنے گھر کے لئے، صفائی کے لئے، اس کی دیکھ بھال کے لئے، اس کی پاکیزگی و طہارت کو قائم رکھنے کے لئے متولی مقرر فرمایا۔ تاکہ اس پاک جگہ کو طواف کرنے والوں، قیام و رکوع وسجود کرنے والے جا سکیں۔ اس سے فیضیاب ہو سکیں۔

اپنے گناہوں کی معافی مانگ سکیں۔ اپنے اعمال کی قبولیت کے لئے دُعا مانگ سکیں۔

جیسے اس میں آگے آئے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اللہ کا گھر بنایا۔ وہ نیک کام کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے تھے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اے اللہ! ہمارے اس کام کو تُو قبول فرما۔ تو وہ نیک کام بھی کریں تو اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کی دُعا مانگیں۔

اسی لئے ہم ایصالِ ثواب میں یہ نہیں کہتے کہ:
یا اللہ تعالیٰ جو کچھ ہم نے پڑھا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج، یہ کہنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو گا، کہ یا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما۔ ربنا تقبل منا،
بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اے ربِ کریم! اس کو ہماری طرف سے قبول فرما پھر اس کا ثواب اُن کو پہنچا۔ اس لئے کہ ہمارے عمل کی کوئی سند نہیں، سند جو ہے وہ تیری قبولیت کی ہے۔

ہمارے عمل کی کوئی سند نہیں، جب تک کہ وہ

Marfat.com

عمل تیری بارگاہ میں مقبول نہ ہو جائے۔ عمل میں چار چاند کب لگتے ہیں؛ عمل با فیض کب ہوتا ہے؟ جب اُس کو درجۂ قبولیت حاصل ہو جاتا ہے۔ جب کسی کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے تبھی کام بنتا ہے۔ ذکر کرتے رہیں اللہ ھُو، اللہ ھُو، کسی مُرشد کی نگاہِ کرم ہو تو کام آگے بڑھتا ہے۔ نیک کام کریں اور اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تبھی اس کا اجر ملے گا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی۔ وہ دُعا کیا تھی؛ واذ قال ابراھیم..... امناہ دُعا کا ایک حصہ تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی، کہ اے میرے رب! اس شہر کو، البلد کو، مکہ معظمہ کو، البیت کو، خانہ کعبہ کو "ھذا بلدًا" اس شہر کو، امن کا گہوارہ بنا دے۔

دوسری دعا کیا ہے؟ والرزق اھلہ من الثمرٰت ہ اور پھلوں سے یہاں کے لوگوں کو رزق عطا فرما۔ اس میں کیا ہوتا ہے۔ انسان کو زندہ رہنے کے لئے اَناج چاہیئے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے کیا کیا؟ کہ وہاں پر آبِ زم زم

Marfat.com

سے نہ صرف کھیتی کی، بلکہ وہاں ہر طرح کے میوے بھی پیدا ہوئے۔ جب یہ دعا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ نے شام اور فلسطین کے علاقوں کو جنت کا نمونہ بنایا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی مٹی کو اٹھا کر طائف کی پہاڑیوں میں ڈال دیا اور وہ طائف ایسی ٹھنڈی جگہ ہوگئی، ایسی روح افزا جگہ ہوگئی جہاں دُنیا کا ہر پھل پیدا ہوتا ہے جو کہ "میریٹرین" کے علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔

اس کو طائف اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے قرب وجوار میں حرم شریف ہے، اس کے قریب لوگ طواف کرتے ہیں حرم کا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہاں کھیتی کا بندوبست کیا اور طرح طرح کے پھل پیدا کئے۔ اور حضرت ابراہیم سے لے کر آج تک کبھی مکے کی پہاڑیوں کے اِرد گرد رہنے والوں کو رزق کی کمی نہیں ہوئی۔ نہ صرف وہاں کے لوگوں کو رزق ملتا ہے، بلکہ لاکھوں کروڑوں انسان جو وہاں جاتے ہیں، اُن کو اللہ تعالیٰ وہاں وافر رزق عطا فرماتا ہے۔

وَارْزُقْ اھلہ من الثمرٰت ۔ لیکن ایک شرط لگا دی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ۔ مِـــنَ الثمرٰت من امنا منھــم باللہ والیوم الاٰخــر ؕ ان میں سے یعنی میرے اہل میں سے جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور یومِ آخرت پر، ان کو تُو رزق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیوں یہ دُعا کی اور دُعا میں یہ شرط ایمان کی لگا دی ؟ یہ اس لئے کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے دُعا مانگی تھی ۔

واذابتلی ابراھیم بکلمٰت واتمھن ...
..... ذریتی ؕ پھر پوچھا میری اولاد کو تو اللہ تعالیٰ نے کہا : قال لاینال عھد الظالمین ؕ روحانیت میں امامت، دین کی امامت محدود ہے ۔صاحبانِ ایمان کے لئے ۔ لہٰذا دوٹوک الفاظ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ تمہیں پیشوائی دی ہے، تمہاری اولاد کو بھی پیشوائی ملے گی ، جو صاحبانِ ایمان ہوں گے ۔ لیکن جو ایمان سے گریزاں ہوں گے، ان

Marfat.com

تک پیشوائی نہیں پہنچے گی، اُن تک امامت اور سرداری نہیں پہنچے گی۔ لیکن روحانی غذا کی اور روحانی رزق کی بات اور ہے۔

ان کو بھی رزق ملے گا اور جو صاحبانِ ایمان ہیں اُن کو بھی کچھ دنیا مل ہی جائے گی۔ تمہاری دُعا ہمارے ہاں رجسٹرڈ ہو جاتی ہے کہ یہ ساری نعمتیں اہلِ ایمان کو ملیں۔

تو جب میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا میں تشریف لائے گا تو اس کے نُور کی برکت سے یہ مکّہ معظمہ کافروں سے پاک ہو جائے گا۔ پھر یہاں پر ہمیشہ اللہ کا رزق اور نعمتیں، ظاہری رزق بھی اور باطنی رزق بھی سارے کا سارا صرف صاحبانِ ایمان کے لئے ہوگا۔ تو فتح مکّہ کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پھر وہاں کی زندگی میں کفر مٹ گیا۔

تو پتہ یہ لگا کہ دُعاؤں کے ایجاب میں قبولیت میں کچھ وقت لگ سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا جو مانگی اس کا کچھ حصہ اسی وقت منظور ہو گیا۔ اور کچھ منظور ہوا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

Marfat.com

جو اس کی بڑی نعمت تھی، وہ بڑی نعمت اپنے محبوب کو نوازنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مؤخر فرمادی کہ جب میرا محبوب اس دنیا میں آئے گا، تو پھر اس سرزمین کو جہاں سے دنیا بنائی تھی، جہاں پہلا گھر بنا تھا۔ جہاں لوگوں کے لئے "مثابۃ اللنّاس" بنادیا گیا، اس میں صرف صاحبانِ ایمان رہیں گے۔ جہاں ظاہری رزق بھی ملے گا، باطنی رزق بھی ملے گا۔

تو اللہ تعالیٰ سے کیا دُعا فرمائی تھی؟ اذ قال ابراھیم... یوم الآخرۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کہا کہ اس شہر کو امن کا شہر بنا دے اور یہاں کے لوگوں کو اچھا رزق دے، ان لوگوں کو جو ایمان لائے اللہ پر اور یومِ آخرت پر۔

یہاں پر بعض لوگ اعتراض کریں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف اللہ اور یومِ آخرت کی بات کیوں کی۔ دوسری چیزوں کی بات کیوں نہیں کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں حدود کی بات کی۔ ایمان شروع ہوتا ہے توحید سے اور ختم ہوتا ہے یومِ آخرت پر، یوم الدین پر، حساب کتاب

Marfat.com

پر اعمال کی جواب دہی پر۔ تو اللہ تعالیٰ سے لے کر یوم آخرت تک ساری چیزوں پر ایمان لائے۔

درمیان میں ساری چیزیں خود بخود آجاتی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا: قال من کفر فامتعہ قلیلاً
اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن کو بھی تھوڑا بہت مال و متاع مل ہی جائے گا۔ ان کو بھی تھوڑا سا فائدہ دے دُوں گا، لیکن آخر میں انجام کیا ہوگا؟

ثُم اضطرہ۔ اضطراب کیا ہوتا ہے بے چینی ایک جذبہ کسی طرف کھینچ رہا ہے، دوسرا دوسری طرف۔ تو وہ ان کو ایک طرف دُنیا کھینچے گی اور دوسری طرف اللہ کے فرشتے جہنم کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے۔ زبردستی کسی کے دھکیلنے کے عمل کو کہتے ہیں اضطراب، یا عربی میں اضطرہ۔

تھوڑے دنوں کے لئے ان کو دنیا میں فائدہ دُوں گا۔ دنیا کی حیاتی تھوڑی ہے۔ پھر اس کے بعد کیا ہو گا: ثم اضطرہ الیٰ عذاب النار ط پھر تھوڑے دنوں میں آگ کے عذاب کی طرف قیدی بنا کر لے جاؤں گا۔ وبئس المصیرہ ط وہ ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ وہاں پر

Marfat.com

اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ وہاں پر آدمی برداشت کرے، صبر کرے۔ جہنم کا عذاب ایسا ہے کہ وہاں کوئی کمی کی گنجائش نہیں ہے۔ بس اس سے راضی ہو جانا ہے۔

جَبر کا مطلب ہے چیرنا پھاڑنا، یا اس کرب سے گزرنا، اس کو برداشت کرنا، تو سوائے اس کے کہ اس کرب کو وہ برداشت کرے اور یہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ تو ان آیات کا تعلق پچھلی آیتوں سے ہے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان آزمائشوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر ان کی تسلیم و رضا کا ذکر فرمایا پھر امامت کا ذکر فرمایا۔ اور اب امامت کے بعد قیامِ امامت کا کہ کس طرح امامت کا قیام ہو گا۔

اللہ کا ایک گھر ہو گا، ساری دُنیا کے لوگ آئیں گے۔ اور قیامت کے دن تک ایمان لائیں گے، نماز پڑھیں گے، دُعائیں مانگیں گے، گناہ بخشوائیں گے اور تقوے اور ایمان کی بنیاد پر امامت اور پیشوائی ہو گی، تا قیامت۔ ان کی عظمت کیا ہو گی؟ کہ ان کا بنایا ہوا گھر سب کی عبادت گاہ ہے۔ سب کا کعبہ ہے، ان کی دی ہوئی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے سب کی قربانی بنا دی۔

Marfat.com

کہ ہر شخص ویسا ہی کرے، قربانی کرے، ان کے طواف اور عمرہ کو اور سعی کو اللہ تعالیٰ نے سب کا حج بنا دیا۔

مشرکین، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات ماننے کو تیار تھے۔ مگر تعمیرِ کعبہ اور حج و قربانی کو نہیں مانتے تھے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کی بغاوت اور کبر و غرور کی اساس کو ضرب پڑتی تھی۔ وہ مانتے ہی نہیں تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی وہاں پر گئے۔ اور خانہ کعبہ بنایا اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وہاں پر چھوڑا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دلیل عطا فرمائی۔

یہ جو لکھا ہے، واتخذ وامن مقام ابراھیم مصلیٰ ہ ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس جگہ پر رکھ دیا جہاں پر مقامِ ابراہیم ہے۔ فرمایا، یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی، یہ مقامِ ابراہیم ہے۔ تو جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اس پتھر پر رکھا، جس کو ہم مقامِ ابراہیم کہتے ہیں۔

Marfat.com

تو فرمایا۔ یہ مقامِ ابراہیم ہے۔

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہ ہم اس جگہ نماز پڑھیں اور اسے مصلیٰ بنالیں۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابھی مجھے اس کا حکم نہیں ملا"۔ اُسی دن شام کو غروبِ آفتاب سے پہلے یہ آیتِ مبارکہ اُتری، یہ اس کی شانِ نزول ہے۔

پھر وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے اور رائے کو قبول فرما کر، ان آیات کو نازل فرما کر انہیں کلامِ پاک کا حصہ بنا دیا۔ ایسی کئی آیات ہیں۔

اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اگر نبی ہوتا تو وہ عمر فاروق رضؓ ہوتے"۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی سوجھ بوجھ اور باطنی بصیرت عطا فرمائی تھی، کہ ان کی خواہش ہوئی، کہ جس جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا گھر بنایا۔ وہ جگہ تو ساری مخلوق کی تعظیماً سجدہ گاہ ہونی چاہیئے۔ مقامِ ابراہیم کی تعظیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے، جو

Marfat.com

بزرگوں کی تعظیم نماز میں بھی جائز ہے۔

دیوبندی حضرات کے پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ من ذالک) نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ایسے ہے جیسے کسی، جانور، گائے، بیل کا تصور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ "ہم خانہ کعبہ کی طرف منہ کرتے ہیں، مقامِ ابراہیم کو مصلیٰ بنایا ہوا ہے۔ اور نماز کی حالت میں ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہیں۔"

اور اس کی دوسری مثال جو ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ایک دفعہ مسجدِ نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت فرما رہے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی۔ تو اس طرح ایک ہی نماز میں دو امام ہوئے۔

تعظیمِ انبیاء ہمارے دین کی اساس ہے۔ یہ خانہ کعبہ

Marfat.com

کی طرف مقام ابراہیم کی طرف کو ہم نے سجدہ گاہ کیوں بنایا ہے۔ تعظیم ابراہیم میں؟ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کے دوران آمد پر حضرت ابوبکرؓ امام سے مقتدی ہو گئے۔

اب تھوڑا سا تاریخ خانہ کعبہ کے متعلق عرض کر دوں۔ خانہ کعبہ ہمارے خیال میں تقریباً ۵۔ دفعہ بنا ہے سب سے پہلے تو حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ بہشت سے زمین پر تشریف لائے، تو عرض کیا یاالٰہی! یہاں نہ تو ملائکہ کی تسبیح و تہلیل سنتا ہوں اور نہ بیت المعمور دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں ملائکہ طواف کرتے تھے اور میں اس نظارے کو دیکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "چلو ہم تمہارے لئے بیت المعمور وہیں بنا دیتے ہیں، جہاں ہم تمہیں نشانیاں بتائیں وہاں تم کعبہ بنا کر طواف بھی کرلو اور نماز بھی پڑھ لو" چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت آدم علیہ السلام کے رہبر بنے، انہیں اس جگہ پر لایا جہاں سے زمین بنی تھی۔ پہلا جھاگ اٹھا تھا۔ اور یہی جھاگ پھیل کر زمین بنی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے وہاں

Marfat.com

پَیر مارا تو زمین کے ساتویں طبق تک اس کی بنیاد کھُد گئی۔ اور ملائکہ نے پانچ پہاڑوں کی مٹّی سے اس کی بنیاد کو بھرا۔

ان میں کون کون سے پہاڑ ہیں۔ کوہِ لبنان جو جو انبیاء کی جگہ ہے، حضرت مریم نے وہاں جاکر عبادت کی تھی۔ اور وہ جگہ دیکھی ہے حجرۂ پہاڑوں میں حضرت مریم کا۔ اور کوہِ طور سے مٹّی لائی گئی، کوہِ جودی سے لائی گئی، کوہِ حِرا سے لائی گئی اور پھر انہوں نے بنیاد بھر کر دیوار چاروں طرف سے اُٹھا دی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نماز بھی پڑھتے تھے اور طواف بھی کرتے تھے، جنت کی یاد بیت المعمور کو بھی یاد کرتے تھے۔

جب طوفانِ نوح آیا تو عمارت آسمان پر اُٹھالی گئی اور وہ پتھر جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آیا تھا اور خانہ کعبہ میں لگا ہوا تھا، اس کو اٹھالیا گیا۔ اور ایک پہاڑ کے غار میں دفن کر دیا گیا، وہاں پر ایک ٹیلہ رہ گیا تھا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں تشریف لائے تو وہ بے آب وگیا جگہ تھی۔ لیکن پرانے قبیلوں

Marfat.com

کے لوگ وہاں سے گزرتے تھے اور اُن ٹیلوں کی تعظیم کرتے تھے۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام وہاں تشریف لائے۔ جیسے کہ آپ کو پتہ ہے کہ بابل کے قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، جہاں نمرود بادشاہ تھا۔ اُس سے آپ نبرد آزما ہوئے اور آخر اس کے ظلم سے تنگ آکر بابل والوں سے مایوس ہو گئے۔ اور حضرت لوطؑ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اُن کے چچا زاد بھائی تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے اپنے چچا ہارات کے گھر آئے۔

اُن کی ایک بیٹی تھی حضرت سارہ۔ دو آدمیوں کا حسن مشہور ہے۔ مردوں میں حضرت یوسف علیہ السلام اور عورتوں میں حضرت سارہ۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سعادت مندی دیکھ کر حضرت سارہ سے اُن کا نکاح کر دیا گیا۔ اور وہ وہاں پر تبلیغ فرماتے رہے۔ لیکن وہاں سے بھی وہ مایوس ہو گئے۔ کوئی ایمان نہ لایا۔ یہاں تک کہ اُن کے چچا ہارات بھی ناراض ہو گئے اور غصے میں آکر اُن

Marfat.com

کو وہاں سے نکال دیا۔ جب نکال دیا تو ان تینوں نے مصر کی طرف کوچ کیا۔ مصر میں ایک بڑا ظالم اور عیاش بادشاہ تھا۔ جو خوبصورت عورت ہوتی تھی، اُس کو اپنے حرم میں رکھ لیتا تھا۔

یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو بادشاہ کے جاسوسوں نے اس کو اطلاع دی کہ دو شخص یہاں آئے ہیں، اُن کے ساتھ ایک بہت خوبصورت عورت آئی ہے، جس کی مثال نہیں ملتی۔

بادشاہ نے اُن لوگوں کو بُلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے کہا کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔ لیکن دینی لحاظ سے میں تمہارا بھائی ہوں۔ اگر تم مجھے اپنا شوہر بتاؤ گی تو وہ مجھے قتل کروا دیں گے۔ اور تب ہی وہ تجھے اپنے حرم میں رکھ لے گا۔ مجھے اپنا بھائی بنانا۔

چنانچہ جب وہاں پر حضرت سارہ علیہا السلام تشریف لے گئیں، تو بادشاہ نے انہیں اپنے حرم میں بلایا۔ حضرت سارہ نے کہا مجھے مہلت دو کہ میں غسل کر کے پاک وصاف ہو جاؤں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم ایمان پہ قائم رہنا، اللہ تعالیٰ تمہاری

Marfat.com

مدد فرمائے گا، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

اس کے بعد وہ غسل کر کے نماز میں مشغول ہوگئیں۔

بادشاہ نے نماز کی حالت میں جب دست درازی کی تو اس کے ہاتھ شل ہو کر بے کار ہوگئے۔ تین دفعہ اُس نے ایسا کیا اور تینوں دفعہ اس پر حملہ ہوا۔ اس عمل سے اس نے کہا یہ تو کوئی جادوگرنی ہے۔ ایک جادوگرنی ہمارے پاس پہلے ہی موجود ہے، قید میں ہے۔ لہٰذا ان کو بھگا دو، ورنہ ان کی وجہ سے ہماری حکومت ختم ہو جائے گی۔

وہ جو وہاں قید میں تھیں، وہ دراصل حضرت ہاجرہ تھیں۔ جن کو انہوں نے کنیز بنایا ہوا تھا۔ لیکن ان کے ساتھ بھی یہی واقعہ ہوا تھا۔ ان پر ہاتھ اٹھایا، تو وہ ہاتھ ہی شل ہو گیا۔ اس زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ بادشاہوں کی بیٹیاں، بیویاں اگر قیدی بن جائیں، تو کنیز بن جایا کرتی تھیں۔ اسی طرح بے چاری ہاجرہ اگرچہ شہزادی تھیں لیکن وہ کنیز بن گئی تھیں۔

پھر وہاں سے وہ لوگ نکلے اور ہجرت کی، اور فلسطین پہنچے۔ فلسطین میں لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ

Marfat.com

لیا۔ ان پر ایمان لائے اور اُن کی بڑی عزت کی۔ اُن کو آباد زمین دی۔ پھر ایک وہ زمانہ آیا کہ حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے دولت مند ہو گئے۔ ان کے پاس کنیزیں ہو گئیں غلام ہو گئے۔ مویشی اور کھیت ہو گئے۔ لیکن کوئی اولاد نہیں تھی۔ بوڑھے ہو گئے تھے۔ ضعیف ہو گئے تھے۔

تو حضرت سارہ نے ان سے کہا کہ یہ کنیز جو ہے بہت خوبصورت ہے اور کسی اچھے خاندان کی بچی لگتی ہے تو آپ ایسا کریں کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ شاید اس سے آپ کی کوئی اولاد ہو جائے۔ تو اس سے پہلے ان دونوں میں ایک معاہدہ ہوا کہ حضرت سارہ ایمان پر قائم رہیں گی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت کریں گی۔"

جب مقام ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے مصلیٰ بنا دیا تو پھر یہ لازم ہو گیا کہ تمام مسجدوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو۔ وہ مصلیٰ جو ہے، وہی رُخِ سجدہ گاہ ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق وہابی لوگ کہتے ہیں کہ جناب وہ بدعت کے سخت خلاف تھے۔

Marfat.com

انہوں نے بہت ساری نشانیاں مٹادی تھیں۔ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تبرکات کو مٹاتے نہیں تھے بلکہ اس کی تعظیم کرتے تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ پتھر تھا جہاں پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنایا تھا۔ انہوں نے کہا یہاں تو ہمیں سجدہ کرنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی توثیق فرمائی یہ آیتِ مُبارکہ نازل فرما کے۔ تو اُن کی رائے سے مقامِ ابراہیم مصلیٰ بن گیا۔

جو لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ انہوں نے ان درختوں کو کٹوا دیا جس کے متعلق کہا کہ: ہاں بیتِ رضوان ہوئی تھی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ اس درخت کو لوگ بھول گئے تھے۔ کہ وہ درخت کون سا تھا۔ تو دوسرے درختوں کو اتنا ہی احترام کرنے لگے جتنا وہ درخت بیتِ رضوان والا تھا۔ اس لئے انہوں نے بقیہ سب درختوں کو کٹوا ڈالا تھا۔ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بیتِ رضوان والے درخت کٹوا ڈالے، وہ غلط دلیل دیتے ہیں ـــ انہوں نے تو لوگوں کے جھوٹے خیالوں کی تردید کی تھی۔

Marfat.com

تو اگلا اصول یہ ہے کہ نماز کی حالت میں بھی تعظیم تبرکات جائز ہے۔ اس کی دو مثالیں ہیں، ایک تو یہ کہ جب آپ خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے سجدہ کرتے ہیں تو ہمارے دل میں تعظیم مقام ابراہیم کی ہوتی ہے، اس گھر کی ہوتی ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ جو وہ ہمارے لئے تا قیامت تبرک کے طور پر چھوڑ گئے۔

اور جیسا کہ میں نے کہا کہ نماز میں اس پتھر کا احترام نہیں ہے۔ بلکہ اس پتھر کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت کا احترام ہے، حجرِ اسود کا احترام نہیں ہے۔ اس کی حضرت آدم علیہ السلام سے نسبت کا احترام ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کے دوران سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں امامت کے مصلّے سے ہٹ کر پیچھے آ گئے، تاکہ درمیان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر امامت کر سکیں۔

ایک نماز وہ تھی جس میں دو قبلے تھے۔ آدھی نماز بیت المقدس کی طرف اور آدھی بیت الحرام کی طرف۔ اسی طرح ایک نماز وہ تھی جس میں آدھی امامت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی اور آدھی سرکارِ دو عالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ۔

یہ جو دوسری آیت ہے جس میں دُعا کی گئی تھی، امن ہو جائے، رزق مل جائے، اس سے صاحبانِ ایمان کو کچھ اصول ملے، جس کو میں دُہرا دیتا ہوں تاکہ وہ ذہن میں آجائے ۔سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ بیت اللہ قبولِ دُعا کی جگہ ہے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی جو قبول ہوئی، اسی لئے لوگ ساری دُنیا سے جاتے ہیں اور قبولیت کی امید میں وہاں دُعائیں کرتے ہیں ۔

دوسری بات جو میں پہلے بتا چکا ہوں کہ عمل چاہے کتنا ہی اچھا ہو، اس کی قبولیت کی دُعا ضرور مانگیں ۔ اس لئے کہ عمل کے حُسن کی سند قبولیت ہے ۔ جیسے کہ تعمیرِ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی، لیکن اس کی قبولیت کی دُعا مانگی ۔

تیسری بات یہ کہ آپ اپنے معاہدے کی پابندی کریں، چاہے بظاہر اس کی شرائط نا انصافی لگیں زیادتی لگیں ۔ یا وہ عوامل لگیں جو کہ بشری تقاضے ہیں ۔ جیسے کہ حسد، رشک ۔لیکن اگر معاہدہ کرلیا ہے تو اس پر قائم رہیں ۔

Marfat.com

حضرت سارہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو معاہدہ کیا، اس کی جو شرائط تھیں وہ بہت سخت تھیں۔ لیکن اگر ان سے یہ معاہدہ تھا کہ جاؤں گا اور مل کے آجاؤں گا، وہاں ٹھہروں گا نہیں، بس دروازے کی چوکھٹ سے واپس آجاؤں گا۔ چوکھٹ بدل گئی وہ نہ بدلے۔ تو اپنے معاہدے کی پابندی کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے معاہدے کی سختی سے پابندی کی۔

چوتھی بات یہ کہ کعبہ اس لئے افضل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔ اور کیا کعبہ مسجدِ اقصیٰ سے افضل ہے؟ مسجد اقصیٰ کو کسی نبی نے نہیں بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بزرگ اور جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ دوسری بات یہ کہ خانہ کعبہ خود اپنے ہاتھوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر جنّات نے بنایا۔ تو جنّوں کا بنایا ہوا اسٹرکچر نبی کے بنائے ہوئے اسٹرکچر سے افضل نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات یہ کہ بزرگوں کی مانگی ہوئیں دُعائیں

مقبولِ بارگاہ ہوتی ہیں۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کر دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی۔ میں نے اسے قبول کر لیا۔ یہ اس بات کی سند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ دیکھو بزرگوں سے دُعائیں منگوایا کرو۔ ان کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اب تو براہِ راست اللہ تعالیٰ سے مانگ لینا چاہیئے۔ یہ حسابی کتابی لوگ کہتے ہیں کہ وسیلہ کیسا؟ بس براہِ راست اللہ تعالیٰ سے مانگ لینا چاہیئے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کہتا کہ مکے والوں نے دُعا مانگی کہ یا اللہ ہمیں رزق بھیج، تو میں نے ایسا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرے نبی نے، میرے پیارے دوست نے یہ دعا مانگی، پھر فرمایا کہ "میں نے اس زمین کو پھلوں سے مالا مال کر دیا، امن کا گہوارہ بنا دیا۔" مصلیٰ للنّاس" بنا دیا۔"

چھٹی بات یہ کہ نیک عمل کو بھی دُعا کا وسیلہ بنانا چاہیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے، تو اس تعمیر کے دوران اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگ رہے تھے، اسی لئے نماز کے بعد دُعا مانگتے ہیں، جب کہ نماز خود دُعا ہے۔

لیکن نماز کے بعد ہم مزید دُعا کیوں مانگتے ہیں ؟ ہم دراصل اس نیک عمل کو دُعاؤں کی قبولیت کا وسیلہ بناتے ہیں۔ تو نیک عمل میں بھی ترغیب ہوتی ہے۔

اس میں ایک تحریک اور ترغیب ہوتی ہے ، نیک عمل کرنے کی کہ اللہ سے مانگو تو پہلے کوئی نیکی تو کر ڈالو۔ کوئی اس کے ہاں حاضری تو دے دیں۔ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تو درودوں سے یاد کر لیں۔ اس کو تو ہم سجدوں سے یاد کر لیں۔ تو دو رکعت نفل ہی پڑھ لیں۔ چار درود ہی پڑھ لیں۔ اس کے بعد دُعا مانگیں، تو نیک اعمال کو اپنی دعا کا وسیلہ بنائیں تاکہ نیک اعمال کی تحریک اور ترغیب جاری رہے۔

ساتواں اصول یہ ہے کہ آپ کے عمل کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو یعنی اپنے خلیل اور اپنے حبیب کو نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر کرم فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم وہ نیک کام کریں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء اور اولیاء اللہ کی میراث ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمارے اس کام میں اخلاص عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل کو، ہر خواہش کو اور اپنے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے تابع فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عمل کو قبول فرمائے اور اس قبولیت سے ہمیں نوازے اور اس کے صدقے میں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعت کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کی اصلاح فرمائے، ہمارے وجود سے ہماری بُرائیوں کو دُور فرمائے، جس طرح پاک وصاف اس دنیا میں وہ ہمیں لایا تھا۔ ہماری رُوحوں کو اپنی مغفرت وکریمی سے پاک وصاف فرما دے۔ اور اسی طرح سے اس پاکیزہ رُوح کو اپنی قربت عطا فرمائے اور اچھے لوگوں کی صحبت میں اسے رکھے، جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا تھا کہ مُرسلین کی ارواح کو ہم انبیاء، صدیقین، شہداء وصالحین کے ساتھ رکھے۔

آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

Marfat.com

پارہ الٓمٓ سورہ بقرہ
آیات نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ
فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ
اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ
عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ
مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ
مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى
اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ
لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ

Marfat.com

هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ
الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا
ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ؕ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ
مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا
مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً
مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ
عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۞

ترجمہ : اور جب ابراہیم کو اُس کے رب نے کچھ
باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر
دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا ،
بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے
فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا اور یاد
کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے
مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے

Marfat.com

ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے
تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر
خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف
والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے اور
جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے میرے
رب اس شہر کو امان والا کر دے اور اس
کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں
سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور
پچھلے دن پر ایمان لائیں فرمایا اور جو کافر
ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے
عذاب دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا اور
وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی اور جب
اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں اور اسمٰعیل
یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے
قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا
اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور
گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے
ایک امت تیری فرمان بردار اور ہمیں

Marfat.com

ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر
اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تُو ہی
ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہ

میں نے پانچ آیات تلاوت کی ہیں سورۂ بقرہ کی ۱۲۴ سے لے کر ۱۲۸ تک۔ اس میں سے میں نے ۱۲۶ تک کی تفسیر آپ کو پچھلی نشستوں میں بیان کی تھی۔ ان پانچوں آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اس میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طریقے سے مکہ معظمہ کی بنیاد پڑی۔ کیسے وہ شہر بسایا گیا، کیسے کوہ و بیابان شہر میں بدل گئے اور کس طریقے سے وہاں انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور پھر تعمیر کرنے کے دوران کیا دُعا کی۔ کس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اور اُن کی آل و اولاد کو حرم کا پاسبان بنایا، مؤحد اور صالح بنایا۔

یہودیوں کے تو دو اعتراضات تھے ایک تو یہ کہ خانہ کعبہ کی اہمیت مسلمانوں میں کیوں ہے، قبلۂ اوّل کیوں چھوڑ دیا انہوں نے۔ دوسری بات یہ کہ یہ اہلِ اسماعیل

میں کہاں سے سارے پیغمبر آگئے ۔ یہ تو بنی اسرائیل میں ہونا تھا، بنی اسحاق میں ہونا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سب کا جواب ان پانچ آیات میں دیا ہے اور اس کی اگلی آیت جو ہے وہ مشہور دُعائے خلیل ہے۔ اس کو میں اگلی نشست میں انشاءاللہ تعالیٰ بیان کروں گا۔

تو پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ کیوں ان کو خلعت عطا کی گئی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوست کیسے ہوئے؟ اس لئے کہ وہ راضی بہ رضائے الٰہی تھے۔ انہوں نے رب کے حضور سرِ تسلیم خم کیا ہوا تھا۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آزمائش ڈالی، ان کو جو کچھ کہا، اس کو انہوں نے پورا کر کے دکھایا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا انعام کیسا دیا؟ بنی آدم کا پیشوا بنا دیا اُن کو، انی جاعلك للناس اماماً۔ لوگوں کا امام بنا دیا، سارے دینِ حق دینِ ابراہیمی ہیں سارے کتابوں والے دینِ ابراہیمی ہیں۔

یہ بھی بتا دیا کہ کوئی چیز نسب اور رشتے سے نہیں بنتی۔ بنی اسرائیل تمہاری اولاد ضرور ہیں لیکن اگر وہ ظالم

Marfat.com

بن گئے اور کفر و شرک میں لگ گئے ہیں تو ان تک یہ امامت نہیں پہنچے گی۔ اس لئے کہ امامت ایک امانت ہے۔ امانت کی شرط ہے مؤحد اور توحید اور اخلاق۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو ابراہیم کا بنایا ہوا میرا گھر تھا، وہ لوگوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہوگئی، لوگوں کے قیام کی، لوگوں کی زیارت کی جگہ ہوگئی۔ اور پھر ہم نے اپنے دوست ابراہیم کی نسبت سے اس کو عظمت بخش دی۔ اور جس جگہ پر میرے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی، میں نے اسے مومنین و مؤحدین کے لئے سجدہ گاہ بنا دیا۔

واتخذوا من مقام ابرھیم مصلی ط اور ہم نے ابراہیم سے آلِ ابراہیم اور آلِ اسماعیل سے عہد لے لیا کہ وہ ہمارے گھر کو پاک و صاف رکھیں۔ طواف، اعتکاف اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے، جب لوگ وہاں حج و عمرے کے لئے آئیں گے ان کے لئے، جو نماز پڑھنے اور اعتکاف کرنے کے لئے آئیں گے۔

پھر یہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ میں نے اپنے محبوب، اپنے دوست، نبی کی دُعا قبول کی۔ وہ جگہ جہاں پانی

بھی نہیں تھا۔ وہ جگہ جہاں کچھ پیدا بھی نہیں ہوتا تھا۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا فرمائی: اذ قال ابرٰھیم رب اجعل ھٰذا البلد اٰمنا۔ اے میرے رب اس پاک جگہ کو جس کو تُو نے قبول فرمایا ہے، اپنے گھر کے لئے، یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کو متبرک اور پاک بنا دے۔ امن والا شہر بنا دے، یہاں قتل و غارت گری نہ ہو، یہ دارالامن ہو، پھر یہاں آنے والے تیری پناہ میں ہوں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اس حرم میں تو کسی کا بال بھی تم نہیں توڑ سکتے۔ اپنا بھی نہیں توڑ سکتے ہو۔

یہاں کے لوگوں کو رزق عطا فرمائیے، ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اللہ پر اور یوم آخرت پر۔ اور جب پوچھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اتنا سخی ہوں کہ صرف اُن کو رزق نہیں دُوں گا جو ایمان لائے اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کو بھی رزق دُوں گا جنہوں نے اپنا سب کچھ دُنیا کے داؤ پر لگا دیا۔ کچھ یہاں بھی رزق دُوں گا اور یہاں بھی آرام دُوں گا اُن کو۔ پھر اُن کی پکڑ ہوگی۔ قیامت کے دن وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

Marfat.com

تو یہ دُعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگی: واذ قال ابرهم رب اجعل هذا بلدا امنا وارزق اهله من الثمرت من امن بالله واليوم الآخر ؕ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؛ قال ومن كفر فامتعه قليلا ؕ کچھ مہلت اُن کو بھی دی جائے گی جو ظالم ہیں۔ اس کے بعد وہ قیدی بن کر آئیں گے میرے سامنے وہ بُری جگہ اُن کے لئے ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی بات بتائی، اس کی عظمت بتائی کہ وہ جائے امن ہے، جائے پناہ ہے، جائے زیارت ہے راکعین اور ساجدین کے لئے۔ اور یہاں پر جو لوگ رہیں گے ان کو وافر رزق دیا جائے گا۔ وہ جگہ جہاں کچھ نہیں پیدا ہوتا تھا، سارا دُنیا کا رزق سمٹ کر آجاتا ہے۔ اور لاکھوں لوگ جو ساری دُنیا سے سمٹ کر آتے ہیں اُن کو افراط سے وہاں رزق ملتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اب تعمیر کعبہ کی بات ہو رہی ہے)۔ اذ يرفع ابرهم القواعد من البيت

Marfat.com

واسمٰعیل ؑ "یَرْفَعُ" کا مطلب اُٹھایا، بلندی اُوپر اُٹھایا۔ واذ یرفع جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُٹھایا۔ کیا؟ قواعِد، قاعدہ کہتے ہیں دیوار کو، کوئی چیز جو کھڑی ہو۔ من البیت۔ اس گھر کی دیواروں کو اُٹھایا۔ یہ نہیں کہا کہ بنیاد ڈالی۔ بنیاد تو حضرت آدم علیہ السلام نے ڈال دی تھی۔ جگہ کا تعین تو اس وقت ہو گیا تھا جب زمین کی تخلیق ہوئی۔

سارا عالم پانی پانی تھا۔ پھر ایک جگہ ایک بلبلہ سا ہوا اور پھر وہاں سے زمین بننی شروع ہوئی، دنیا کی تخلیق کا آغاز ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو منتخب کر لیا اور فرشتوں سے کہا کہ وہاں خانہ کعبہ بنا دو۔ جس طرح سے تم نے ہم سے معافی مانگی تھی اور سات دن تک طواف کیا تھا، عرشِ اعظم کا۔ اسی طرح سے میرے بندے بنی آدم سے جب خطا ہو گی، تو طواف کر کے معافیاں مانگیں گے۔

تو بنیاد تو پڑ گئی تھی اس کی۔ پھر طوفانِ نوح میں سب کچھ ختم ہو گیا۔ جنت سے جو پتھر لایا گیا، یعنی حجرِ اسود وہ موجود تھا۔ اس میں آپ ایک بات پر غور کریں کہ ذکر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں

Marfat.com

اُونچی کیں ۔ پتھر چُنے ۔ معمار وہ تھے واذ اسمٰعیل ۔ اور اسماعیل علیہ السلام ان کے ساتھ تھے ۔ معمارِ کعبہ کے طور پر اُن کا ذکر نہیں، بلکہ وہ معمار کعبہ تھے ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے ۔ واذ یرفع .... اسمٰعیلؕ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے، ان کے معاون کے طور پر ۔ اور دُعا میں شمولیت کے ساتھ کیوں؟ کہ جب خانہ کعبہ کی دیوار کے انہوں نے پتھر چُنے اور دیوار کھڑی کی تو انہوں نے ایک دُعا مانگی ۔ ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیمؕ اُن کی سُنّت میں ہم سب یہ دُعا مانگتے ہیں ۔

اس میں بڑی حکمت ہے ۔ ایک حکمت تو یہ ہے کہ انبیاء جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتے ہیں، دُعا کرتے ہیں، تو ان کو رب کہہ کر پُکارتے ہیں، اس لئے کہ ان کی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں اس پالن ہار کی عطا کی ہوئی ہیں ۔ اس کو پُکارتے ہیں جس نے سب کچھ دیا ہے ۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہوں نے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں کے پتھر چُنے اور دیواریں کھڑی کیں ۔ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ دُعا مانگی جب

Marfat.com

وہ کہتے تھے کہ دیتا تقبل منا۔ پتہ یہ لگا کہ عمل کی بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب رب اسماعیل کو قبول کرلے تو اس کی قبولیت کی وجہ سے اس کی حیثیت بنتی ہے۔

کسی کرنل صاحب کو کوئی کہہ دے کہ آپ تو بریگیڈیئر ہوگئے ہیں، تو کچھ نہیں ہوگا۔ جب تک ساری کمان اُن کو نہ دے دی جائے۔ بیج نہ پہنائے جائیں۔ اس وقت تک تو نہیں ہوتا معاملہ۔ اعمال کا فیض اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت جاری ہوتا ہے جب رب کی بارگاہ میں وہ قبول ہوگیا۔

تو قبول اور تقبل میں ایک فرق ہے۔ اچھی چیز قبول ہوجاتی ہے، مقبول ہوجاتی ہے۔ اس کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ اور جو معمولی چیزیں ہیں وہ اہمیت اس وقت پاتی ہیں جب ان کی قبولیت ہوجاتی ہے۔ انسان خود عاجز ہے مٹی کا پتلا بنا ہوا ہے۔ اس کا کوئی عمل، اس کی طرف سے کوئی نیکی، کوئی خیر، اُسی کی طرح سے معمولی اور عاجز ہے۔ اس میں عظمت اس وقت آتی ہے جب رب تعالیٰ اسے قبول کرلیتا ہے۔

Marfat.com

تو اس لئے اے میرے رب! ہم نے تیری خواہش سے، تیری رضا سے، تیرے الہام سے یہ خانہ کعبہ بنایا اور تُو اسے اب قبول فرمالے۔ اور ہم آپ سے یہ دُعا کس لئے کر رہے ہیں؟ آپ کی دونوں صفات کا واسطہ دے کر۔ آپ کہ سمیع بھی ہیں انك انت السمیع العلیم ہ آپ دُعا سُننے والے ہیں اور ہماری دُعا سُن رہے ہیں اور آپ علم بھی رکھتے ہیں کہ ہمارے عمل کی کیا حقیقت ہے؟ ہماری ضروریات کیا ہے؟ اور آئندہ ہماری نسل کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟

تو ہم آپ کو آپ کی سماعت پر، آپ کے علم کا، آپ کی حکمت کا واسطہ دے رہے ہیں، اسے آپ قبول کرلیں۔ اس کو فضیلت عطا فرمادیں، اس کو باعثِ احترام بنادیں تمام آنے والی نسلوں کے لئے۔

پھر عرض کی۔ جب خانہ کعبہ بن گیا، تعمیر مکمل ہوگئی اور یہ پتہ لگ گیا کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے، صاحبانِ ایمان کے لئے قیام کی جگہ ہوگی' زیارت کی جگہ ہوگی اور سجود کی جگہ ہوگی، رکوع کی جگہ ہوگی۔ تو عام عبادات کا طریقہ بھی ہمیں بتادیں۔ اس لئے کہ جو عبادات

Marfat.com

ہم اپنے دل سے کرتے ہیں، اپنے من سے کرتے ہیں اُس کی کوئی سند نہیں ہے۔ ہم اپنی عقل سے اور اپنی خواہش سے جو عبادت کرتے ہیں۔ ہم یہ سمجھیں کہ کوئی آدمی مکان بنا رہا ہے تو نیکی کے طور پر اس کو کوئی چیز جا کر دے دیں، کہ بھئی یہ سو (۱۰۰) بوری سیمنٹ لے لو، تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

تو چونکہ عبادت کی بنیاد حکمِ الٰہی ہے اور تعلیم انبیاء ہے اور تعلیمِ انبیاء سے تعلیمِ عوام الناس ہے۔ اسی لیے ان دونوں نے ایک دُعا مانگی: ربنا واجعلنا مسلمین لک ط اے رب کریم ہم دونوں کو اپنے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والا، سر جُھکانے والا، اپنی رضا پر راضی رہنے والا انسان بنا دے۔

مسلم کا مطلب کیا ہے؟ جو سرِ تسلیم خم کر دے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جُھکا دے، تو وہ سلامتی کے زُمرے میں آگیا۔ اور ہم ہی تک یہ فیض ختم نہ کریں بلکہ ہماری اولاد تک جاری رکھ لے۔ اور کن اولاد تک اس کو جائز فرما دیا: ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ط ہماری اولاد میں سے وہ جو آپ کی بارگاہِ عالی میں سرِ تسلیم خم

کریں۔ مشرکین اور کافرین کے لئے نہیں۔ مومنین اور مسلمین کے لئے تو ربنا واجعلنا مسلمین لک ہمیں بھی مسلمان بنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک اُمت ایسی بنا جو آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے۔

اب یہ بنیاد ہو رہی ہے اُمّت مسلمہ کی۔ اور اگلی آیت میں جو دُعا ہے وہ بعثت نبوی سے متعلق ہے وَاَرِنَا مناسکنا ہ مناسک کہتے ہیں عبادات کو۔ اسی لئے عبادت کرنے والے کو ناسک بھی کہتے ہیں، جس طرح طریقت کے راستے پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں تو: اَرِنَا معنی دکھا دینا، ہماری تعلیم کرلیجیے۔ جیسے ہم کہتے ہیں ارءیت الذی ہ دیکھا۔ "اُرنا" را سے ہے دیکھنا۔ ہم کو دکھا دیں، ہم کو جتا دیں، ہم کو بتا دیں، مناسکنا، مناسک بتا دیں۔

عبادات کون سی تھیں؛ حج و زیارت تھی، طواف تھا، رکوع و سجود تھا۔ یہ سب عبادتیں ہیں، اس لئے ہمیں نماز حج اور عمرے کے طریقے بتا دیں۔ اس کے ساتھ کیا دُعا مانگی جائے؟ وہ بھی بتا دیں۔ وتب علینا۔ اے میرے رب! آپ نے جو ہمیں عبادات کے طریقے بتائے، جو ہم

Marfat.com

نے دیکھا۔ پھر اس کی تعلیم میں جو کچھ ہم نے کیا، اس میں ہم سے غلطیاں ہو سکتی تھیں۔

یہ دُعا کتنی جامع ہے کہ ہمیں تعلیم دیں اور پھر اس عمل کی سَند اس کی قبولیت ہے۔ اور قبولیت میں آسانی ہوتی ہے جب آپ پہلے ہی سے اقرار کر لیں اپنی غلطی کا اپنی عاجزی کا۔ تو انہوں نے یہ دُعا مانگی کہ اے میرے رب! ہمیں مسلمان بنا، ہماری اولاد میں سے بھی مسلمان بنا، ایسی اُمّت پیدا کریں ہماری اولاد میں سے جو مسلمان ہو، سرِ تسلیم خم کرے۔ اور آپ ہمیں مناسکِ حج و عمرہ اور نماز و رکوع و سجود بتا دیں۔

وتب علینا ۃ اور ہماری توبہ بھی قبول کریں، ہم کو معاف بھی کر دیں۔ اس لئے کہ ہم سے تعمیلِ ارشاد میں غلطیاں، بھُول چُوک اور خطائیں ہو سکتی ہیں۔

انک انت التواب الرحیم ۃ اے میرے رب! ہم اقرار کرتے ہیں کہ بے شک آپ رحیم بھی ہیں، اور معاف کرنے والے بھی ہیں۔ : ومن ذریتنا مسلمۃ لک ۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری اولاد تو مسلمان نہیں۔ جب : اذ یرفع ابرھم القواعد ۃ دیوار کھڑی

Marfat.com

کی۔ اس سے ایک بات یہ ثابت ہوئی کہ اس کی بنیاد موجود تھی، اور اس کی دیواریں بنا دی تھیں۔ اور پتھر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چُنے اس کا ذکر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار بیٹے تھے۔ ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ وہ جب چودہ سال کے ہوگئے تو حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ سے پیدا ہوئے۔ پھر اُن کے بعد دو بیٹے اور پیدا ہوئے۔ مَدْیَن اور مَدائن۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ قبول اعلیٰ چیز کے لئے ہوتا ہے اور تقبل حقیر چیز کے لئے۔ اور جو اللہ کے بندے ہیں وہ اپنے ہر عمل کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ربنا تقبل منا کی دُعا کرتے ہیں۔

گویا انہوں نے فرمایا کہ اے میرے رب! یہ خانہ کعبہ جو ہم نے تعمیر کیا ہے، جس کی دیواریں ہم نے اُٹھائی ہیں، یہ ہماری ایک حقیر کوشش ہے۔ اگر ہماری یہ حقیر کوشش تیری بارگاہ میں قبول ہوگئی، اگر قابلِ قبول بھی نہ ہو تو بھی ہماری کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم پر اپنی نظرِ کرم فرما اور اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ کیوں؟

Marfat.com

کوئی بھی خادم جو وفادار ہو اور سچا ہو اس کو اپنے مالک اپنے مولا کی خوشی سے، رضا سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہوتی۔

اگر وہ اپنے نفس کے غلام ہوتے تو وہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہی خوش ہو جاتے کہ ہم نے کیا زبردست چیز بنا دی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لوگوں کی جائے عبادت ہو گی۔ ان کی وفا اللہ تعالیٰ سے تھی، اپنے کام کو انہوں نے حقیر سمجھا۔ اور اپنے رب کی رضا کو ہی سب کچھ سمجھا۔ لہٰذا رب سے دُعا کی کہ اے رب! تُو ہم سے راضی ہو جا، خوش ہو جا اور اس کو تُو قبول فرما۔

اس میں انتہائی انکساری ہے اور انکساری کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے رشتہ یہ رکھیں کہ اے میرے رب! نہ ہم کچھ ہیں نہ ہمارا عمل کچھ ہے۔ اگر آپ کی قبولیت ہو تو یہ تیرا کرم ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ذکر کیا تو فرشتوں نے اپنا استحقاق پیش کیا کہ ہم تو بہت عبادت کرتے ہیں، ہم آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ آپ پھر بھی ایک نئی مخلوق پیدا کر رہے ہیں، یہ تو فتنہ

Marfat.com

کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ اس کے پاس وہ کچھ علم ہوگا جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ تو پوچھ تو لیا فرشتوں نے، لیکن اپنی اس جرأت پہ معذرت کی، توبہ و استغفار کیا۔ اور سات دن تک مسلسل عرش کا طواف کرتے رہے۔ اور طواف کی حالت میں توبہ و استغفار کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند آئی۔ طواف کرتے ہوئے۔ تصور اس کا دیدار کرتے ہوئے اپنی معافی مانگنا، رب کے چاروں طرف گھومنا کہ تو ہی میرا سب کچھ ہے۔ یہ بات فرشتوں کو پسند آئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرض کر دی۔ یہ نعمت تمام بنی آدم کو عطا ہوئی۔ ان میں سے جو ایمان والے ہیں۔ اور صاحبِ استطاعت ہیں۔

اور وہ جگہ اللہ تعالیٰ نے پسند کر لی، جہاں سے پانی کا جھاگ اٹھا تھا اور جہاں سے زمین بننی شروع ہوئی تھی اس جگہ پر خانہ کعبہ بنا دیں، میرے بندے یہاں پر طواف کریں گے اور معافیاں مانگیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا اس طرح بالواسطہ تمام بنی نوع انسان کا خمیر وہیں سے اٹھایا۔ سب

Marfat.com

ان کی اولاد ہیں، تو وہاں کی مٹی سے دُنیا شروع ہوئی تھی۔ جہاں آج خانہ کعبہ ہے اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر بنایا گیا۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سارہ اور کنیز حضرت حاجرہ کو مصر سے بے دخل کیا گیا تو یہ تینوں فلسطین پہنچے..... فلسطین ویسے انبیاء کی سرزمین تھی۔ وہاں کے لوگوں نے ان تینوں کی بڑی قدر کی۔ بڑی زمینیں اپنی دیں، جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زراعت کی، جانور پلے اور بہت امیر ہو گئے۔

ان کی بیوی حضرت سارہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کی ساری دولت دی۔ اب ہمارے ہاں کسی چیز کی کمی ہے تو وہ اولاد کی کمی ہے۔ اس لئے حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ ایسا کریں، کہ حاجرہ سے جو خوبصورت بھی ہے اور اچھے خاندان کی ہے۔ آپ اس سے شادی کر لیں۔ شاید اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی اولاد دے دے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شادی کر لی۔

لیکن وہ معاہدہ ابھی ان کا جاری تھا کہ وہ ان کی سے اطاعت کریں گی اور یہ اس کے بدلے میں ان کا ہر کہا مانیں گے۔ تو حضرت حاجرہ علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صرف دُودھ پلاتی تھیں سارے وقت۔ اس طریقے سے آپ حضرت سارہ کے پاس رہتے تھے جیسے اُن کی اپنی اولاد ہو۔ وہ اپنی اولاد کی طرح سے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو کبھی پیار بھی نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی کبھی گود میں لیتے تھے۔ اس لئے کہ پابندی تھی۔

تو ایک دن انہوں نے تنہائی میں شفقتِ پدری سے اُن کا بوسہ لے لیا۔ چنانچہ حضرت سارہ کو بہت بُرا لگا۔ انہوں نے کہا کہ اب حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کو کسی ایسی جگہ چھوڑ آئیے جہاں اور کوئی چیز نہ ہو۔

چنانچہ حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیل کو جو ابھی بچے تھے، ان کو جا کر انہوں نے جہاں آج کل خانہ کعبہ ہے وہاں جنگل میں چھوڑ دیا۔ صفا و مروہ کی جگہ۔ وہاں ایک درخت تھا مروہ کے اوپر، اور کوئی درخت کوئی سایہ، کوئی پانی کچھ نہیں تھا۔

Marfat.com

تو حضرت حاجرہ علیہ السلام نے کہا کہ آپ ہمیں ایسی جگہ چھوڑ کر جا رہے ہیں جہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ یہاں انسان ہیں، نہ کوئی کھانے پینے کی چیز، نہ پانی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

چند دن تک تو اُن کی کھجوریں اور پانی چلتا رہا۔ جب پانی اور کھجوریں ختم ہوگئیں تو وہ دُودھ بھی نہیں پلا سکتی تھیں۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس اور بھُوک کی بے تابی سے رو رہے تھے۔ تو آپ ماں کی ممتا کی وجہ سے پانی کی تلاش میں آپ نے صفا و مروہ پر دوڑنا شروع کر دیا۔

اور جب آپ سات چکرّ لگا چُکیں تو دیکھا ایک بہت زبردست دھما کا سا ہوا ہے۔ تیز آواز آئی تو حضرت حاجرہ دوڑی ہوئی بچےّ کے پاس آئیں۔ تو آپ نے دیکھا کہ آپ پیر رگڑ رہے ہیں اور وہاں سے ایک چشمہ نکل رہا ہے۔ اور اس چشمے کے پانی زم زم میں غذائیت تھی۔

بہت دنوں تک آپ اس جگہ پر رہے، ماں بیٹیا

Marfat.com

زم زم کا پانی پی کر گزارہ کرتے رہے ۔ پھر ایک یمنی قافلہ وہاں سے گزرا ۔ وہاں ان لوگوں نے دُور سے دیکھا کہ ایک جگہ ہے جہاں پرندے اُڑ رہے ہیں ۔ پرندہ اُڑنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی پانی وغیرہ ہے یا کوئی اور جاندار چیز ہے ۔ تو وہاں سے گزرتے تھے ، ان کا راستہ تھا ۔

تو انہوں نے کہا کہ لگتا ہے یہاں پانی آگیا ہے ۔ بہرحال وہ گئے اور حضرت ہاجرہ سے اجازت مانگی اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں آباد ہو جائیں کھیتی باڑی کریں اس پانی سے ۔

انہوں نے کہا کہ اجازت ہے لیکن اس شرط پر کہ یہ پانی تاقیامت تمام عوام الناس کے لئے ہوگا ۔ اللہ کی مخلوق کے لئے ۔ کسی کا قبضہ نہیں ہوگا ۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے آبِ زم زم ساری اُمتِ مسلمہ کے لئے جاری وساری ہے ۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوئے تو اس یمنی سردار نے اپنی بیٹی سے اُن کی شادی کر دی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی یاد آئی ۔ حضرت

Marfat.com

اسماعیل علیہ السلام شکار کرتے تھے، اور شکار کا گوشت لاتے، اس سے گزر بسر ہوتی تھی۔ جب وہ تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کہیں گئے ہوئے تھے، اور حضرت حاجرہ علیہا السلام کا انتقال ہو چکا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ ہماری بڑی مشکل سے گزر بسر ہو رہی ہے۔ انہوں نے کوئی خاطر مدارت نہ کی، انہوں نے کہا کہ ہم میں اتنی استطاعت نہیں کہ ہم کسی کی مدد کر سکیں۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے شوہر اسماعیل آئیں تو کہنا کہ ہم نے تمہارا گھر دیکھا، تمہاری چوکھٹ دیکھی، یہ تمہارے لئے مناسب نہیں، تم اس کو بدل دو۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار سے واپس لوٹے تو وہاں ایک نئی بہار آئی ہوئی دیکھی۔ یہ فیض ہوتا ہے پیغمبری کا، اللہ کے دوست کا، ایک نئی خوشبو، نئی بہار تھی۔ وہ پہچان گئے کہ ہمارے والد آئے تھے۔ آپ کی بیوی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تشریف لانے کا واقعہ بیان کیا، اور چوکھٹ بدلنے والا پیغام بھی

دہرا دیا۔

لہٰذا انہوں نے اس کو طلاق دے دی۔ پھر دوسری لڑکی سے شادی کی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے تو اُس نے جو اُن کی دوسری بہو تھی، اُن سے کہا کہ آپ قیام فرمائیں، تاکہ آپ کی خدمت کر سکوں، آپ کا سر دھو سکوں۔ آپ اتنی دُور مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں۔

آپؑ نے کہا کہ نہیں میں اُتر نہیں سکتا۔ آپ ایک پتھر لے آئیں، جو اب مقام ابراہیم ہے۔ جب وہ پتھر لے آئیں اور کہا آپ اُتریں نہیں گھوڑے سے، اسی پتھر پر کھڑے ہو جائیں، زمین پر نہ اُتریں میں آپ کا سر یہیں سے دھو دیتی ہوں۔ پھر انہوں نے سر دھویا۔ سر میں کنگھا کیا، پھر کھانے کے لئے پیش کیا تو وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اس کے اخلاق اور سُوجھ بوجھ سے، اس کی بصیرت سے کہ اس نے پہچان لیا کہ وہ بزرگ ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جاتے وقت کہہ دیا، کہ اسماعیل (علیہ السلام) آئیں تو کہنا کہ ایک شخص آیا تھا اور وہ یہ کہہ گیا ہے کہ اب تمہارے گھر کی چوکھٹ اچھی ہو گئی ہے۔

Marfat.com

اور تمہارے لئے مبارک ہوگئی ہے، تم اس کی حفاظت کرنا، اس کی دیکھ بھال کرنا۔

پھر چودہ سال کے بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ لہٰذا اب ان کے دل کی حسد کم ہو گئی۔ خود بھی صاحبِ اولاد ہو گئیں، پہلے تو صاحبِ اولاد نہ تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مجھے بہت تمنّا ہے، میں دو دفعہ گیا ہوں، اسماعیل (علیہ السلام) کو نہیں دیکھ سکا ہوں اگر تم اجازت دو تو میں جاؤں، کچھ دن اُن کے ہاں ٹھہروں۔

چنانچہ جب آپ تیسری دفعہ گئے تو پھر انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ میں خانہ کعبہ بناؤں، اللہ کا گھر تعمیر کروں۔ پھر دونوں نے مل کر گھر تعمیر کیا اور پہلی ذوالحجہ کو خانہ کعبہ تیار ہوا۔

تو یہ سارا واقعہ ہے کہ کیسے مکہ کی آبادی بنی، کس طرح خانہ کعبہ بنا، کس طریقے سے حج کے مناسک ادا کئے۔ اب اس میں پہلی جو آیات ہیں ۱۲۷ اور ۱۲۸، ایک میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور اس کی قبولیت کی دعا کی

Marfat.com

بات ہے اور دوسری میں عبادات کے طریقے سکھانے کی باتیں ہیں۔

تو اس سے کچھ قاعدے مرتب ہوئے۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ بیت اللہ جو ہے قبولِ دُعا کی جگہ ہے۔ جونہی یہ خانہ کعبہ تعمیر ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں دُعا مانگی۔ دوسری بات یہ کہ عمل خواہ کتنا ہی اچھا ہو، اس کی قبولیت کی دعا مانگنا ضروری ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے بعد اس کی قبولیت کی دُعا مانگی۔

تیسری بات یہ کہ بظاہر وہ کتنا ہی غلط کیوں نہ لگے لیکن اگر آپ نے معاہدہ کسی سے کیا ہے تو اپنے معاہدے کی پابندی کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام سے جو معاہدہ کیا تھا، اس کی سختی سے پابندی کی، حالاں کہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بہت محبت فرماتے تھے اور چوتھی بات یہ کہ انبیاء کے ساتھ جس چیز کی نسبت ہو جاتی ہے، وہ افضل اور متبرک ہو جاتی ہے۔ کیوں؟

کعبہ اس لئے افضل ہے کہ حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام نے اسے بنایا اور بیت المقدس اس لئے افضل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے جنّات سے بنوایا۔ لیکن فرق کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا، سجدہ گاہ کے لئے، اُن کے حبیب نے اپنے ہاتھ سے بنوایا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی رعایا سے بنوایا۔ اس میں فرق یہ ہے کہ خود انہوں نے اپنے دستِ خاص سے بنوایا، میرے دوست نے بنایا اس لئے افضل ترین ہے۔ وہ بھی میرے لئے میرے نبی نے بنایا ہے وہ بھی افضل ہے لیکن بیت اللہ شریف سے زیادہ افضل نہیں ہے۔

پانچویں بات یہ کہ بزرگوں کی مانگی ہوئی دُعائیں مقبول ہوتی ہیں، اُن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ لہٰذا انبیاء کی اور بزرگانِ دین کی مانگی ہوئی دُعائیں ہمیں مانگنی چاہئیں۔ جب کوئی نیک عمل کرے تو انسان اس نیک عمل کے توسط سے دُعا مانگے۔ جیسا کہ تعمیرِ کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قبولیت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

Marfat.com

یہ میں نے پوری تاریخ آپ کو بتا دی آج۔ یہ جو دوسری آیت ہم نے پڑھی تھی۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ پہلی آیت میں تعمیرِ کعبہ کا ذکر تھا، اب عظمتِ کعبہ کا ذکر ہے۔ اور بیت اللہ نگاہِ خلیل میں ایک غیر معمولی چیز تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے اس کے مقبول ہونے اور باقی رہنے کی دعا کی۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ مقبولِ الٰہی وہی ہے جو اللہ کے گھر کا خدمت گزار ہو اور حج کا پابند ہو، دین کا پابند ہو۔

پچھلی آیت میں کعبہ کے برحق ہونے کا ذکر ہے، پہلی میں یہ تھا کہ: اذ یرفع ابراھم القواعد من البیت واسماعیل ؏ کعبہ تمہارے ہی جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول وہی ہے جو مسلمان ہو، اس لئے کہ یہ دعائے خلیل ہے: ربنا وتقبل کیوں مسلمان افضل ہیں؟ اس لئے کہ تمہارے ہی جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لك ...؏ یہ تو ان کی دعا تھی کہ میری اولاد میں

Marfat.com

سے ایک اُمّت بنا جو مسلمان ہو۔ تو یہ جو میرے محبوب کی اُمّت ہے یہ ان کی وہی اولاد ہے، جو اُمّتِ مُسلمہ ہوگئی ہے۔

اب ہم جب یہ کہتے ہیں وادنا منا سکنا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اصل کیا ہے۔ حکمِ الٰہی، تعلیمِ انبیاء۔ اپنے جی سے، اپنی من گھڑت عبادت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ وہ اس لئے کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک نفسانی ہے، ایک شیطانی ہے، ایک رحمانی۔ تو جو عبادت اللہ تعالیٰ سکھائے اور جس کی تعلیم انبیاء علیہم السلام دیں اور ختمِ نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولیاء اللہ کریں وہی رحمانی عبادت ہے۔

نماز، روزہ، حج جو فرائض ہیں، جو انبیاء نے سکھائے اور ذکر اور نوافل، وظائف و اوراد جو انبیاء نے سکھلائے، اور جو اولیاء اللہ نے سکھائے، وہی رحمانی عبادت ہے۔ اس لئے کہ نفسانی عبادت وہ ہے جو انسان اپنی عقل اور رائے سے کرے، سُورج کو دیکھا تو سورج کی عبادت کرنی شروع کر دی۔ دریا سے سیرابی ہوتی ہے یا سیلاب آجاتا ہے، تو دریا کی پرستش کرنی پڑتی ہے۔ یہ اپنی

عقل سے کی۔ انبیاء نے تو یہ بتایا کہ اللہ کے علاوہ لا الٰہ الا انت ...' کوئی معبود نہیں۔

کہ اپنی عقل سے، اپنے ذاتی علم سے جو عبادت کی جاتی ہے وہ نفسانی عبادت ہے وہ شیطان کے کہنے پر، بُت پرستی ہو یا شرک ہو، یہ سب شیطانی عبادت ہے۔

اور رحمانی عبادت وہ ہے جو رب تعالیٰ کے کہنے سے کرے۔ انبیاء کو تین طریقے سے عبادت سکھائی جاتی ہے: وادنامناسکنا... اس دُعا کی قبولیت تین طریقے سے ہوئی۔ ایک تو فطری ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنے پالنے میں تھے تو اُسی وقت انہوں نے کہہ دیا کہ میرے رب نے مجھے بتایا ہے کہ نماز پڑھو، اُس نے مجھے نصیحت کی ہے کہ میں نماز پڑھوں۔ تو وہ پیدائشی عابد تھے۔

یہ فطری طریقہ ہے، فطرت بنادی، الہامی یا خواب میں۔ الہامی تعلیم یہ ہے کہ جیسے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتا دیا کہ قربانی کر دو۔ پھر وحی کے ذریعے سے، جیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عبادات وحی کے ذریعے سے بتائیں۔

Marfat.com

تو "اَرِنَا.." سے مطلب ہے یہ تینوں طریقے۔ اکثر اولیاء اللہ بتاتے ہیں ہمیں، کہ یہ وظیفہ پڑھیں، کیونکہ وہ وارثِ انبیاء ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگر کسی کو مشکل آتی تھی تو وہ آپ سے پوچھتے تھے۔ اور آپ انہیں بتاتے تھے کہ یہ نماز پڑھ لو، یہ وظیفہ پڑھ کر یہ دُعا مانگ لو۔ اب اُن کے ورثاء بتاتے ہیں۔ تو یہ تین طریقے ہیں "اَرِنَا" کے۔

اس آیت ۱۲۸ سے جس میں دُعا مانگی تھی: ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا اُمّة مسلمة لك وارنا.... الرحیم ہ اس سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ دُعا کے وقت رب کو پُکارنا، یہ طریقۂ انبیاء ہے۔ رَبَّنَا کہہ کے کیوں؟ پہلے نبی نے جو دُعا مانگی وہ کیا تھی؟

ربنا ظلمنا..... خاسرین ہ رب انی ظلمت نفسی ..... رب اغفر وارحم...... الراحمین ہ یہ ساری انبیاء کی دُعائیں ہیں۔ تو انبیاء کی سُنّت یہ ہے کہ دُعا مانگتے وقت رب کو پُکارو۔ رب کو پُکار کر اپنی دُعا کرو، کیوں؟ کسی سے مانگنے سے پہلے اس کی حیثیت کو

پیشِ نظر رکھو۔ اس کی حیثیت کا اقرار کرو۔

یعنی پہلے اس بات کا اقرار کرو کہ واقعی رب ہی پالنے والا ہے، میری ساری ضروریات کو وہی پورا کرنے والا ہے۔ اس لئے ہم رب کی ربوبیت کو یاد کرتے ہیں، پھر اس سے مانگتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ دُعا کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ کہ پہلے اپنے لئے مانگیں، اپنی اولاد کے لئے مانگیں اس کے بعد تمام مُسلمانوں کے لئے مانگیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے مانگی: ربنا واجعلنا ہمیں بنادے مسلمان، بنادے سرِ تسلیم خم کرنے والا ومن ذریتنا اور ہماری اولاد کو اور اُمت "مسلمة لك"۔ اور ساری اُمت کے لئے بھی مانگ لی دُعا انہوں نے، اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اور ساری اُمتِ مسلمہ کے لئے۔

تو ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم مغفرت کی دُعا مانگیں اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اور تمام اُمتِ مسلمہ کے لئے خیر کی دُعا سب کے لئے مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم و فضل کی دُعا سب کے لئے مانگیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ عقائد اور دین کی دُعا اعمال

Marfat.com

اور دُنیا کی حاجات سے پہلے کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سے سب سے پہلے کیا مانگیں؛ عقائد اور دین مانگیں۔ پھر اس کے بعد عمل کی توفیق مانگیں۔ پھر اس کے بعد دُنیا کی ضروریات کے لئے مانگیں۔ یہی ہمارا معمول اور طریقہ ہونا چاہیئے۔

دُعا مانگتے وقت ہمیں پہلے دین اور مذہب اور عقائد کو اہمیت دینی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا دین سلامت رکھے۔ یاحی یا قیوم ثبتنا علی الایمان ط اللھم انی اسئلك ایمانًا کاملًا ۃ اس کے بعد کہیں کہ عملًا متقبلًا عمل کی۔ اس کے بعد دنیا مانگیں ــــ ورزقًا حلالًا طیبًا ط اللھم انی اسئلك ایمانًا کاملًا ۃ اللھم تقبل صالحًا وعلمًا نافعًا ورزقًا حلالًا طیبًا وشفاءٍ من کل داءٍ ۃ اس آیت میں ایمان کی دُعا مانگی، عمل کی دُعا مانگی، علم کی دُعا مانگی، رزق کی دُعا مانگی، شفاء کی دُعا مانگی۔

اور چوتھی بات یہ کہ بنی اسماعیل ہمیشہ مؤحد اور صالح رہے... وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ۃ

Marfat.com

پارہ الٓمٓ سورۃ بقرہ
آیات نمبر ۱۲۷ تا ۱۲۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ
وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ
لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ ص وَ
اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ
رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ
الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

Marfat.com

ترجمہ : اور جب اُٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں
اور اسمٰعیل یہ کہتے ہوئے اے رب
ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تُو ہی
ہے سُنتا جانتا اے رب ہمارے اور کر
ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور
ہماری اولاد میں سے ایک اُمّت تیری
فرماں بردار اور ہمیں ہماری عبادت کے
قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ
رجوع فرما بے شک تُو ہی ہے بہت توبہ
قبول کرنے والا مہربان اے رب ہمارے
اور بھیج اُن میں ایک رسُول انہیں میں
سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے
اور انہیں تیری کتاب اور پُختہ علم سکھائے
اور انہیں خوب ستھرا فرما دے بے شک
تُو ہی ہے غالب حکمت والا ۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے ہیں۔
یہ جو آیات کہ میں نے تلاوت کی ہے ۱۲۷ سے ۱۲۹۔

Marfat.com

تک ۔ سورۂ بقرہ کی ان آیات سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالی نے یہ سب کچھ کیوں کیا تھا، آدم علیہ السلام کو کیوں بھیجا تھا، خانہ کعبہ کی تعمیر کیوں کی تھی ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیوں دُعا مانگی تھی ؛ اور سب دُعاؤں کے بعد آخری دُعا جو مانگی جسے ہم دُعائے خلیل کہتے ہیں، وہ اساس ہے ہمارے ایمان کی، ہمارے دین کی ۔

۱۲۷، اور ۱۲۸، آیات میں مَیں نے پچھلی دفعہ مکہ معظمہ کی آبادی کا ذکر کیا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ آج آخری آیت جو میں نے تلاوت کی ہے ۱۲۹، یہ مشہور دُعائے خلیل ہے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ کی دیواریں اُٹھائیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اُن کی مدد کی ۔ تو انہوں نے تین دُعائیں مانگیں ۔پہلی دُعا یہ تھی کہ ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیمؕ اے رب کریم! ہماری طرف سے یہ خانہ کعبہ کی تعمیر قبول فرما، اس گھر کو تُو قبول فرما ۔ اس لئے کہ ہم وہ نہیں دیکھ سکتے، جو آپ دیکھ سکتے ہیں اور ہم وہ سُن نہیں سکتے جو آپ سُن سکتے ہیں ۔آپ سمیع اور بصیر ہیں ۔

Marfat.com

آپ کو پتہ ہے کہ قیامت تک یہاں پر : لبیك اللھم لبیك ؕ کی دُعا ہوتی رہے گی ۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی گواہی دیا کرے گا۔ ساری مخلوق کا قبلہ کعبہ ہوگا، بیت اللہ ہوگا۔

دوسری دُعا جو انہوں نے مانگی وہ دینی تعلیم کی دُعا مانگی۔ یہ دینِ ابراہیم نافذ کرنے والا حتمی اور آخری دین ہوگا۔ تاقیامت اس کے مناسک ہمیں سکھا دیئے، کہ کس طریقے سے ہم طواف کریں، کس طریقے سے سعی کریں، کہاں کہاں پر جا کر ہم شیطان کو کنکریاں ماریں، کہاں تیرے لئے قربانیاں کریں، کہاں قیام کریں، کہاں نماز پڑھیں، یہ ساری باتیں ہمیں سکھا دیں ۔ اے رب کریم! تو ہمیں اپنا فرمانبردار اور سرِ تسلیم خم کرنے والا بنا۔ ہمیں ایک اُمّتِ مسلمہ بنا دے۔

بنی اسرائیلی زیادہ تر دینِ ابراہیمی پر قائم رہے اور قیامت تک رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔ بنی اسرائیل ، کچھ اپنے پیغمبروں کی اطاعت میں اور اکثر و بیشتر باغی ہوگئے۔ وارنا مناسکنا ؕ اور ہمیں دین کے احکام سکھا دے ہمیں حج و عمرہ سکھا دے، ہمیں طواف وسعی سکھا دے اور جب اس میں بھول چوک ہو تو اس پر وتب علینا اور ہماری توبہ

کو قبول فرمالے اور ہماری خطاؤں کو معاف فرمادے۔ اس لئے کہ آپ کے بتلائے ہوئے طریقے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ہم سے غلطیاں ہوسکتی ہیں انك انت التواب الرحیمہ بیشک آپ توبہ قبول فرمانے والے ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ پہلی آیت میں کعبہ کا ذکر تھا، اب عظمتِ کعبہ کا ذکر ہے، اب اسلام کے سچا دین ہونے کا ذکر ہے کہ یہ جو ارکان مسلمان ادا کرتے ہیں، یہ وہ ارکان ہیں جو تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعاؤں کی مقبولیت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے حاصل فرمائے تھے۔

اب وہ دُعا کیا تھی؛ اس دُعا سے یہ پتہ لگا کہ دُعا کے وقت آپ کو اپنے لئے، اپنی اولاد کے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے دُعا مانگنی چاہیئے اور کہا کہ دین کے لئے دُعا پہلے کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ دین مقدم ہے باقی چیزوں پر، اور دوسری بات یہ کہ بنی اسماعیل ہمیشہ سے موحد، صالح رہے۔ اور ہم بیت اللہ کے سامنے جاکر دُعا کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ دین سچا ہے، جو ہمیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے سے پہنچا ہے۔ اپنی مرضی سے جو

Marfat.com

دین بناتے ہیں اُس میں شیطان کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اصل دین وہی ہے جو انبیاء نے ہمیں سکھایا۔ اس کی مختصراً تفصیل میں دوبارہ آپ کو بتا دیتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی فراستِ باطنی سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ تعمیرِ کعبہ کے رنگ میں ایک نئی دُنیا اُبھرنے والی ہے، ایک نیا نظام آنے والا ہے اور عشق کے نئے کرشمے ظاہر ہونے والے ہیں۔ یہ بیت اللہ جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ایک ظاہری علامت ہے، تو ظاہر میں باطن ہونے والا ہے۔

جب ہم خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ہمیں عظمتِ الٰہی اور ہیبتِ الٰہی کا احساس ہوتا ہے۔ جب ہم مدینہ منورہ میں مواجہ شریف پر کھڑے ہوتے ہیں تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اللعالمینی کا احساس ہوتا ہے۔ ایک جگہ جلال ہے، ایک جگہ جمال۔

تو یہ اللہ کے بندوں کے لئے باطن کو ظاہری شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، تعمیرِ کعبہ سے پہلے، ابھی تک کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جسے اللہ کا گھر کہیں مسجدِ اقصیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی۔ لیکن وہ انبیاء کی عبادت گاہ تھی۔ خانہ کعبہ

بیت اللہ شریف ہے، اللہ کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے سائے نیچے فرشتوں سے اس جگہ کو مخصوص کرایا۔ کہ جب تم نے دعویٰ کر لیا تھا اور مجھ سے پوچھ لیا تھا کہ میں بنی آدم کو خلیفہ کیوں بناؤں گا۔ تو تم نے اظہارِ معذرت کے لئے سات دن تک طواف کیا تھا۔ یہ میری پیاری مخلوق ہے، میں ان کے لئے دُنیا میں عرش کی عظمت اور عرش کا فیض جاری کر دُوں گا۔ جب اس کا وہ طواف کریں گے تو ایسا ہی طواف ہوگا جیسے میرے عرش کے چاروں طرف طواف کر رہے ہیں اور ایسے ہی انہیں معافیاں ملیں گی جیسے تمہیں ملی تھیں۔

بعثت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باطن ظاہر شکل اختیار کرے اور بنی آدم بھی اطاعت کے معاملے میں فرشتوں سے آگے بڑھ جائے۔ فرشتے عادتاً اطاعت کرتے ہیں اور اپنے ذہن کو استعمال نہیں کرتے۔ انسان اپنی عقل کو استعمال کرتا ہے لیکن اطاعت وہ اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے، اپنی عقل کے خلاف۔ ہر عبادت میں کوئی نہ کوئی قربانی شامل ہے۔ زکوٰۃ میں مالی قربانی ہے، روزے میں جسم کی قربانی ہے، نماز میں اپنی انا کی قربانی ہے، حج میں عقل کی قربانی ہے، ہم وہ کام کرتے ہیں جن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔

Marfat.com

ایک پتھر کی چار دیواریں ہیں، اس کے چاروں طرف ہم اس طرح سے بے ساختگی سے عشق کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔ حضرت حاجرہ نے پانی ڈھونڈنے کے لئے دوڑ لگائی تھی صفا اور مروہ کے درمیان اور ہمیں اس دوڑ سے کیا فائدہ، ہمیں تو پانی کی ضرورت نہیں۔ زم زم کا چشمہ تو موجود ہے ہمارے لئے لیکن ہم عقل کو حائل نہیں ہونے دیتے۔

ہم یہاں فرشتوں سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ کہ ہماری عقل کہتی ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور دل کہتا ہے کہ رب نے کہا ہے کہ سرِ تسلیم خم کرو۔ اگر وہ ہمارا کوئی خلافِ عقل عمل پسند کرتا ہے تو ہم فرشتوں سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تو یہاں پر ایک نئی دُنیا بسانی تھی۔ یہاں پر باطن کو ظاہر میں لانا تھا، یہاں بنی آدم کو فرشتوں سے آگے لے جانا تھا تاکہ فرشتوں جیسا بنا دینا تھا۔ عقل کو پسِ پُشت ڈال دینا تھا اطاعتِ الٰہی کے معاملے میں۔ انہوں نے تو اتنا کہہ بھی دیا کہ آپ ان کو خلیفہ بنائیں گے جو دنیا میں فساد پیدا کریں گے۔

ہم جب گئے حج و عمرہ کے لئے تو ہم نے کہا کہ " اے ربِ کریم! ہمیں صفا و مروہ میں سعی کا کیا فائدہ ؟ تُو نے اپنے

محبوبے کی، اپنی پیاری بندی حاجرہ کی بے بسی کو، اُس انداز کو، شفقتِ مادری کو تُو نے پسند فرمایا اور اُن کی تسلیم و رضا کو پسند فرمایا، کہ بے آب و گیا جنگل میں اللہ کے لئے، اللہ کی رضا کے لئے ہم تیری اسی پسند پر لبیک کہتے ہیں: لبیک ...... لاشریك لك

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ اندازہ تھا کہ اِن میدانوں میں لبیک کا نعرہ بُلند ہوگا، قیامت تک بلند ہوتا رہے گا اور ہمیشہ ہماری اولاد اطاعت گزار رہے گی۔ حج اور عمرہ عقل کی مخالفت ہے اور عشق کی پیروی ہے ؎

لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یہ عشقِ الٰہی کا معاملہ ہے۔ شیطان کا معاملہ تو یہ ہے کہ دل کی پاسبانی عقل کرے، ادراک ہو جائے کہ یہ مجھے اللہ تعالیٰ سے دُور کر رہا ہے، میرے نفس اور میرے قلب کو بہکانا چاہتا ہے۔ لیکن جب عشقِ الٰہی، اطاعتِ الٰہی کا معاملہ ہو تو عقل اس سے کہے کہ اب جاؤ تمہارا کام ختم۔ اب میں ہوں اور میرے رب کا عشق ہے۔ ہمیں نہیں پتہ کہ لوازماتِ عشق کیا ہیں؟ ہماری نسلوں کو کیسے پتہ لگے کہ لوازماتِ عشق کیا ہیں؟

Marfat.com

تو آپ ہمیں بتادیں گے : وارنامناسکناڑ ہمیں لوازماتِ عشق بتادیں، وہ ارکان بتادیں جو تیرا عشق ظاہر کریں۔ اطاعت کو ظاہر کریں۔ اطاعت اور عشقِ بندگی کیسے پورا ہوگا۔ کہاں رُمی ہوگی کہاں سعی ہوگی۔ اور کہاں قربانی ہوگی؟۔ ہم تیری توفیق سے تیرے دیئے ہوئے دین پر ایمان لائے۔ تیری توفیق سے تیری بات مانی۔

دُنیا کی آبادی تین چیزوں سے قائم ہے۔ ایک زراعت و باغبانی، جس میں صنعت وحرفت بھی ہے، دوسرا جنگ و جدال اور تیسرا تجارتی نقل وحمل، ان تین چیزوں سے دُنیا قائم ہے۔ جنگ وجدال سے حکومتیں بنتی بگڑتی اور ٹوٹتی ہیں۔ اور زراعت وصنعت وحرفت سے، باغبانی سے لوگوں کو غذا ملتی ہے۔ اور تجارتی نقل وحمل سے وہ ضروریات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتی ہیں۔ یہ تینوں چیزیں موت اور حساب کتاب کو بھلانے والی ہیں۔ یہ تینوں عمل انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتے ہیں۔ لیکن جب قلب عاشق ہے تو دُنیا میں رہتے ہوئے بھی انسان دُنیا کا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں نیکوکار اور بدکار، عقل مند، ذی ہوش، باایمان اور بے ایمان اور بے وقوف دونوں پیدا

Marfat.com

کئے۔ لیکن اگر بے وقوف اور کمزور دُنیا میں نہ رہیں تو دُنیا برباد ہو جائے۔ اگر سب کے سب صاحبانِ ایمان ہوتے فرشتوں کی طرح، اگر بنی آدم بھی ویسے ہی پاکباز ہوتے تو اپنے اور غیروں کا امتیاز کیسے ہوتا۔ صاحبانِ عقل اور صاحبانِ عشق کا امتیاز کیسے پیدا ہوتا۔ عشق کے غلاموں کا اور عقل کے غلاموں کا۔ عشق کے مخدوم اور عقل کے مخدوم میں امتیاز کیسے پیدا ہوتا۔

تو یہ چیزیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بھلانے والی ہیں۔ جن کو عشقِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے ان کا قلب بھی سر تسلیم خم کر لیتا ہے۔ جن کے قلوب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہوتا ہے۔ وہ زراعت، صنعت و حرفت اور جنگ و جدال ہر صورت میں اللہ کو یاد رکھتے ہیں، جب تک وہ زندہ رہتے ہیں۔

تو اسی لئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی۔ وجعلنا مسلمین لك ط بنا دے ہم کو اور اسماعیل کو مسلمان، سر تسلیم خم کرنے والا۔ : ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لك ط اور میری اولاد میں سے کچھ کو مسلمان بنا دے۔ یہ نہیں کہا کہ ساروں کے ساروں کو مسلمان بنا دے۔ اس لئے کہ نظامِ کائنات کا تقاضہ تھا، صاحبِ عقل اور بے عقل

Marfat.com

صاحبانِ عشق تینوں طرح کے لوگ ہیں ۔ اب وہ مشہور آیت آتی ہے جو دُعائے خلیل سے تعبیر کی جاتی ہے ۔

یہ سب کچھ کس لئے ہے ؟ یہ تمام کائنات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے ، اپنے محبوب کے لئے ہے :

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم ۔ میری اولاد ، میری آل میں ویسے تو تُو نے ایک لاکھ چوبیس ہزار (ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے پیغمبر) تو تُو نے بنی اسرائیل میں بنا دیئے ۔ لیکن اب ایک رسول جو سب سے بُلند ہو ، سب سے باعزت ، سب سے باکرامت اور سب کا کردار ہو ، بنا دے ۔

اور اُن کی شانِ عظمت کے مظاہر کیا کیا ہیں : یتلوا علیھم ایٰتہ ... پہلے میں بتادوں کہ اس کا تعلق پچھلی آیتوں سے کیا ہے ؟ پچھلی دُعاؤں میں استفادہ خاص لوگوں کے لئے تحفظ ہے رزق کا ، امن کا اور تعمیرِ کعبہ سے خصوصی تعلق ہے ۔ اب اس عالمگیر دُعا کا ذکر ہے ۔

پہلے تو ساری دُعا اپنی اولاد کے لئے ، اپنے گھر والوں کے لئے ، خانہ کعبہ کے لئے تھی ۔ اب اس دُعا کی دسترس عالمگیر ہوگئی ، یہ محیط ہے ساری کائنات پر ۔ اس کا فائدہ عربی اور

Marfat.com

عجمی دونوں کو ہوگا۔ شرقی اور غربی دونوں کو ہوگا۔ وہ سردار ہوں گے بنی آدم کے، دین کے۔ ہر ایک کا احترام انہیں نصیب ہوگا۔ یعنی بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسرا تعلق یہ ہے کہ اہلِ کتاب نے دو ہی چیزوں پر زور دیا۔ یعنی اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری دو چیزوں کو مان لیں، تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ ایک تو بیت المقدس کو دوبارہ قبلہ مان لیں، اور کعبہ کی عظمت کو بھول جائیں۔ اور دوسری یہ کہ ہماری کتابوں پر ایمان لائیں۔

تو اب تعمیرِ کعبہ اور درس دینے کے بعد عظمتِ محبوب کا ذکر ہے کہ کیا کیا شواہد ہیں اُن کی عظمت کی۔ ان کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی۔ نبیوں نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کی نعت پڑھی۔ اور اُن کا ذکر کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا مانگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تلقین کی کہ جب وہ آئیں تو اُن کی اُمت میں شامل ہونا، اطاعت کرنا اُن کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اب میرے بعد آخری پیغمبر آئیں گے، اُن کا نام احمد ہوگا۔ ایک تعلق اس کا اور بھی ہے کہ پچھلی آیات میں بعض دُعائیں دنیاوی اور بعض دینی ہیں۔ اب اس کا جامع ذکر ہے۔

Marfat.com

جو دونوں عالم پر محیط ہے، دنیا کے لئے بھی اور آخرت کے لئے بھی۔

چوتھا تعلق یہ کہ پچھلی آیات میں تعلیم اور مناسک کا ذکر ہے۔ اب معلم کا ذکر ہے کہ اس علم کو آپ تک پہنچائے گا کون؛ جو علم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرما دیا، جو ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ مناسکِ دین ہیں، مناسکِ حج ہیں، مناسکِ عمرہ ہیں۔ اس کا طریقہ کون سکھائے گا؛ معلمِ کائنات کون ہوگا؛ وہ سرکارِ دوعالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

پہلے اُمّتِ مسلمہ کا ذکر کیا۔ ۱۲۸ ویں آیت ہے اور مقتدی کا ذکر کیا، اب مقتدیٰ کا ذکر ہو رہا ہے، امام کا ذکر ہو رہا ہے۔ پہلے اُمّتیوں اور اُمّتِ مسلمہ کا ذکر ہو گیا تھا، اب وہ کس کی اتباع کریں گے، اب مقتدیٰ کا ذکر ہے۔

تو یہ خصوصی دعا ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے۔ بعثت کا مطلب ہے کھڑا ہونا، ظاہر ہونا۔ ایک تو ہے مرسل یعنی بھیجا ہوا اور ایک ہے حاوی کئے گئے، درجات کی بلندی کے ساتھ۔ مرسل کا مطلب ہے پیغام دے کر چلے گئے۔ کوئی ضروری نہیں کہ ان کے پاس

آخری شریعت ہو۔ لیکن بعثت کا مطلب یہ ہے کہ اس نظام کو قائم کرنے والا۔ اس کو سکھانے اور پڑھانے والا، اور وہ کیا کیا کام کرے گا، اُمتِ مسلمہ کو وہ کیا کیا نعمتیں عطا کرے گا۔

یتلوا علیھم ایٰتنا ؕ وہ تیری آیات پڑھے گا، وہ قرأت اور حفظ سکھلائے گا۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کہ کتاب پڑھادی۔ کتاب تو بنی اسرائیل والوں نے بھی پڑھائی اور پھر بھول گئے۔ ویعلمھم الکتاب ؕ اور وہ اُن کو کتاب پڑھائے گا، نہ صرف یہ کہ وہ ان کو سنائے گا وہ رسول، بلکہ وہ لوگوں کو مشرف بہ اسلام بھی کرے گا۔

میرا حبیب، آپ کا حبیب، بلکہ وہ معلمِ کائنات بھی ہوں گے: ویعلمھم الکتاب ؕ وہ اور کتاب کی تعلیم دیں گے، وہ کتاب سکھائیں گے، پڑھائیں گے۔ اور اس سے پتہ یہ لگا کہ تعلیم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ کوئی چیز سکھائی جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتاب سکھائی نہیں، کتاب پوری کی پوری ایک دفعہ نازل ہوئی۔ اور انہوں نے وہ اپنی اُمت کے حوالے کر دی کہ لو اب اس کی

Marfat.com

حفاظت کرو اور اس پر عمل کرو۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کلامِ پاک آہستہ آہستہ اُتارا گیا، وہ خود قرآنِ مجسم تھے۔ ان کے اعمال، ان کے اقوال ان کا حال، ان کا قال، ان کے اعمال، یہ تینوں ہمارے لئے ذریعۂ تعلیم ہیں۔

تو اللہ کے احکام کو، دین کو صرف بیان سے نہیں سمجھایا جا سکتا۔ حدیث اس کے لئے ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دُعا مانگی کہ ایسا نہ ہو کہ میری دوسری اولاد یں یعنی بنی اسرائیل جنہوں نے علمِ کتاب کے لئے اپنے علماء پر تقیہ کیا اور گمراہ ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معلمِ کائنات ہیں، انہی کو اُمّتِ مسلمہ کا معلم بنایا، ان کو قرآنِ مجسم بنایا۔ ان سے سب کچھ سکھایا۔ ان کا فعل بھی دین، ان کا قول بھی دین اور ان کا حال بھی دین والحکمۃ ... اور اس کی حکمت سکھائیں، اس کی باریکیاں سکھائیں، دین کا فلسفہ سکھائیں۔ احکامات میں جو حکمت ہے، جو منشائے ایزدی ہے، وہ سُنائیں۔

یہ کس طرح سکھایا انہوں نے؟ اپنی ۶۳ سالہ زندگی

Marfat.com

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محدث بنائے، مفسر بنائے قاری بنائے، حافظ بنائے اور عالم بنائے۔ اور پھر اپنے وصال کے بعد اپنے وارثوں کو چھوڑا، جو اُن کا ورثہ اُمتِ مسلمہ تک تاقیامت پہنچاتے رہیں گے۔ یعنی وہ بھی آیاتِ الٰہی پڑھائیں گے، تعلیم القرآن دیں گے۔ وہ بھی احادیث پڑھائیں گے، وہ بھی حکمتِ دین سمجھائیں گے۔

حکمت کے علاوہ کیا حکم تھا؟ فرمایا: وَیُزَکِّیْھِمْ ..... اور اُن کا تزکیۂ نفس کریں، صرف اُن کے ذہن کی تربیت نہیں صرف اُن کے جسم کی تربیت نہیں کہ سر جھکنے لگا، رکوع میں چلے گئے، سجود میں چلے گئے، قلب کی تعلیم بھی کریں، تزکیۂ نفس بھی کریں۔ ؏

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اپنی حیاتِ طیبہ میں اپنے صحابۂ کرام کا تزکیۂ نفس کریں، اپنی نگاہوں سے ان کے قلوب کو منوّر کریں گے۔ واصل باللہ کریں گے۔ اور ان کے بعد ان کے غلام اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اُمتِ مسلمہ کے قلب کو گرمایا کریں گے۔ قلب کو منوّر کیا کریں گے، باطن کو روشن کیا کریں گے، تزکیۂ نفس کیا کریں گے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا کہ ہم آپ سے یہ سب کچھ اس لئے مانگ رہے ہیں کہ آپ میں وہ طاقت، وہ توانائی، وہ صلاحیت بھی ہے۔ آپ طاقت والے ہیں، آپ کی دسترس ہر چیز پر ہے۔ اور آپ عظمت والے ہیں۔ اس لئے اپنی حکمت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں اور اُن کے ذریعے میری اولاد تک پہنچائیں۔ تو یہ دُعائے خلیلی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں دُعائے خلیل ہوں، وہ نُورِ آمنہ ہوں جسے خواب میں میری والدہ محترمہ نے دیکھا تھا۔ تو نبی "انباء" سے ہے۔ یعنی خبر دینے والا۔ رسول، پیغامبر، پیغام لے جانے والا۔ اور بعثت کا مطلب اٹھانا یا پیغمبر کا بھیجا جانا، یا اُن کا تشریف لانا' یہ بعثت ہے۔

اس آیتِ مُبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہزاروں سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تھی۔ اس وقت تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ تو ایک دُعا تھی، ابھی تشریف نہیں لائے تھے۔ لیکن یہ کلام پاک جو نازل ہوا، یہ آیتِ مبارکہ جو نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد

Marfat.com

جب وہ آچکے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی کلام کے طور پر دنیا میں بھیجی۔

عید میلاد النبی، سُنّت اللہ بھی ہے۔ اور سُنّتِ انبیاء بھی ہے، اور سُنّتِ ابراہیمی بھی۔ تو یہ دُعا اس لئے مانگی گئی کہ بعثت کا مطلب ہے تا قیامت فیض کو جاری رکھنا۔ ۶۳ سال میں صحابہ اور تا قیامت پوری اُمّت۔ شانِ بعثت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب میں ہیں: ربنا وابعث فیھم ؕ یہ شانِ کریمی اللہ تعالیٰ کی ہے کہ دُعائے خلیل کے مستجاب ہونے پر اُس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فیض کے ساتھ ہم میں قائم رکھا ہے۔ تاکہ ہم پر ہمیشہ اُن کا فیض جاری رہے۔

یہ نہ ہو کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد بنی اسرائیل یتیم ہو گئے۔ نہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بڑی شان سے ہوئی۔ ایسی کہ ان کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔ وہ ہمیشہ ہم میں رہیں گے۔ ہم دل جھکائیں گے تو وہ ہمیں نظر آئیں گے۔ ہم سوئیں گے تو وہ خواب میں نظر آئیں گے۔ ہم عمل کریں گے تو ہمیں نظر آئیں گے۔ ہم سجدہ کریں گے تو ہمیں نظر آئیں گے۔ ہر حال میں وہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔

Marfat.com

یہاں تو اپنا اور اپنے رب کا عشق لے کر ساتھ ہوں گے اور وہاں بھی ہوں گے، کہ جہاں نہ بالِ جبریل جا سکتا ہے نہ خیالِ جبریل۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں بھی ہیں اور وہاں بھی ہیں جہاں نہ بالِ جبریل، نہ خیالِ جبریل ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام ایسے باکرامت، ایسے ذی قدر فرشتے ہیں کہ جتنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رسائی ہوئی کسی مخلوق کی نہیں ہوئی۔ ان کا فیض کرم ایسا کہ وہ ہر ٹوٹے دل میں پائے جاتے ہیں۔ دل ٹوٹا نہیں کہ وہ پہنچ گئے۔ وہ ہر دور میں ہیں اور ہر ذکر میں ہیں۔ اور ہر دربار میں رونق افروز ہیں۔

روایات میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گا۔ لیکن وہ کسی کو نظر نہیں آئیں گے، اُن کا نُور، اُن کا جلوہ ایسا ہو گا۔ لیکن صدہا سال اُمتیں اُن کو ڈھونڈتی پھریں گی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ اس لئے کہ اُنہی سے کوئی اُمید ہو سکتی ہے۔ ان کے انبیاء یہ گواہی دیں گے کہ اُن کی اُمت نے یہ یہ کام کئے ہیں۔ یہ یہ بغاوتیں کی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خطاؤں پر صرفِ نظر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم کو اپنی اُمت پر گواہ بنا

Marfat.com

دیا۔ اور تمہاری اُمت کو دوسری اُمتوں پر گواہ بنا دیا۔ تو پھر کرم کی جلوہ گری ہوگی۔ ہر جگہ جہاں پر کسی گنہگار کا میزان اور حساب کتاب ہو رہا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچ جائیں گے اور اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ وہ شہادت دیں گے کہ اُس نے یہ نیکیاں کی ہیں۔ وہ پُل صراط پہ پہنچ جائیں گے اور ہم جیسے گنہگاروں کی دستگیری فرمائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض اور تجلی آفتاب کی طرح ہوگا، کہ سارے عالم پر اس کی روشنی ہے۔ ہر روشنی ماند پڑ جائے گی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوں گے۔ اور وہ ہر جگہ موجود ہیں۔ اور آج بھی چودہ سو سال بعد جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو اس میں کہتے ہیں "السلام علیک ایہا النبیُ۔ اور اُن کو سلام کرتے ہیں۔ جیسے وہ موجود ہوں۔ اس لئے وہ ہوتے ہی موجود ہیں۔

یہ جو حسابی کتابی کہتے ہیں کہ اُن کا تو وصال ہو گیا، تو جو لوگ ان کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں وہ کافر ہیں، وہ مشرک ہیں، پوچھو تو سہی کہ نماز میں ہم کیوں کہتے ہیں؛ "السلام علیک ایہا النبیُ۔ نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور رسول ۳۱۳، اور مُرسل ۴۔ جو کتاب لے کر آئے۔ یہاں پہ رسولؐ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ایک رسُول

Marfat.com

یکتا ہو گا وہ، اس جیسا کوئی نہیں اور ابھی تک سب نبی اسرائیل میں ہیں، ایک نبی تو بنی اسماعیل میں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دُعائے ابراہیم ہوں۔ اور بشارتِ عیسیٰ ہوں۔ میں اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میلادِ پاک سے قبل دیکھا تھا۔ ان کو خواب میں ایک نُور نظر آیا، جس کی روشنی سے انہوں نے شام کے محل تک دیکھ لئے تھے۔

تمام اُمّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ دعا ان کے لئے تھی" منھم" کی بات ہے، یہ دُعا انہوں نے کی تھی کہ یہ رسول میری اُمّت میں سے ہو، میری اولاد میں سے ہو تا کہ اس مقام اور مجھ کو اور میرے خاندان کو یہ شرف حاصل ہو۔ جب وہ آجائیں گے تو اُن کے شرف سے مجھے شرف حاصل ہو گا۔ میری اولاد کو شرف حاصل ہو گا۔ اس لئے کہ ان کی محبوبیت کے تقاضے کے تحت اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اُن پر اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی درود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی دُرود ہو۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی دُعاؤں سے آئے تھے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف سے اُنے کو

Marfat.com

شرف ہلا۔

معراج حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں ہوئی۔ وہ تو چھٹے آسمان پر ہیں۔ عرشِ معلٰی پر تو صرف سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ اس کی یاد میں تو ہم قعود میں پڑھتے ہیں: التحیات للہ .... ایھا النبی ؕ اسی درود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ ان کو شرف ہلا اس وجہ سے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد ہیں اور آپ اُن کی اولاد میں سے ہیں۔

تو فرمایا کہ میری اولاد ہی میں سے ان کو پیدا کرنا، تاکہ اس مقام کو، مجھ کو اور میرے خاندان کو اس بات سے شرف حاصل ہو اور میری ذُرّیت ان سے فیض لینے میں عار نہ کرے۔ یہ رسول جو بھیجیں تو میری اولاد میں سے بھیجیں۔ تاکہ میری اولاد کو سرداری نصیب ہو۔ چاہے وہ آلِ ابراہیم یا آلِ اسماعیل یا آلِ اسحاق علیہم السلام ہوں، ان کو ان کی سرداری کو قبول کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ میری اولاد ہے۔

ان کے اپنے یہ نہیں کرتے کیوں کہ وہ متعصب ہیں، کوتاہ نظر: یتلوا علیھم ایاتِکَ ؕ کیا ہے؟ کہ قرآنی آیات اور توحید ورسالت کے دلائل۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں دو چیزیں بتائیں کہ

یتلوا علیھم آیاتک ﴿ اللہ تعالیٰ نے اس کی نشانیاں بتائیں، کہ میں رب واحد ہوں، یہ میرے نبی ہیں، یہ سچا دین ہے کتاب کیا ہے؛ شریعت ہے۔ ان کو شریعت سکھائیں۔

علم ظاہر جسم ہے اور علمِ باطن رُوح ہے۔ حکمت میں علمِ باطن حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں حدیثِ قدسی کے ذریعے عطا فرمایا ہے۔ تو جب تک کہ علمِ باطن حاصل نہیں ہوگا، وہ علم بے جان جسم ہوگا۔ تو جب حکمتِ علم حاصل ہو جاتی ہے تو پھر نفس حق کی طرف واپس آجاتا ہے۔ جب تک علم ظاہر ہوتا ہے علمِ باطن اور حکمت حاصل نہیں ہوتی۔ اس وقت نفس شیطان کا غلام ہوتا ہے۔ جب علمِ باطن حاصل ہو جاتا ہے تو دین کی حکمت سمجھ میں آجاتی ہے اور نفس لوٹ آتا ہے رب کی طرف، حق کی طرف۔ تو یزکیھم جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ جسم کی طہارت، نُور کی طہارت، دل کی طہارت اور سینہ کی طہارت۔ جب دل اور سینے کی طہارت ہو جاتی ہے، تو تصوّر میں پاکیزگی آجاتی ہے۔

کبھی یہاں بیٹھے ہیں ذکر ہو رہا ہے طواف کا تو وہاں سے طواف کر رہے ہیں اور کبھی معراج شریف کا ذکر ہو رہا ہے تو آپ وہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ کبھی جنت و دوزخ کا ذکر ہو رہا ہے،

Marfat.com

یا پُل صراط کا ذکر ہو رہا ہے تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح لوگ پار ہو رہے ہیں، تو حکمتِ علم سے نفس رب کی طرف لوٹتا ہے، تزکیہ نفس سے قلب کی، روح کی اور تصوّر کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ پھر ہمتِ باطنی سے آپ کی منزل لامحدود ہو جاتی ہے، وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے۔

اعمالِ صالح، صادق عقیدہ اور اصطلاحی سے کفر گناہ کی پاکیزگی دُور کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجابات اُٹھا دیتے ہیں۔ تزکیۂ نفس کے بعد جب حجابات اُٹھ جاتے ہیں تو کشف المحجوب شروع ہو جاتا ہے۔ اور ایسی پاکیزگی عطا فرمائیں گے کہ روزِ قیامت ارشادِ ربّانی ہے: ویکون الرسول علیکم شهیداً ط یایها الذین اٰمنواط اے صاحبانِ ایمان! میں نے آپ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اُوپر گواہ بنا دیا ہے۔ تو وہ تزکیۂ نفس بھی فرمائیں گے اور پھر ہمارے باطن کی پاکیزگی کی شہادت بھی فرمائیں گے۔

تو پتہ یہ لگا کہ صرف آیات پڑھ کے یا تلاوت کر کے وہابیوں اور اہلِ حدیث کی طرح سے تزکیۂ باطن نہیں ہوتا۔ نہ حکمتِ دین آتی ہے، جب تک کہ نگاہِ کرم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آپ پر

نہ پڑے تو آپ خطا پوش ہیں، ہماری خطاؤں کی گواہی نہیں دیں گے۔ ہمارے نیک اعمال کی گواہی دیں گے۔ سارے انبیاء وہ اپنی اپنی اُمّت کے گواہ ہوں گے۔ وہ اپنی شہادت دیں گے۔ وہ ان کے گناہوں کی شہادت دیں گے۔ ان کے کفر اور بغاوتوں کی گواہی دیں گے۔

اور یہ ساری دُعائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیوں مانگیں؛ کہ آپ کی عزت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ ہمیں بغیر ہادی کے نہ چھوڑیں۔ ہمیں ایک موقع ضرور دیں، بغیر علم اور بغیر حکمت کے نہ چھوڑیں۔ ہمارے قلوب کو واصل باللہ کر دیں۔

اس دعا کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ایسا رسول بھیج جس کی صفات یہ ہوں۔ ایک تو وہ مکّی ہو، مؤحد ہو، انہی میں سے ہو۔ جس شہر کو میں آباد کر رہا ہوں۔ دوسرا یہ کہ میری اولاد میں سے ہو۔ یعنی ابراہیمی ہو اور منعم ہو۔ یعنی مکّی مدنی، ابراہیمی، ہاشمی مطلبی ہو۔ تیسری بات یہ کہ خاتم النبیین ہو۔ اس کے بعد پھر اور کوئی دین نہ ہو۔ یہی عظمتِ کعبہ ہو، امام المرسلین ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ کے انتہائی شکر گزار ہیں۔ کہ اس دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذات سے وابستہ کیا۔

اس دُعا کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ہم لوگ

Marfat.com

کہتے ہیں ناکہ سفارش، اعزار و اقربار کی سفارش جسے ہم لوگ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ انصاف و عدل تو ضروری ہے لیکن کسی کی حق تلفی نہ کر رہے ہوں۔ تو پھر قوم و قرابت داری کی خیر خواہی، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں سے نبی مانگا۔ قوم و قرابت دار کی خیر خواہی سُنّتِ انبیار ہے۔

دین کی اتباع مکمل نہیں ہوتی۔ جب تک ہم اپنے اعزاء و اقرباء کا خیال نہ رکھیں، اُن کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

پارہ الٓمٓ سورۂ بقرہ
آیات نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ
سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا ۚ
وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۞
اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ
الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ بَنِيۡهِ وَ
يَعۡقُوۡبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَـكُمُ
الدِّيۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۞ ؕ
اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ
اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا

Marfat.com

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

ترجمہ : اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے اور بے شک ضرور ہم نے دُنیا میں اُسے چُن لیا اور بے شک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لئے جو رب ہے سارے جہان کا اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چُن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جب کہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پُوجیں گے اُسے جو خدا ہے آپ کا اور

آپ کے آبا، ابراہیمؑ و اسماعیل و اسحق کا ،
ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے
ہیں ۔"

یہاں میں تین آیات کی تشریح بیان کروں گا۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ دینِ ابراہیمی اسلام ہے۔ یہ دین جو تمہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں۔ یہ دین، دینِ فطرت ہے، اس کی برہان، اس کی حقانیت، اور اس کی گواہی تو تمہارے سامنے واضح ہے۔ اگر تم میں ذرا بھی فہم ہو تو تم اس دین سے گریزاں نہیں ہو گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یرغب عن ملة ابرھم الا من سفه نفسه ط کون بھلا ملتِ ابراہیم سے گریزاں ہو سکتا ہے، بھاگ سکتا ہے۔ سوائے اس کے جس نے اپنی جان کو جہالت میں مبتلا کر دیا۔ سوائے اس کے جس نے بے وقوفی کم عقلی، پاگل پن، جنون میں اپنے آپ کو مبتلا کر لیا۔ کوئی بھی ذی ہوش اسلام سے، دینِ ابراہیم علیہ السلام سے گریزاں نہیں ہو سکتا۔ اتنا واضح ہے۔ یہ دینِ فطرت ہے، یہ حقیقی دین ہے، یہ توحید پر ایمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور شریعت پر

Marfat.com

ایمان ہے۔ یہ دینِ ابراہیمی ہے، اس کو ہر ذی ہوش انسان قبول کرے گا۔ ہاں اگر جہالت کا پردہ پڑ گیا ہے: صم بکم عمی فھو لا یرجعون والا مسئلہ ہو گیا۔ تو پھر اور بات ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ اللہ تعالیٰ بیان کر رہا ہے، ان کی عظمت بیان کر رہا ہے کہ ان کو یہ رُتبہ کیسے ملا؟ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے سے۔ جن کو تم اپنا بزرگ مانتے ہو ان کا کیا روّیہ تھا؟ تم سے کہا کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں تو تم ان پر ایمان لاؤ۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں وصیت کی تھی۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمہیں وصیت کی تھی۔ تم انکار کرتے ہو لیکن تم جن کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہو۔ ان کا کیا کردار تھا؟

ان کا کردار تو یہ تھا: اذ قال ربہ اسلم.... العلمین

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب نے ان سے کہا کہ میرے سامنے سرِتسلیم خم کر دو تو انہوں نے رب کے سامنے، جو رب العلمین ہے اپنا سر جھکا دیا۔ ان سے کہا کہ بیٹے کی قربانی کر دو۔ تو تیار ہو گئے۔ ان سے کہا کہ بیوی بچے کو بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑ آؤ، تو چھوڑ دیا۔ ان سے کہا کہ آپ مدائن چھوڑ دیں تو آپ

Marfat.com

نے چھوڑ دیا۔ ان سے کہا کہ تم کنعان چلے جاؤ تو چلے گئے ۔ ان سے کہا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرو، تعمیر کر دیا۔ جو بھی صعوبتیں مشکلیں اور آزمائشیں تھیں سب میں وہ پورے اُترے ۔ اُن سے کہا کہ اپنے رب کے دین کی تبلیغ کرو، تو نمرودی دور میں انہوں نے دین کی تبلیغ کی ۔ اور جب آگ میں ڈالے گئے تو کسی کی مدد نہیں مانگی ۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ۔ تو ان کا تو یہ کردار تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ انہیں ان کی وصیت یاد دلا رہا ہے ۔ انہوں نے آپ کو کیا حکم دیا تھا ؛ وصیت کسے کہتے ہیں ؛ کوئی تاکیدی حکم اور یہ عموماً اس وقت کیا جاتا ہے جب انسان انتہائی ذمہ دار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچنے والا ہوتا ہے ۔ اسے پتہ ہوتا ہے کہ اس وقت اس نے اگر کوئی غلط کام کیا تو کوئی بچنے کی صورت نہیں ہے ۔ تو وصیت جو انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقوے کے ساتھ کی جاتی ہے ۔ یاد رکھیں کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث مال نہیں ہے ۔ ان کی میراث شریعت ہے ، علم ہے ، دین ہے ، روحانیت ہے ۔ یہی میراث وہ اپنی اولاد کو اور اپنی اُمت کو دے کر جاتے ہیں ۔

ہم میں اور اہلِ تشیع میں کیا فرق ہے؟ ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو مانتے ہیں کہ میرا علم میری میراث ہے۔ میرا مال صدقے کے لئے ہے۔ اور اہلِ تشیع کہتے ہیں کہ وہ انتقال کے وقت آخری وقت تک مال کے متعلق فکر مند تھے۔ اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہتے تھے کہ اس کا خیال رکھنا۔ ثابت یہ کرنا چاہتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جو درجات میں اور علم میں اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت نیچے ہیں۔ وہ تو اپنی اولاد کو جو وصیت کرتے ہیں یہ کرتے ہیں کہ تم دین پر قائم رہنا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ تھی کہ مال جو ہیں صدقات ہیں۔ اور میری میراث علم ہے۔ ان پر تہمت لگاتے ہیں۔ صرف یہ ثابت کرنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے وارث ہیں، ان کے مال کے، ان کی حکومت کے اور ان کی خلافت کے۔

اسی آیت سے کہ انبیاء کی وصیت دین کے متعلق ہوتی ہے، توحید کے متعلق ہوتی ہے، علم کے متعلق ہوتی ہے۔ اس کے متعلق آپ کو عرض کروں گا۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ۱۳۲ اور ۱۳۳، ان کا تعلق پچھلی آیات سے ہے۔ پچھلی

Marfat.com

آیت میں اس کا ذکر تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، کامل ایمان ہے۔ اب اس آیت میں آیا ہے کہ وہ کامل گر بھی تھے۔ کہ وہ اپنی اولاد کو اور اُمت کو توحید اور اسلام پر قائم رکھنے کی وصیت کر رہے ہیں اور اس کی تربیت کر رہے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس ابتلا میں ڈالے گئے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائشیں کیں اور وہ پورے اُترے۔ تو اس سے یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ دین تو پیغمبروں کے لئے ہے، وہی اس پر پورے اُتر سکتے ہیں۔ ہم کیسے اس پر پورا اُترتے۔ تو اس کی تردید اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ کہ نہیں، یہ دین تو دینِ فطرت ہے۔ یہ سب کے لئے ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت اپنی اولاد کے لئے ہے۔ جن میں بہت سارے نبی بھی نہیں ہیں متقی مسلمان ہیں۔ تمام متقی مسلمانوں کے لئے وہ وصیت ہے، صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی ساری اولاد بھی۔ ابھی میں آپ کو بتاؤں گا کہ ان کی کون کون سی اولاد نبی تھی۔ یا حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے کون کون سے نبی تھے، کون نہیں تھے۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یہ تمام متقیوں اور مسلمین

Marfat.com

کے لئے ہے ۔ یہ دینِ فطرت ہے اور دین پر ہر کوئی شخص چل سکتا ہے ۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ "اس دین سے انحراف کون کرسکتا ہے وہی جو بے عقل ہو، مجنون ہو ، جس نے جہالت کو اپنے دل میں بسالیا ہو ۔"

اب یہ کہا جا رہا ہے کہ اس دین کی تو وصیت بھی کی گئی ۔ اس دین کے لئے تاکیدی حکم بھی دیا انہوں نے جن کو تم اپنا پیشوا سمجھتے ہو ۔ اور جن پر تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ تم ان کی اولاد ہو ۔ تو اللہ تعالیٰ وہ یاد دلاتا ہے : ووصیٰ بھا..... یعقوب ط بنی جمع ہے ابن کی ۔ بنی کے معنی بیٹا، بنو معنی بیٹے ۔ جیسے کہتے ہیں بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، تو بنی نوع انسان ۔

ووصیٰ یعنی بہت زیادہ تاکید کی، بہت رعب دے کر کہا وصیٰ بھا کا مطلب ٹوٹنا اور قصر کا مطلب توڑ دینا، یعنی تدبیر سے تم اس کو توڑ ڈالو ۔ اگر آپ پھینک کے ماریں گے تو وہ ہو جائے گا قصر ۔

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے لفظ "وصیٰ" استعمال کیا ہے ۔ وصیت کرنا، تاکیدی حکم دینا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو بہت سختی سے یہ کہا تھا کہ بنیہ ویعقوب یعنی حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد سے کہا اور یعقوب علیہ السلام نے بھی۔ وہ نیک کام جو تبلیغ کا تھا، دینِ اسلام کی طرف، دینِ فطرت کی طرف بُلانے کا۔ جو ابراہیم علیہ السلام نے کیا، اسی کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے دہرایا۔

لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ نے کیوں نازل فرمائی؟ اس لئے کہ یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ ہمیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت یاد ہے کہ تم دین پر قائم رہو اور یہودی بنے رہو۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ تو وہی وصیت ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت لوطؑ علیہ السلام کے نواسے حضرت یعقوب علیہ السلام۔ تو ان کی وصیت تو وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔

انہوں نے کیا وصیت کی کہ توحید کو قائم رکھنا، ملّت ابراہیم کو قائم رکھنا۔ دینِ حنیف پر قائم رہنا۔ یہ تو نہیں کہا کہ اس دین پر قائم رہنا جس میں تحریف ہوگئی ہے۔ یہ جو تم کہتے ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ تمہاری تحریف ہے۔ تم نے توریت میں یہ تبدیلی کر دی ہے۔ دراصل یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

نے کی تھی اور یعقوب علیہ السلام نے کی تھی۔ اپنے اپنے وقتوں میں۔

ووصیٰ بہا ابراھیم بنیہ ط حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وصیت کی اپنے بیٹوں کو اور اسی طرح سے بنی یعقوب کو کیا وصیت کی؛ یا بنی ان اللہ اصطفیٰ ط اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے پسند کیا ہے، کیا پسند کیا ہے؟ الدین تمہارے لئے دین پسند کیا ہے۔ دینِ ابراہیمی پسند کیا ہے، جس دین پر میں قائم ہوں توحید پر۔ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے لئے جس کی میں نے دعا کی ہے، اسی دین کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے اور کوئی دین نہیں ہے۔ نہ یہودی، نہ نصاریٰ، دینِ ابراہیمی تمہارے لئے پسند کیا ہے۔

اور دینِ ابراہیمی کی جو بات لے کر آئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں، تو ان کی بات مانو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوخ ہوگئی ہے تو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مانو۔ اور نبیٔ آخرالزماں جب دنیا میں تشریف لائیں تو ان کی شریعت مانو۔ اور توحید پر قائم رہو ہر حال میں، چاہے تم

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر رہے ہو ان کے دور میں۔ اور چاہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر رہے ہو اور چاہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ السلام کی شریعت پر رہے ہو۔ توحید جو ہے ایک مشترکہ قدر ہے دین کی، ایک مشترکہ ضرورت ہے دین کی، مشترکہ ایمان ہے۔

یا بنی ان اللہ اصطفیٰ لکم ٭ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پسند کیا ہے لکم دینکم ولی دین٭ تو اے میرے بیٹو! تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے، کیا؛ الدین وہ خاص دین جو مجھے عطا ہوا، دینِ ابراہیمی فلا تموتن الا...... مسلمون ٭ اے میرے بیٹو! یہ دین تمہارے لئے پسند کیا گیا ہے، لہٰذا تم اس وقت تک نہ مرنا جب تک کہ تم مسلمان نہ ہو جاؤ۔ مغفرت تو ٹل سکتی نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ موت تمہاری ٹلتی رہے گی، جب تک تم مسلمان نہیں ہو گے۔ نہیں، موت برحق ہے کسی وقت بھی آسکتی ہے۔ ہر وقت اس کے لئے تیار رہنا۔

اور جانتے ہو موت کی تیاری کیا ہے؛ دینِ اسلام پر قائم رہنا، اس دین پر قائم رہنا جس میں سرخم ہو ربِ کریم کی بارگاہ عالی میں۔ تو ہر وقت اس تیاری میں رہو دین پر استقامت

کے ساتھ۔ دین میں استقامت کرو اور دینِ ابراہیمی پر، مِلّت ابراہیمی پر، اور ہرگز نہ مرنا، اس کا مطلب ہے جینا تو مسلمان ہو کر جینا اسی طرح مسلمان ہو کر مرنا۔

پھر اگلی آیت میں کیا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ووصی بہا ابراھم بنیہ و یعقوب یٰبنی ..... مسلمون ۝ ام کنتم شھداء کیا تم اس بات کے گواہ تھے: یہ سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ۔ تم جو اپنی طرف سے کہہ رہے ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تو یہ وصیت کی تھی کہ تم ہمارے دین پر قائم رہنا، اور یہود بنے رہنا۔ اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو ایمان نہ لانا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

تو تمہیں اپنے دین پر جس میں تم تحریف کرتے ہو اس پر قائم رہنے کے لئے کہتے ہو، یہ تہمت ڈالتے ہو میرے نبی یعقوب پر۔ کیا تم اس وقت موجود تھے؛ ام کنتم شھداء ۝ شہداء شاھد کی جمع ہے، شہدا، یعنی گواہی دینے والے اذ حضر یعقوب الموت ۝ یعنی حاضر ہوئی یعقوب کی بارگاہ میں الموت، یعنی یعقوب کے پاس موت حاضر ہوئی۔ یعنی جب ان کا وصال ہونے لگا، تو جب انہوں نے وصیت کی، تو کیا تم اس وقت موجود تھے؛ اور اگر تم موجود نہ تھے تو تم یہ غلط بیانی کیوں کر رہے

Marfat.com

ہو؟ ام کنتم شھداء کیا تم اس بات کے گواہ تھے اذ حضر یعقوب الموت ط جب میرے پیارے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس موت آئی۔ اور اگر تم موجود تھے تو تمہیں پتہ ہو گا کہ انہوں نے کیا کہا۔ کیا کہا انہوں نے؟

اذ قال لبنیہ..... ط انہوں نے کہا اپنے بیٹوں کو: ما تعبدون من بعدی ہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے، انہوں نے کیا جواب دیا: قالوا نعبد الٰھک الٰہ اٰبائک ابرھم واسمٰعیل واسحٰق الٰھا واحدا ہ انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے رب کی، آپ کے اللہ کی، جس کو آپ اپنا رب اللہ مانتے ہیں۔ ہم اس کی عبادت کریں گے اور یہ وہی رب ہے جو ہمارے بزرگوں کے رب تھے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ہ

پارہ الٓمٓ سورۃ بقرہ

آیات نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ
الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ
بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ
اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ
وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ
خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ
وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا
كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ
اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

Marfat.com

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ : بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جب کہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے۔ بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آبا، ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔ یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہو گی اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں، جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ

Marfat.com

تھے یُوں کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس
پر جو ہماری طرف اُترا اور جو اُتارا گیا ابراہیم و
اسماعیل و اسحٰق و لیعقوب اوران کی اولاد پر
اور جو عطا کئے گئے موسیٰ اور عیسیٰ اور جو عطا کئے
گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان
میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم
اللہ کے حضور گردن رکھتے ہیں ۔

میں نے ۱۳۲ سے لے کر ۱۳۶ آیت تک تلاوت کی ہے
اس کی پہلی آیت ۱۳۲، جیسا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ یہودی اور نصاریٰ
کہتے تھے کہ ہمیں تو حضرت لیعقوب علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ
السلام نے بتایا کہ اپنے دین پر قائم رہو۔ اور کسی اور کے سامنے کسی
اور پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ توریت کو پکڑو انجیل
کو پکڑو۔
تو اللہ تعالیٰ انہیں یاد دلاتا ہے کہ تم جس نصیحت کا اور
جس وصیت کا ذکر کر رہے ہو یہ وہ نصیحت تو نہیں ہے جو
انہوں نے کی تھی۔ تم نے تو اس میں تحریف کر دی۔ انہوں نے
نصیحت تو یہ کی تھی کہ توحید پر قائم رہنا، ایمان پر قائم رہنا اور

Marfat.com

کسی نبی میں فرق نہ کرنا اور توریت اور انجیل پر عمل کرنا، اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو ان پر ایمان لانا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ام کنتم شھدآء ...... موت ہ کیا تم حاضر تھے اس وقت جب یعقوب کے پاس موت پہنچی، یعنی جب ان کے وصال کا وقت آیا۔ جب انہوں نے وصیت کی، تو کیا تم وہاں حاضر تھے۔ اگر حاضر تھے تو تمہیں وہ یاد آنی چاہیئے وصیت میں کیا کہا تھا۔ اذ قال لبنیہ ہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے جو بارہ تھے، ان میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی تھے۔ جو کہا تھا وہ ثابت ہے کلام پاک سے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا: ما تعبدون من بعدی ہ تم میرے بعد کس کی اطاعت کرو گے؛ قالوا ان لوگوں نے کہا: نعبد الٰھک .... اللہ واحد۔ انہوں نے اقرار کیا کہ ہم عبادت کریں گے آپ کے رب کی اور اپنے آباؤ اجداد کے رب کی۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام ہیں۔

اور رب کون ہے؛ اللہ واحد ہ وہ ایک ہی رب ہے یعنی انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم اس ایک ہی رب کی خدائے واحد کی عبادت کریں گے، توحید پر ایمان قائم رکھیں گے۔ اور

Marfat.com

اُسی کی عبادت کریں گے۔ اُسی پر ایمان لائیں گے ونحن لہ مسلمون ہ اور اُسی کے سامنے سرِتسلیم خم کریں گے، اسی کے حکم کو مانیں گے۔ اگر وہ کہے گا کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرو، اب تم ایمان ضرور رکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں پر، لیکن اب تمہاری شریعت توریت میں ہے، جس میں میں نے دینِ ابراہیمی کو مجتمع کر دیا ہے۔ جب انجیل آئے گی تو نحن لہ مسلمون ؕ تقاضہ یہ ہوگا کہ ہم اس پر ایمان لائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرنا شروع کر دیں گے۔

یہ اس لئے انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک نبی ہوں گے، جن کا نام احمد ہوگا اور جن کی نشانیاں انہوں نے بیان کیں۔ تو جب وہ شریعت لائیں گے، تو ان کے سامنے ان پر ایمان لائیں گے۔ ان کی شریعت پر عمل کرنا شروع کریں گے۔

تو دو چیزیں ہیں کہ توحید پر قائم رہنا، ایمان اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کر دینا۔ وہ جو شریعت جس وقت بھی نازل کرے، اور جس نبی کریم کی شریعت کو اس وقت نافذ کرے اسی پر عمل کرنا۔ اپنے نفس کی اتباع نہیں کرنی بلکہ

Marfat.com

اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔

اب اللہ تعالیٰ ذکر کرتا ہے اپنے ان محبوبین کا اگلی آیت میں کہ: تلك امة قد خلت ۚ قد معنی خالی کر دینا، چلا جانا: لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ..... تعملون ۚ وہ تو ایک اُمت تھی جو چلی گئی، وہ تو بزرگوں کی متقی و پرہیزگاروں کی جماعت تھی۔ آلِ ابراہیم اور آلِ یعقوب کی جو چلی گئی۔ وہ ایمان پر قائم رہے۔ انہوں نے اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، ان انبیاء کی اولاد جس میں سے کچھ انبیاء ہوئے اور کچھ اولیاء ہوئے۔ وہ تو نیکی کا کام کر کے چلے گئے۔ ان کے اعمال تمہارے کام نہیں آئیں گے۔

اب میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا ہے، اب ان کے حکم کے مطابق، ان کی شریعت کے مطابق اعمال کرو گے، تو وہ اعمال تمہارے کام آئیں گے، ان کے بزرگوں کی عبادات تمہارے کام نہیں آئیں گی۔ ان کی دعائیں تمہارے کام آسکتی ہیں بشرطیکہ ان کی وصیت پر تم عمل کرو۔

تو اللہ تعالیٰ یہ ہدایت دیتا ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ "اُن سے یہ کہہ دو، کہ تم یہ کہتے ہو کہ میرے دین پر قائم رہنا، میرا یہودی ہونا، میرا نصاریٰ ہونا اور بنی اسرائیل ہونا، یہ

Marfat.com

میرے لئے باعثِ نجات ہے، تو یہ بات غلط ہے۔"

تلك امة ۃ تو وہ ایک اُمّت تھی۔ جو چلی گئی اُمّت تو نبی کی ہوتی ہے۔ تو اس میں دو انبیاء تھے جن کی اُمتیں تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم، اور حضرت یعقوب علیہ السلام بنی اسرائیل۔ بقیہ جو انبیاء ہیں اُن کی اُمتیں نہیں تھیں۔ لیکن جہاں ان تمام انبیاء اور اولیاء اللہ اور مومنین اور متقین کو بحیثیت ایک گروہ کے، اُمّت کے یاد کیا ہے، جو ایمان پر، تقوے اور اعمال صالح پر قائم تھے۔

لھا ما کسبت ۃ "لھا" عربی میں جمع مونث ہو جاتا ہے، تو اور مونث واحد بھی ہو اس کے لئے لھا ہوتا ہے۔ اور جمع کے لئے بھی۔ اور یہاں اُمّت کے لئے، ان لوگوں کے لئے، اس گروہ کے لئے لھا استعمال ہوتا ہے لھا ما کسبت یعنی جو کچھ انہوں نے کمایا، جو اعمال کئے ولکم ما کسبتم اور تمہارے لئے وہ کچھ ہے جو تم کماتے ہو اور کماؤ گے ولا تسئلون عما کانوا یعملون ۃ ان لوگوں نے جو کچھ کیا، ان کی تم سے جواب دہی نہیں ہوگی۔ جس طرح سے ان کے اعمال کی جزا تمہیں نہیں ملے گی اسی طرح سے ان کے اعمال کی جواب دہی بھی تمہیں نہیں دینی پڑے گی۔ یہ الگ الگ خانے ہیں۔ ہر

Marfat.com

ایک کے اعمال اور ہر ایک کی جزا اور سزا اس کے ساتھ ہے۔

اب جو تم اس دور میں ہو جب کہ بعثتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئی ہے اور اللہ کا حکم آ گیا ہے کہ یہ میرے رسُول ہیں ان پر ایمان لاؤ۔ اور یہ حکم اس حکم کے مطابق ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمہیں دیا تھا۔

تو اس آیت کا تعلق یہ ہے پچھلی آیت سے کہ پہلے تو ان کی عظمتیں کیں حضرت ابراہیم اور آلِ ابراہیم علیہ السلام کی پھر انہوں نے جو پیغام دیا تھا دینِ ابراہیمی کے متعلق، جو اُن کو وصیت کی تھی وہ یاد دلائی اور اس کے بعد کہا کہ تمہیں اپنے باپ دادا کے اعمال کا، اپنے حسب نسب کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ دُنیا تو دار العمل ہے۔ جو کچھ یہاں کرو گے، اس کی جزا تمہیں ملے گی۔ اور تمہیں نہ ان کے اعمال کی جزا ملے گی، نہ ان کے اعمال کی سزا ملے گی۔ اب تمہیں موقع ہے، اب میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے ہیں، تمہارے باپ دادا نے جو کُفر کیا ہے، تو اس کی جواب دہی تم سے نہیں ہو گی۔

تمہارا وہ دور کُفر و شرک بھی معاف ہو جائے گا، جو تم نے اب تک کیا ہے۔ اگر تم ایمان لاؤ گے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

پر، ایمان کے ساتھ گزشتہ اعمال کی معافی ہے۔ اورعینِ دینِ الٰہی بھی یہی ہے کہ سارے انبیاء کا ایک مقام ہے، سب انبیاء کی نبوّت پر ایمان لانا ہے۔ بحیثیت نبی کے ہر ایک کی بزرگی کو ماننا ہے۔ تفریق نہیں کرنا ہے، اپنے حسب نسب کے حساب سے۔ یعنی یہ بنی اسرائیل ہیں تو یہ ہمارے نبی ہیں۔ اور یہ بنی اسماعیل ہیں یہ ہمارے نبی نہیں ہو سکتے، اس کی گنجائش نہیں ہے۔ تو اب اللہ تعالیٰ نے یہ تفریق مٹا دی۔ پہلے ان کی وصیت یاد دلائی ان کی عظمت یاد دلائی اور اب کہا کہ تم اس وصیت پر عمل کرو گے تو اس کی جزا ملے گی۔ اس گروہ نے یعنے آلِ ابراہیم نے اور انبیاء اولیاء، متقین و مومنین نے جو کر لیا اُس کی جزا اُن کو ملے گی۔

پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وقالوا کونوا هودا... مشرکین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دینِ ابراہیمی میں اور تم میں کیا فرق ہے۔ وہ مومنین اور تم مشرکین، یہ لوگ کہتے ہیں یہود و نصاریٰ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے جواب دیا یہود و نصاریٰ کا۔ وہ کہتے تھے یہودی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل ترین نبی ہیں۔ لہٰذا یہودی بن جاؤ اور توریت کو مانو۔ توریت جس شکل میں وہ پیش کرتے تھے، نصاریٰ

Marfat.com

کہتے تھے نجران والے اہلِ مدینہ اور مسلمانوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب سے افضل ترین ہیں، اللہ کے بیٹے ہیں۔ تو ان کا حکم مانو اور انجیل کو مانو، ان کو خدا کا بیٹا مانو، پھر تم راہِ نجات پا جاؤ گے۔ یہ کیا تم اسلام کے چکر میں پڑ گئے ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک ۝

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ یہودی اور نصاریٰ کیا کہتے ہیں۔ وقالوا کونوا ھودًا اونصٰری ۝ یہ کہتے ہیں تم یہودی یا نصرانی بن جاؤ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجیے: قل بل ملۃ ابراھم حنیفًا ۝ حنیف کہتے ہیں جو اچھائی کی طرف سے سیدھا جاتا ہو، خیر کی طرف جاتا ہو، استقامت کے ساتھ، اس کی منزل خیر ہو، بھلائی ہو، نیکی ہو۔ نیکی کی طرف جو ثابت قدم ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں حنیف۔ اور مسلک حنفیہ کیا ہے؟ وہ مسلک جس پر چل کر خیر ملے۔

ملتِ ابراہیمی کیا ہے؟ کہاں لے جاتی ہے؟ خیر کی طرف، تو: قل بل ملۃ ابراھم حنیفا ۝ نہ یہودیت کے ذریعے، نہ نصرانیت کے ذریعے، خیر ہے یہ ہدایت ہے بلکہ دینِ حق ملتِ ابراہیم ہے۔ جو یکسوئی کے ساتھ، استقامت

کے ساتھ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف لے جاتا ہے۔ جس کی اساس توحید ہے، رضا و تسلیم ہے۔ جس کی اطاعت، اطاعتِ الٰہی و اطاعتِ رسول ہے۔ جس کی اساس تقویٰ و عمل صالح ہے اور یہی دینِ ابراہیمی اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف یکسوئی کے ساتھ سیدھا لے جاتا ہے۔ وما کان من المشرکین ہ اس لئے کیونکہ دینِ ابراہیم ملتِ حنیف ہے؛ اس لئے کہ وہ مشرک نہیں تھے۔

تمہارا دین تو سچا تھا، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں دیا تھا تم نے اس میں تحریف کی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ اور جو تمہیں نشانیاں دی تھیں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ دنیاوی فوائد کے لئے تم نے اس میں بھی تحریف کرلی۔

تو اے اہلِ نصاریٰ! میرے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو کتاب تمہیں دی تھی، وہ سچی تھی۔ تم نے ان کو خدا کا بیٹا بنایا، اور تم نے اس میں تحریف کی اور تمہارے علماء نے اللہ تعالیٰ کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے اور لوگوں کو جنّت کی سندیں دینی شروع کردیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان کے اعمال کیا ہیں؛ ملتِ ابراہیمی، دینِ حنیف تو یہ تھا کہ توحید پر

قائم رہو۔ اعمالِ صالح پر قائم رہو اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا وسزا ہوگی کسی اور کے اعمال کی نہیں ہوگی۔

نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہیں بخشوائیں گے، تمہارے گناہوں کے باوجود، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بخشوائیں گے۔ تمہارے گناہوں اور شرک کے باوجود۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین کیوں دین حنیف ہے؟ وہ اس لئے کہ: وما کان من المشرکین ۞ وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے یہود و نصاریٰ کا جواب دیا گیا، اب ان کے صحابہ کرام کو سکھایا جارہا ہے۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ قرآن پاک کو کیوں برہان کہتے ہیں۔ یہ ایک دلیل ہے کفر وشرک کے خلاف، گمراہی کے خلاف، جو وہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کمزوریاں بیان کرتا ہے۔ ثبوت بیان کرتا ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا ہے۔ پھر عامۃ المسلمین کو سکھاتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو سکھاتا ہے۔ کہ تم اُمت کے امام ہوگے۔ تمہیں لوگوں کے لئے مشعلِ راہ بننا ہوگا۔ تم اور تمہاری اولاد اور تمہارے وہ بندے جو میرے قریب ہوں گے۔ یعنی اولیاء اللہ، وہ لوگوں کو سیدھی راہ دکھائیں گے۔ لہٰذا تمہیں یہ علم آنا چاہیئے کہ کس طرح سے تم کفر

Marfat.com

اور شرک کو باطل ثابت کروگے۔

پہلے تو کہا تھا: قل بل ملة ابراھیم ہ واحد کا صیغہ تھا۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہے اللہ تعالی نے۔ اب اگلی آیت ۱۳۶ میں اللہ تعالی فرماتا ہے: قولوا اٰمنا باللہ .... مسلمون ۃ اے میرے نبی کریم کے صحابہ کرام، ان کے ساتھیو! جب یہود و نصاریٰ اپنی برتری کا ذکر کریں، اپنے شرک اور گناہوں پر تکبّر کریں۔ جب یہ کہہ کر اپنی طرف بلائیں کہ ہدایت تو یہود و نصاری بننے ہی میں ہے۔ ایک کہے کہ یہودی بن جاؤ، دوسرا کہے کہ نصرانی بن جاؤ، تو تم ان سے کیا کہوگے؟ تم کہو گے: قولوا اٰمنا باللہ، ہم تو اللہ تعالی پر ایمان لائے ہیں اِس اللہ واحد پر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام ایمان لائے تھے۔ جس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام ایمان لائے تھے، جس پر حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ایمان لائے تھے۔ ہم اسی اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں جس نے کلام پاک کی صورت میں اُن پر نازل فرمایا: وما انزل الینا ۃ اور جو کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے نازل کئے، ہم اس کی بھی حقانیت کو مانتے ہیں: واسمٰعیل واسحٰق ۃ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر صحیفے نازل کئے گئے، جو حضرت اسحاق علیہ السلام و

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام پر نازل کئے گئے : والاثبات ط

اثبات کہتے ہیں اولاد کو اور یہ جمع ہے ثبت کی ۔ ثبت کہتے ہیں شاخوں والی، جڑوں والے درخت کو ۔ جس طرح ایک درخت کی شاخیں ہیں، اسی طرح سے انسان کے قبیلے ہوتے ہیں ۔ آل و اولاد ہوتی ہیں ۔

اسی لئے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہا کو کہتے ہیں سبطین ۔ اس لئے کہ وہ حسنی و حسینی سیدوں کے سردار ہیں۔ سب ان کی اولاد ہیں ۔ سبطین کیوں کہتے ہیں؟ یہ سبط کی جمع ہے ۔ یہ وہ درخت ہے جس کی شاخیں تمام حسنی و حسینی سیدوں تک پھیلی ہوئی ہیں ۔

تو ہم حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد و قبیلہ پر بھی ایمان لاتے ہیں : وما اوتی موسیٰ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا، توریت، یعنی جو شریعت ان کو ملی و عیسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ملی : وما اوتی النبیون من ربھم ط اور رب کی طرف سے اور بھی نبیوں کو جو کچھ ملا، تو ملتِ ابراہیمی جو ہے اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کا بنیادی ایمان اللہ تعالیٰ پر ہے اور چونکہ ایمان کا مرکزی خیال توحید ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

جتنے نبی بھی بھیجے ہیں اور جتنے صحیفے اور کتابیں بھیجی ہیں اور جتنی شریعتیں بھیجی ہیں، ان سب کے حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے دائرۂ اختیار میں ہے کہ وہ ہر زمانے کی ضروریات کے حساب سے شریعتیں بدلتا رہتا ہے۔

چونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبیٔ آخر الزماں ہیں اس لئے اب ہم ان کی شریعت کو حاوی و جاری شریعت مانتے ہیں۔ اور مستقل مانتے ہیں، اس لئے کہ ان کے بعد کوئی شریعت لانے والا نہیں ہے۔ ہم تمہاری طرح سے نہیں ہیں کہ ہم نسبی و حسبی بحث میں پڑیں اور کہیں یہ تو ہیں بنی اسرائیل، لہٰذا یہ غیر نبی ہیں، یہ بنی اسماعیل ہیں، یہ میرے نبی ہیں۔ یہ نہیں کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مان رہے ہیں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو نہیں مانتے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام والے جو ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو نہیں مانتے۔

تو ہمارے لئے حکم رب کریم کا ہے، اللہ واحد کا ہے اور اس نے جتنی شریعتیں بھیجی ہیں، جتنی کتابیں بھیجی ہیں، جتنے صحیفے بھیجے ہیں، اور جتنے نبی بھیجے ہیں ہم سب پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم نسل اور حسب نسب کے حساب سے تفریق نہیں کرتے۔ ہمارے لئے تو یہی کافی ہے کہ رب نے انہیں بھیجا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ

کو واحد اس لئے نہیں جانا کہ ہمیں کسی نبی نے بتایا۔ نبی تو آتے رہتے ہیں اور ان میں کچھ عارضی نبی ہوتے ہیں، کسی کی مستقل شریعت ہوتی ہے۔ ہم نے رب کو جانا اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ایک ہی اللہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک ہمیں جو پیغام ملا وہ تخلیقِ بشر یعنی تخلیقِ آدم کے بعد ہی یہ مسئلہ حل ہو گیا توحید کا۔ نسل در نسل یہ پیغام ہمارے دلوں میں بٹھا دیا گیا کہ اللہ ایک ہی ہے اللہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے؛ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ؕ اور جب یہ بات ہو گئی کہ رب ایک ہی ہے، تو اس رب کے بھیجے ہوئے سارے انبیاء ہمارے لئے باعثِ تعظیم و تکریم ہیں۔ ہاں ہم چونکہ نحن لہ مسلمون ؕ

ہمارا شیوہ کیا ہے؟ یعنی اس پر کہا کہ پچھلی تمام شریعت منسوخ ہو گئی۔ اب حضرت موسیٰ کی شریعت حاوی و جاری و ساری رہے گی۔ ہم اس پہ ایمان لے آئے۔ جب اس نے کہا کہ اب موسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہو گئی تو ہم نے کہا کہ میرا رب مالک و مختار ہے، لاشریک ہے، کوئی اس کے فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت

Marfat.com

پہ ایمان لائے۔

جب ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تو وہ اللہ کے نبی آخرالزماں ہیں، پچھلی ساری کتابوں میں آیا ہے۔ اور جن کو تم فخریہ کہتے ہو ہمارے باپ دادا ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام دُعائے خلیل کا استجاب ہے۔ اللہ تعالیٰ مجیب الدعوات ہے۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا قبول فرمائی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور کہا کہ یہ شریعت ہے۔ اس شریعت میں بھی ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔ اس لئے کہ نحن له مسلمون ۞

کلام پاک میں تین طرح کی آیات اُتری ہیں۔ ایک وہ جن کی تلاوت بھی ہم پر فرض ہے۔ اور جن کی اطاعت بھی ہم پر فرض ہے، جو ہماری شریعت کا حصہ ہیں، وہ غیر منسوخ آیات ہیں۔ ایک وہ آیات ہیں جن کی تلاوت ہم پر واجب ہے کلام پاک کا حصہ ہیں لیکن ان کا حکم منسوخ ہو گیا ہے وہ تبدیل ہو چکی ہیں۔

پہلے یہ حکم تھا کہ تم مسجد میں نہ جاؤ اگر تم نشے کی حالت میں ہو۔ وہ آج بھی کلام پاک کا حصہ ہیں، تلاوت اُن کی جائز ہے۔ لیکن عمل اس پر جائز نہیں ہے، اس لئے کہ دوسری آیت

Marfat.com

نازل ہو چکی ہے کہ یہ شیطانوں کا کام ہے، تم اس سے اجتناب کرو اور رب جب کہہ دے کہ اجتناب کرو تو یہ حکم قطعی ہے۔ پھر مدینہ منورہ میں مٹکے کے مٹکے اُلٹ جاتے ہیں۔

تو دوسری آیتیں وہ ہیں کہ جو کلام پاک کا حصہ ہیں لیکن شریعت کا حصہ نہیں۔ اور تیسری آیات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُتاریں، اُن کے حکم بھی منسوخ ہو گئے، ان کی تلاوت بھی منسوخ ہو گئی۔ تو اب وہ کلام پاک کا حصہ نہیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جس طور سے ہمیں چاہتا ہے ہم اس طور سے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ یہ ہمارا دینِ ابراہیمی ہے، یہ ملتِ ابراہیمی ہے۔ اب میں کچھ ان تین آیات کے تعلق سے جو اصول مرتب ہوتے ہیں وہ بتا دُوں۔

پہلی آیت سے پہلے جو آیت تھی اس میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو ایمان و عمل کی وصیت کی۔ اب اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے "پدرم سُلطان بُود" کافی نہیں ہے۔ خود اپنا عمل اور ایمان ضروری ہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ فرزندانِ یعقوب علیہ السلام نے تو ہر پیغمبر کی دعوت کا عہد کیا، لیکن تم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بھی فرض ہے۔ لہٰذا اب تم ان پر ایمان لاؤ۔ اب صرف بنی اسرائیل ہونا کافی نہیں ہے، عمل

Marfat.com

ضروری ہے اور عمل یہ ہے کہ اطاعتِ الٰہی کرو، اطاعتِ رسُول کرو۔ تو جیسا کہ میں نے کہا تھا آئت تو حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی تھی۔

لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے : تلك امة ۃ کہا ہے یعنی اس میں گروہ کا ذکر کیا ہے جو عالم انبیاء تھے، اولیاء اللہ تھے، متقین تھے، جو نیکی کر گئے ان میں سے کچھ اب تک زندہ ہیں۔ کچھ زمین پر ہیں، کچھ آسمان پر ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ ان کی اولاد میں "آلِ ابراہیم میں لیکن، چونکہ ابھی زندہ ہیں اس لئے ان پر شریعتِ محمدی اور کلامِ پاک لازم ہو گیا ہے۔ وہ مومن ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ اور کچھ آسمان پر ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے کہا: لہا ما کسبت و لکم ما کسبتم ۃ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کا عمل تمہیں نہیں ملے گا۔

تو اس تعلق سے کیا اصول مرتب ہوتے ہیں کہ آخرت میں صرف اپنا ہی کسب کام آئے گا۔ نہ کہ حسب نسب۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث ہے بہت مشہور۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے بنی ہاشم

کی نسل ۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ نیکیاں لائیں اور تم صرف نسب ۔ یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہوگا کہ تم سادات میں سے ہو۔ تمہارا عمل نیک ہونا چاہیئے ۔ بنی اسماعیل اور بنی ہاشم کو کہا کہ اپنے اعمال درست کرو، ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ جو تمہارے حسب نسب کے ہم پلہ نہیں ہیں، ان کے اعمال تم سے بہتر ہوں اور ان کی جزا تم سے زیادہ ہو۔"

دوسری بات اس میں یہ پتہ لگی کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کیا حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہم السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام نبیوں نے کیا۔ ہم ان کے دین پر ہیں۔ تو اس سے ایک اصول مرتب ہوا کہ اپنے سابقین اور اوّلین کے دین پر آپ قائم ہیں، تو آپ کا دین سچا ہے۔

اس اصول کے تحت جو شیعہ حضرات ہیں ان کا دین بالکل شریعت، صحابہ کرام کے مطابق سچا نہیں ہے، اس میں تحریف ہے۔ اس کے مطابق غیر مقلدین اور وہابی جن کے عقائد سابقین و اوّلین اولیاء اللہ اور بزرگان دین اور آئمہ مجتہدین کے مطابق نہیں ہیں۔ ان کے عقیدے درست نہیں ہیں۔ اس کے مطابق غلام محمد قادیانی کا ایمان کہ وہ نبی ہے یا مہدی ہے۔

وہ غلط ہے ۔ اس لئے کہ ان کے سابقین اور اوّلین میں یہ عقیدہ نہیں تھا ۔

تو ایک کسوٹی اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ۔ دین کے معاملے میں اپنے بزرگوں کے طور طریقے دیکھو ۔ جو ان طور طریقے سے انحراف کرتا ہے وہ دین سے علاوہ کرتا ہے ۔ یہ کتنا اچھا اصول ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پر تدبّر کرو ، تفکّر کرو ۔ اور آپ دیکھیں کہ ان آیات سے تدبّر و تفکّر کر کے کیسے کیسے نکتے عیاں ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے متعلق بتایا کہ ابراہیم ، اور یعقوب و اسماعیل و اسحاق علیہم السلام اور دیگر تمام نبیوں کا دین حضرت موسیٰ و عیسیٰ کو جو کچھ حاصل ہوا اس کے مطابق ہمارے اسلام کی جب بات آتی ہے اور دینِ اسلام وہی ملتِ ابراہیمی ہے ، وہی دینِ حنیف ہے جس پر یہ سب قائم تھے ۔

جب اسلام کی تفصیلات کی بات آئے گی تو یہ دیکھا جائے گا کہ تفصیلات کا جو پہلو ہے وہ سابقین و اوّلین کے خیالات اور آئمہ مجتہدین یعنی امام اعظم ، امام شافعی ، امام مالک ، امام حنبل علیہم الرحمۃ کے مطابق ہے کہ نہیں ہے ۔ نہیں ہے تو بس سمجھ لیں کہ مارے گئے ۔ اگر ہمارے عقیدے حضرت پیرانِ پیر دستگیر شاہِ بے نظیر میراں شاہ بغداد حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ،

Marfat.com

کی ’’غنیۃ الطالبین‘‘ کے دیئے ہوئے عقیدوں سے مختلف ہے۔ تو ان کی کوئی سند نہیں۔ وہ باطل ہیں۔ اگر کوئی بات اوّلین و سابقین عقائد کے ذریعے مسترد ہو جاتی ہے تو وہ باطل ہے۔ تو اب جس طریقے سے باپ دادا کے اعمال اولاد کے کام نہیں آتے، اسی طرح آباؤ اجداد کے کفر کا وبال بھی اولاد پر نہیں ہوگا۔ جو انہوں نے کمایا وہ ان کے ساتھ، جو تم نے کمایا وہ تمہارے ساتھ۔

انصاف کا تقاضہ ہے یہ۔ اور اسی لئے ایصالِ ثواب سے ثواب تو ملتا ہے لیکن فرض نہیں پورا ہوتا۔ فرض کر لیا کہ کسی کے بزرگوں میں کوئی ایسا گزرا کہ جس نے ساری زندگی نماز نہیں پڑھی۔ تو آپ نفلیں اور قضا نماز پڑھ کے ان کو بخش دیں گے، تو ان کو اس کا ثواب تو مل جائے گا لیکن فرض چھوڑنے کی جو سزا ہے وہ تخفیف نہیں ہوگی، لیکن اس کے اعمال کا پلّہ پہلے سے زیادہ بھاری ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ سمجھنے والا ہے کہ ایصالِ ثواب سے ثواب تو ملتا ہے لیکن فرض معاف نہیں ہوتے۔

تو اس آیت نمبر ۱۳۴ کی تفسیر صوفیانہ یہ ہوئی کہ نفس اور جسم خود عمل کرے۔ یہ کافی نہیں کہ آپ کی رُوح پاک ہے مسلمان گھر میں پیدا ہو گیا، نبی کی اور ولی کی اولاد ہو گیا۔ یہ کافی نہیں

Marfat.com

ہے۔ اپنے نفس اور جسم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگائیں، اعمالِ صالحہ میں لگائیں، شریعت کی پابندی میں لگائیں۔ اور رُوح کی صفائی اور طہارت پر تکبّر نہ کریں۔ اور میثاق کے دن جو ایمان لاچکے ہیں، جس دن ہم نے "قالوا بلیٰ" کہا تھا۔ وہ اس دنیا میں آکر اس پر تکبّر نہ کریں۔ بلکہ یہ دار العمل ہے، اس میں عمل کریں، اور نیکی کمائیں اور سزا و جزا کے لئے اپنی کاوش اور عمل ہی بہتر ہیں۔

جو ۱۳۵ ویں آیت کے مطابق یہود و نصاریٰ نے کہا تھا، کہ یہودی اور نصاریٰ ہو جاؤ اور ہدایت پا جاؤ، تو پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ عمل اپنا اپنا۔ اب یہ بتایا ہے کہ اپنا عمل بھی وہی قابلِ قبول ہے جو دینِ ابراہیمی کے مطابق ہو۔ یہ نہیں کہ اپنی مرضی سے جو تحریف کر لیا، جو نیک عمل کر لیا، اپنے خود ساختہ دین کے مطابق تو وہ نیک عمل شمار ہوگا، نہیں۔ کسوٹی توحید ہے، اطاعتِ الٰہی ہے۔ اور تقویٰ نحن مسلمون ۞ متقی اور اللہ واحد ۞ یہ تین بنیادی چیزیں ہیں۔ تو عمل اپنا اپنا ہے اور عمل کی کسوٹی یہ ہے کہ وہ دینِ ابراہیمی سے موافقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ دینِ ابراہیمی وہ دین ہے جو کہ انسان کو سیدھے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔

جو لوگ خود کو آلِ ابراہیم کہتے ہیں، مگر دین کو یہودیت و

Marfat.com

ونصرانیت تک محدود کر دیتے ہیں تو وہ مسلمین میں سے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ ہدایت تو دین ابراہیمی میں ہے، ان کا کہنا جھوٹ ہے کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ جاؤ گے۔ اور اگر دین میں تم بڑوں کی پیروی کرتے تو اپنے علماء کی نہ کرو، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو۔ حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی پیروی کرو جو کہ توحید پر قائم ہیں جو اللہ کی اطاعت پر قائم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اگر شریعت بدل دی، تو وہ شریعت اپنا لی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پر ایمان لانے کو کہا تو ان پر ایمان لائے۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ اس کی شان نزول یہ تھی کہ یہود کے سرداروں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام افضل ترین ہیں۔ اور توریت بہترین کتاب ہے۔

جب نجرانی عیسائیوں نے انجیل کی فضیلت پر مسلمانوں کو دعوت دی تو اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مختصراً یہ بتا رہا ہے کہ تمہارے دین میں تو شرک کی آمیزش ہے۔ تمہاری ملت تو دین ابراہیمی ہے نہ دین حنیف ہے۔ تمہارے دین میں شرک کی آمیزش ہے۔ دین ابراہیمی پاک صاف ہے۔ ہم تو اسی

Marfat.com

کی پیروی کرتے ہیں جو پاک صاف دین ہو، شرک والے دین کی ہم تائید نہیں کریں گے۔

جیسا کہ میں نے بتایا کہ دین کی کسوٹی کیا ہے؟ یہ اصول کہ دین وہی اچھا ہے جو بزرگوں کے دین کے مطابق ہو، تو اس پیمانے پر اہل سُنّت و جماعت مصدقہ دین ہے۔ اختلافِ دین مٹانے کے لئے پیغمبروں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ جب تمہیں کوئی مسئلہ پیش آئے تو تم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق رجُوع کرو۔

تیسرا یہ کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کا ذکر کیا ہے۔ اس سے کیا اصول ظاہر ہوا کہ دین کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے بانیانِ دین کی عظمت ظاہر کرنا چاہیئے۔ ہم سلسلے کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے کیا کرتے ہیں۔ ہم حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور حضرت پیرانِ دستگیر غوث پاک رضی اللہ عنہما کے گُن گاتے ہیں، اس سے ہمارے سلسلوں کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

اس کی تفسیر صوفیانہ یہ ہے کہ دنیا ایک خطرناک جنگل ہے، اصل پُونجی ایمان ہے اور اصل منزل وہ روشن شمع ہے، جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلا رکھی ہے۔ اس کو نگاہ میں

Marfat.com

رکھیں کہ اس منزل تک پہنچنا ہے۔ تو جنگل میں سب کچھ لٹ جائے لیکن ایمان نہ کٹے۔ دُنیا میں رہتے ہوئے کسی چیز کے نقصان کی پرواہ نہ کرو۔ اس لئے کہ: انا للہ و انا الیہ راجعون ۞ پڑھتے رہو ہمیشہ اپنے ایمان کی حفاظت کرو، اور اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو کہ وہ ٹھہری ہوئی ہیں اس روشن شمع پر جس کو اللہ تعالیٰ نے سراج مُنیر کہا ہے۔

مسلمانوں کو صحابہ کرام نے تعلیم دی۔ کہ پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب عطا فرمایا۔ اب مسلمانوں کے بزرگوں کو، سابقین کو، اوّلین کو، جن کے ذمّے امامت ہے، اُمّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ان کو تفصیلاً جواب سکھایا گیا ہے۔ پہلے دینِ ابراہیمی بتایا گیا کہ اس میں کیا تھا؟ توحید اور سرِ تسلیم خم کرنا یعنی توحید اور اسلام۔

اب بتایا گیا کہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ہے۔ یہ ایمان مفصل ہے اور یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ اے اہلِ یہود و نصاریٰ ہم تمہارے دین کے مُنکر نہیں ہیں۔ یعنی جو اصلی تمہارا دین ہے، نہ ہم تمہاری کتاب کے مُنکر ہیں۔ اس لئے کہ ان سب کا منبع اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ واحد ۞

ہم تو تمہاری تحریف کے مُنکر ہیں۔ ہمارا تمہارا جو جھگڑا ہے

وہ اس تحریف کا ہے جو تم نے اصلی دین میں کی ہوئی ہے۔ اور ہم نسل کی بنیاد پر نہیں بلکہ اصل کی بنیاد پر انبیاء علیہم السلام کی بنیاد پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس بات پر نہیں کہ وہ بنی اسرائیل یا بنی اسماعیل ہیں۔ اس بات پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔ تو ہماری اَساس دین کی اور ایمان کی، نسل نہیں ہے اصل ہے۔ ہم اصلی لوگ ہیں۔

اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نفسیات سے اپنے اپنے دینوں پر بُلاتے ہیں۔ ہمیں یہ کہنا ہے کہ ہمارا ایمان تو اللہ تعالیٰ پر ہے اور قرآن کریم پر ہے، جو تمام شریعتوں کا جامع ہے۔ اس میں ساری شریعتیں، یعنی دینِ ابراہیمی، دینِ موسوی اور دینِ عیسوی وغیرہ سب کو یکجا کر دیا ہے۔ اور بنی نوعِ انسان کی ضرورت کے مطابق اس کی تجدید فرما دی۔ ہم سابقہ کتب پر بھی اور سابقہ انبیاء پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہم پیغمبروں میں فرق نہیں کرتے: لا نفرق احد منہم ؕ کیوں؟ نحن لہ مسلمون ؕ ہم تو اسی اللہ واحد کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ یہ اس کا بھیجا ہوا ہمارے لئے معتبر اور مکرم ہے، ہمارے لئے معظم ہے۔ اس کے کچھ فوائد ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ رب کا ماننا کسی ایک کتاب کے ماننے پر موقوف

Marfat.com

نہیں ۔ اس لئے کہ رب تو خالق ہے، قائم بالذات ہے، لیکن کتابیں تو بدلتی رہتی ہیں ۔ جو مستقل ہے وہ عارضی کا دستِ نگر نہیں ہو سکتا۔ تو رب کو ماننا کسی ایک کتاب کو ماننے پر موقوف نہیں ہے ۔

(خطاب نامکمل ہے)

پارہ الٓمٓ سورۂ بقرہ
آیات نمبر ۱۳۵ تا ۱۳۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہ

وَقَالُوۡا کُوۡنُوۡا ھُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰی تَھۡتَدُوۡا ؕ
قُلۡ بَلۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰھٖمَ حَنِیۡفًا ؕ وَمَا کَانَ
مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ہ قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَاۤ
اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلٰۤی اِبۡرٰھٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ
وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَاۤ اُوۡتِیَ
مُوۡسٰی وَعِیۡسٰی وَمَاۤ اُوۡتِیَ النَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّھِمۡ ۚ
لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡھُمۡ ۫ وَنَحۡنُ لَہٗ
مُسۡلِمُوۡنَ ہ فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ
بِہٖ فَقَدِ اھۡتَدَوۡا ۚ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا ھُمۡ

Marfat.com

فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؕ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

ترجمہ : اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے موسیٰ اور عیسیٰ اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا ہم نے

اللہ کی رینی لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی اور ہم
اسی کو پوجتے ہیں۔

اے عزیزانِ محترم!

آج میں نے ۱۳۵ سے لے کر ۱۳۸ ویں آیت تک تلاوت کی ہے۔ اس میں سے ۱۳۵، اور ۱۳۶ کی تفصیل پہلے آپ کو بیان کر چکا ہوں لیکن مختصراً پھر عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ جو لوگ آپ سے کہتے ہیں کہ اگر تم ہدایت چاہتے ہو تو تم یہودی بن جاؤ اور نصرانی کہتے ہیں کہ نصرانی بن جاؤ۔ تو تم کہہ دو کہ ہم تو دینِ ابراہیمی پر ہیں جو سیدھا اپنی منزل کی طرف لے جائے گا۔

اور ہم اجتماعی طور پر مشرک نہیں ہیں اور تم دینِ ابراہیمی کی تفسیر اس طرح سے کرو کہ ہم تو ایمان لائے ہیں اللہ پر۔ ایمانِ مفصل بیان کرو کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اُترا اور جو کچھ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق و یعقوب علیہم السلام پر اترا: وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ ہ اور جو کچھ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو ملا اور جو کچھ دوسرے نبیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی ساری کتابوں کو سچا مانتے ہیں۔ سارے

Marfat.com

نبیوں کو سچا مانتے ہیں ہم فرق نہیں کرتے۔ لا نفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون ۰ ہم تو بس تسلیم خم کرتے والے ہیں۔ ہم کسی ایک نبی یا دوسرے نبی میں فرق نہیں کرتے۔ تمہاری طرح نہیں کرتے کہ چند نبیوں کو مان لیا، چند کو نہیں مانا۔ اور اس میں جو مسیج تھا وہ یہ تھا کہ رب کا ماننا کسی ایک کتاب کے ماننے پر موقوف نہیں ہے۔ کہ ہم نے توریت کو مان لیا اب کسی اور کتاب کو نہیں ماننا۔

بلکہ ایمان باللہ ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر ایمان کی بنیاد ہے۔ اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ساری بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان اور یہ کہ اللہ کے بھیجے ہوئے سارے پیغمبر برحق ہیں۔ اور ہم نے پیغمبر اور کتابوں کو اس لئے مانا ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان کی اللہ سے نسبت ہے۔

ہم نے رب کو اس لئے مانا کہ کسی نبی نے ہمیں بتایا۔ ہم تو رب العالمین کے بندے ہیں، موسیٰ کے رب، عیسیٰ کے رب، رب نہیں ہیں۔ جو انہوں نے بتا دیا کہ رب ہے تو بس ٹھیک ہے۔ رب ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ حی قیوم ہے۔ کتابیں بدلتی رہتی ہیں، انبیاء بدلتے رہتے ہیں۔ تو اس لئے چونکہ ہم نے رب کو مانا بغیر وسیلۂ نبی کے، اس لئے

Marfat.com

توحید ان پر بھی لازم ہے جہاں نبی نہیں پہنچے ۔ دنیا کے کچھ ایسے حصّے ضرور ہوں گے جہاں نبی نہیں پہنچ سکے ۔ یا اُن کا پیغام نہیں پہنچ سکا ۔ تو اگر اللہ پر ان کا ایمان قائم ہے ، توحید پر ایمان قائم ہے تو وہ مومن ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین ۔ اسی لئے نبوت سے بے خبر رہنے والے پر بھی ایمان باللہ فرض ہے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضور کی پہچان سارے انبیاء کی پہچان ہے ۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ، اس کی ساری کتابوں پر ایمان لانا اور اللہ کے سارے انبیاء پر بلغیر تخصیص کے ایمان لانا ہے ۔ ایمان میں پیغمبروں کو محدود نہیں کیا جا سکتا ۔ بلکہ سارے پیغمبروں کو ماننا ضروری ہوتا ہے ۔ اور پیغمبروں میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا ۔ کہ فلاں پیغمبر عارضی ہیں ۔ شریعتیں عارضی ہوتی ہیں ، یہ بدلتی رہتی ہیں ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور ان کے دین کو مکمل فرمایا جو آخری شریعت ہے ۔

تب اللہ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان اس مغالطے میں پڑ جائیں اور یہ کہنا شروع کر دیں کہ یہ یہود و نصاریٰ تو

Marfat.com

بہت قریب ہیں۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور بعض انبیاء پر بھی۔ بس تھوڑی سی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تھوڑی سی بات ہے کہ ان کی نمازیں اور ہماری نمازیں جدا ہیں اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اُن کے اعمال بہت اچھے ہیں، تو وہ ایک طرح سے مسلمان ہیں۔ یہ سراسر گمراہی کی بات ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: فلا امنوا بمثل ما امنتم..... اهتدوہ پھر اگر کوئی ایمان لایا بمثل ما امنتم جیسا کہ تم ایمان لائے ہو (یہ صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ مخاطب ہیں)۔ فقد اهتدو پھر وہ ہدایت پر ہیں۔

ایمان وہی کامل ہے جو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا ہے۔ اگر ان جیسا ایمان نہیں ہے، اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان سے فدا نہیں ہے۔ ان کی مکمل اتباع نہیں ہے۔ اور اگر اُن کی ہر سُنّت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں، اور ہر نفل کی پیروی کرنا چاہتے ہیں پھر تو ایمان مکمل ہے۔

لیکن اگر کسی اور کے نمونے پر ایمان ہے، وہ ایمان جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے کٹ کر ہے تو وہ ان جیسا ایمان نہیں ہے، ان جیسا اعتقاد نہیں ہے، ان جیسا عمل نہیں ہے۔ تو وہ ایمان نہیں ہے۔ اس سے بہت سارے مسئلوں کا حل

Marfat.com

جو آپ کے ذہنوں میں سوالات اُٹھتے ہیں، ان سب کا جواب اللہ تعالیٰ نے دے دیا۔ فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ پس جو کوئی شخص ایمان لاتا ہے جیسے تم ایمان لائے ہو فقد ھتدوا پھر وہ ہدایت پا جائیں گے: فان تولوا فانما ھم فی شقاق ؕ پھر اگر ان میں سے کوئی پھر جائے، تو بے شک وہ شقی ہیں۔

جب دراڑیں پڑ جاتی ہیں تو کیا ہو جاتا ہے؟ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے سے الگ ہو جاتا ہے۔ تو وہ الگ گروہ بن جاتا ہے۔ تم الگ گروہ ہو۔ تم مومنین ہو، وہ مشرک و کافر ہیں۔ تو اس طور طریقے سے انحراف کیا، جس طور طریقے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ان جیسا ایمان و عمل اور فکر اور ذکر نہیں ہے تو وہ ایمان نہیں ہے۔ وہ تو ایمان کی ضد ہے۔ فان اٰمنوا بمثل .... العلیم ؕ اب یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہیں کہ اگر یہ تم پر ایمان لائیں تو ان سے الگ ہو جاؤ، اس سے مختلف ہو جائیں، تمہیں کیا فرق پڑتا ہے، تمہارے لئے تو اللہ تعالیٰ کافی ہے، تمہاری ساری کامیابی اور مکمل فتح میں تمہیں دوں گا۔ میں تمہارے لئے کافی ہوں۔

اس سے کیا پتہ لگا؟ اس سے معلوم یہ ہوا کہ مومنین

کی کامیابی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہے۔
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فتح و نصرت عطا فرماتا ہے۔ اس سے اُن کی اُمت مستفیض ہوتی ہے وھو السمیع العلیم وہ سُنتا ہے اور جانتا بھی ہے۔ ان کی باتیں بھی سُن رہا ہے اور ان کے عمل کو بھی دیکھ رہا ہے۔ ان کے دلوں کو بھی دیکھ رہا ہے۔ ان کے عقائد کو بھی دیکھ رہا ہے۔

اس آیت کا ترجمہ جو میں نے آپ کو سُنایا ہے، اس کا تعلق پچھلی آیت سے ہے۔ دینِ ابراہیمی کے بانی اور آن کی آل و اولاد اور اسباط، ان کی کتابوں سے ہے۔ تو پچھلی آیات میں اسباط یعقوب کی تعریف کی کہ وہ لوگ دینِ حنیف پر تھے، اور ملتِ ابراہیمی سے ان کا تعلق تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تو دین پر تھے، تم جو آج کل کے یہودی نصاریٰ ہو اور ان کے اسباط یعقوب ہو، اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے، یعنی ان کے صحابہ کرام جیسا ایمان نہ لائے تو پھر تم ہدایت یافتہ نہیں ہو اور تمہاری ساری فضیلت ختم۔

فضیلت کس طرح سے حاصل ہوگی؟ خاندان اور قبیلے سے نہیں حاصل ہوگی۔ فضیلت ہوگی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا ایمان و عمل رکھنے سے۔ تو اگر ایمان صحیح ہے تو بزرگی ہے۔ ایمان مشکوک

Marfat.com

ہے تو بزرگی نہیں ہے، گمراہی ہے اور ایمان اسی وقت صحیح ہے جب صحابہ کرام جیسا ایمان وعمل ہو۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

دوسری بات اس میں یہ ہے کہ مسلمان تمام انبیاء پر ایمان لائے ہیں اور ظاہر ہے یہ فرق تب لگتا ہے کہ وہ چند انبیاء کو نہیں مانتے۔ لیکن وہ بہت بڑا فرق اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے۔ اس لئے یہی فرق کچھ کو ماننا اور کچھ کو نہ ماننا یہی فرق تھا جو ان کو علیحدہ کرتا ہے، ان کو شقاق کے کٹہرے میں لاتا ہے۔ وہ علیحدہ لوگ ہو گئے۔ اس لئے کہ کچھ پر ایمان لانے سے ایمان ساقط ہو گیا۔ وہ صحابہ کرام جیسا ایمان نہیں ہوا۔ صحابہ کرام کا ایمان تمام رسولوں پر ہے، تمام کتابوں پر ہے۔ اور خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔

تو بظاہر یہ فرق تب لگتا ہے، لیکن اگر ایمان بالکل مسلمانوں کی طرح نہ ہو تو وہ بے دین ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا، عیسائی بے دین ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے جیسا اُن کا ایمان نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے معیار رکھا ہے، با دین اور بے دین کا۔ وہ یہ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں جیسا ایمان ہونا چاہیئے۔ اور اسی وجہ سے جب تک کہ مسلمانوں جیسا ان کا ایمان نہ ہو جائے، ہم سب پر تبلیغ فرض ہے۔ جب تک زمین پر ایک بھی کافر ہے

ہم پر تبلیغ فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ : وان تولوا فانما ھم فی شقاقٍ

پھر جانا، دین سے پھر گئے۔ تم سے پھر گئے۔ تو پھر ان کا شمار علیحدہ کئے ہوئے لوگوں میں ہوگا۔ تو اس سے روگردانی کے یعنی مُنہ پھیر لینے کی پانچ نوعیتیں ہیں۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ پانچ عوامل اگر ہوں تو روگردانی میں شامل ہوگا۔ اس کو جاننا ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے عقائد سے علیحدگی۔ یعنی مسلمان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر، صحابہ کرام پر جان فدا کرنا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی محبت کو، ان پر جاں نثاری کی اساس سمجھتے ہیں۔ تو اگر کوئی کہے کہ نعت پڑھنا بدعت ہے تو وہ عقائد سے انحراف ہو گیا۔ تو وہ وان تولوا کے زمرے میں آگئے۔ یہ بات ان حسابی کتابی لوگوں کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں تنگ دلی سے برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ کیا صحابہ کرام ایسا کرتے تھے؟

دوسری بات یہ کہ جن میں مسلمانوں کے اعمال یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ ہیں، تو وہ کلمہ گو تو ہیں۔ یہ بات میرے ایک بڑے عزیز دوست کہنے لگے کہ شیعہ اور احمدی کلمہ گو تو ہیں۔ میں نے کہا یہ کلمہ گو تو ہیں لیکن اللہ کے پیاروں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جو

Marfat.com

کہ عمل کافروں کا ہے۔ اللہ کے پیاروں سے صحابہ کرام سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جن کو فضیلت اللہ تعالیٰ نے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوعنہ جن کو بشارت فرمائی اُن سے یہ بُغض عداوت رکھتے ہیں۔ تو مسلمانوں کے اعمال سے ہٹ گئے اور مسلمان کے کام کو شرک کہیں۔ میلاد پڑھیں تو شرک، فاتحہ پڑھیں تو شرک۔

تو مسلمانوں کے کام کو اگر شرک کہیں تو "فان تولوا" کی کیٹگری میں آجائیں اور وہ صحابہ کرام کے عقائد سے علیحدگی اختیار کریں اور صحابہ کرام سے بغض رکھیں۔ تو اس کیٹگری میں آئیں گے؛ ظاہر ہے روگردانی، گمراہی کی کیٹگری میں۔ تو رافضی بھی آئیں گے اور احمدی بھی آئیں گے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سُنتیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں سے وابستہ ہیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سُنتیں ہیں وہ صحابہ کرام کی سُنتوں سے پیوستہ ہیں۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کو تو آپ فرض سمجھتے ہیں، تو صحابہ کرام کی سُنتوں کو بھی فرض سمجھنا پڑے گا۔

تنائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی سُنت ہے اور اسے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً لوگ کہتے ہیں کہ کلام پاک میں

Marfat.com

بتائیں کہ کہاں یہ لکھا ہوا ہے۔ تو کہاں کلام پاک میں یہ لکھا ہے کہ اذان کے الفاظ یہ ہوں گے۔ کلام پاک میں کہاں لکھا ہے کہ جمعہ کے دن اذانِ ثانی ہوگی، دوسری اذان ہوگی خطبے کی۔ اور یہ تو وہابی بھی اذانِ ثانی دیتے ہیں۔ کیوں؟

نمازِ جمعہ اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی اور اذانِ ثانی سُنّتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اذانِ اوّل جو ہے یہ سُنّتِ عثمانیہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اذان دی اور بعد میں جب کھلم کھلا نماز پڑھنے لگے لوگ، تو پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذمے لگائی گئی۔

اسی طرح روزۂ رمضان اللہ تعالیٰ نے فرض کیا، تراویح جو ہے وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے اور جماعت سے تراویح یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سُنّت ہے۔ ختمِ قرآن تراویح میں یہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سُنّت ہے۔ تو کیا مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرض، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی کوئی سُنّت میں فرق کرتے ہیں۔

تو یہ تو وہ سُنّت ہے صحابہ کرام کی، یہ تو غیر مقلدین نے بھی اپنایا، سعودی عرب میں بھی تراویح میں ایسے ہی ختمِ قرآن ہوتا ہے۔

Marfat.com

تو پھر آپ بعض چیزوں کو جن کا تعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے، ان کی عظمت سے ہے۔ اس میں آپ صحابہ کرام کی سُنّت کی روگردانی کریں تو پھر آپ کا شمار ، فان تولوا میں ہو گا۔ کلام پاک کی تلاوت سُنّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، قرآن کو جمع کرنا، اکٹھا کرنا، وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سُنّت ہے اور کلام کی ترتیب و تدوین کرنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سُنّت ہے، وہ جامع القرآن ہیں۔

تو اسی طریقے سے مسجدِ نبوی کی تزئین صدیقی ہے۔ مدینہ منورہ میں جو اصل مسجد تھی وہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھی۔ تو صحابہ کرام کی سُنّتوں پر اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتوں کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے کیا وہ "فان تولوا" کے زمرے میں آگیا۔ اور جب فان تولوا کے زمرے میں آگیا تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ " فی شقاق" ہیں۔

اور جب کہ میں نے " کل شقاق " کا بتایا کہ کھلی مخالفت۔ وہ تم سے مخالف ہیں۔ شک کا مطلب ہے شقاق، دشمن سے بھی، شقاق اس لئے کہ دشمن ہمیشہ آپ کو مشکل میں ڈالے رکھتا ہے، چاہے کسی بھی ذریعے سے۔ تو اللہ نے فرمایا فسیکفیکھم اللہ۔ یعنی کہ پھر تو آپ اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

یہ کہتا ہے ساری نصرت و فتح نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

اب اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صحابہ کرام جو ہیں وہ دین میں پختہ ہیں انہوں نے خود کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیا صبغۃ اللہ .... صبغۃ ؒ اللہ کا رنگ۔ صوفیاء اور اولیاء اللہ کہتے ہیں کہ ایمان کے لیے، دین کے لئے اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ جانا، فنا فی اللہ ہو جانا، آپ کے چہرے کو دیکھ کر لوگ اللہ کو پہچاننا شروع کر دیں، یہ صبغۃ اللہ ہے۔ زہد میں ایک جسم کی بات نہیں ہے، زہد میں توحید آ گئی تو جسم میں بھی توحید آ گئی۔ نماز پڑھ رہے ہیں لیکن قلب و روح اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے، اللہ کے رنگ میں رنگ جائے، پختہ ہو جائے، پھر غیر اللہ کی طرف نہ نگاہ جائے نہ توجہ جائے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیں ان لوگوں سے کہ ہم تو مکمل ایمان میں ہیں، ہمارا اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان ہے۔ ہم تو اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے لوگ ہیں۔ ہمارے جیسا ایمان جب تم میں ہو گا تو مومن کہلاؤ گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے نسبت والے رنگ سے بہتر رنگ کون سا ہو سکتا ہے، تو ہم دین کی بہترین شکل تم کو پیش کرتے ہیں۔ عقائد کی بہترین شکل پیش کرتے ہیں، اعمال کی بہترین شکل پیش کرتے ہیں۔ کیوں؟ نہ صرف ہم اس کے رنگ میں رنگے ہیں بلکہ س پر فنا بھی ہو گئے ہیں اور اپنے کو سراپا پاک بنا لیا

Marfat.com

ہے۔ ونحن لہ عابدون ۝ اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں، جو کہ لافانی ہے۔ اللہ باقی من کُل فانی۔

تو جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ "صبغۃ اللہ" کا مطلب ہے کہ پہلا کلمہ، توحید و رسالت پر ایمان ہے۔ بظاہر اولیاء کا ایمان کیا ہے؟ دل میں اللہ تعالیٰ کا چھا جانا۔ ہر اس چیز سے جس سے غیر اللہ کی بُو آتی ہو، اس سے اجتناب کرنا چاہیئے، وہ حرص و ہوا ہو چاہے خواہش ہو یا چاہے مُراد ہو۔ دل مراد سے خالی ہونا چاہیئے اس کی مختصر تفصیل یہ ہوئی کہ اہلِ کتاب کو یہ نہ سمجھنا کہ کچھ کچھ ہدایت پر ہیں۔ اسلام میں کچھ کچھ کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر ایمان نہیں ہے تو ایمان سے خارج ہے۔

تو اہلِ کتاب کو یہ نہ سمجھنا کہ تھوڑی بہت ہدایت پر ہیں۔ جب تک کہ تمہاری طرح مومن نہ ہوں۔ اگر ایک اللہ پر ایمان نہیں ہے تو وہ تمہاری ضد ہے" فی شقاق" کا۔ تو اللہ تعالیٰ ہی آپ کے لئے کافی ہے۔ اور قیامت کے دن مومن عرش کے دائیں طرف اور کافر بائیں طرف ہوں گے۔ یہ جو آیت ہے فسیکفیکھم اللہ۔ اس کی ہماری تاریخ ہے بڑی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ تمہاری شہادت جب ہوگی، تو سورۃ بقرۃ کی تم تلاوت کر رہے ہوگے اور

Marfat.com

جب رُوح پرواز کر رہی ہو گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہو گی، یہ آیت کا حصہ ہو گا۔ فسیکفیکھم اللہ پس تمہارے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ جان دے دی اسی کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے جان لے لی اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو گئے۔ لوگوں نے آکر انہیں قتل کر دیا لیکن اپنے حق پر قائم رہے۔

تو صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عابدون ۝ تو اس آیہ مبارکہ کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور جب فسیکفیکھم اللہ پر پہنچے تو اُن کی رُوح اس وقت پرواز کر گئی، اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

ان دو آیات سے کچھ اصول مرتب ہوئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مومن بننے کے لئے سارے عقائد کا ماننا ضروری ہے۔ ایک عقیدے کا منکر بھی ایسا ہی کافر ہے جیسے سارے عقائد کا منکر۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر ایمان نہیں ہے تو پھر ایمان ساقط ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ فان تولوا فی شقاقٍ وہ تمہاری ضد ہے، اس سے مختلف ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہر کافر مسلمانوں کا پورا دشمن ہے۔ وہ ان کی پوری ضد ہے۔ بظاہر آپ سے میل جول رکھیں گے۔ لیکن دل میں درپردہ وہ آپ کے دشمن ہوں گے۔ لہٰذا اُن سے دوستی کی اُمید نہ رکھیں۔

سورۂ احزاب میں بھی ہے ۔ اس میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ : فانماھم فی شقاق ؕ دنیا کی سب چیزیں جھوٹی ہوسکتی ہیں، لیکن کلام پاک کی فرمائی ہوئی چیزیں جھوٹی نہیں ہوسکتیں ۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ فتح ونصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے ۔ نا کہ انسانوں کی طرف سے ۔ لہٰذا اگر فتح ونصرت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے تو کفار اور مشرکین کو اپنی کامیابی کے لئے راضی کرنے کی کوشش نہ کرو ۔ اس لئے کہ وہ تمہیں نصرت اور کامرانی دے نہیں سکتے ۔ اس کی بجائے آپ خود مسلمان بنو اور اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص وفرماں بردار بندے! اور اُمتی بنو اور اپنی جماعت بڑھانے کے لئے بے دینوں کو اپنے گروہ میں نہ ملاؤ ۔ یہ نہ ہو کہ اس شوق میں کہ میرے ایک ہزار مُرید ہو جائیں ، دیو بندیوں اور دوسروں کو بھی شامل کرنا شروع کر دیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے ۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا : فسیکفیکھم اللہ تو یہ بات واضح کر دی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نصرت وکامیابی ملے گی ، وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ملے گی ۔ کامیابی اور کامرانی کا راستہ وسیلہ

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن تک پہنچنے کے لئے ان کے غلاموں کا وسیلہ حاصل کرنا ہوگا۔ اور جب اللہ نے کہا کہ صبغۃ اللہ تو اس میں یہ بہت ہی واضح کر دیا کہ بظاہر اگر جسم کتنا ہی پاک صاف ہو، کتنا ہی خوشبو دار، صاف ستھرا اور خوشنما لباس پہنا ہوا ہو، جب تک کہ باطن کی صفائی نہ ہو بے کار ہے۔

دل جب تک اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا ہوا نہ ہو، جب تک کہ قلب میں انقلاب نہ آجائے، اس وقت تک ظاہری انقلاب بے معنی و بے کار ہے۔ تو مسلمانوں کا ایک طرّۂ امتیاز ہوتا ہے کہ ان کے ظاہر اور باطن میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ظاہر بھی اللہ کے رنگ میں رنگا ہوا اور باطن بھی۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ داڑھی میں کیا رکھا ہے، دل پاک ہونا چاہیئے۔ دیکھیں وہ نماز تو نہیں پڑھتا لیکن اخلاق بہت اچھا ہے، یہ سب گمراہی کی باتیں ہیں۔ ظاہر اور باطن دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے ہونے چاہئیں۔

چھٹی بات یہ ہوئی کہ جس کو اللہ نے رنگ دیا، وہ جیتے جی دو رنگ نہیں ہوگا۔ اگر کسی کا ایمان پختہ ہے، اللہ کے رنگ میں رنگا ہوا تو وہ کبھی مرتد نہیں ہوگا۔ اگر کوئی ہو گیا اور گمراہ ہو گیا ہے، تو سمجھ لیجئے کہ اس میں صبغۃ اللہ ابھی اس درجے پر نہیں پہنچا تھا دل

Marfat.com

اللہ کے رنگ میں نہیں رنگا تھا۔ یہ بوٹ جو ڈارک کلر کا ہے، ایک رنگ میں رنگا ہوا ہے، لیکن اس کی کشش اس میں ہے کہ اس کو پالش کر کے چمکاتے رہیں۔ رنگ تو ٹھہر جائے گا بہت دنوں تک لیکن اپنی کشش کھو دے گا۔ اگر اس کو پالش نہ کرتے رہیں۔

تو عبادات، اعمال، عقائد رنگ ہیں۔ عبادات اعمال پالش ہیں، اس رنگ میں چمک اس وقت آئے گی۔ صبغۃ اللہ میں کہ جب آپ کو اس کے اعمال ہیں اپنے اعمال اور محنت سے اس کی پالش کر کے اس کو چمکاتے رہیں۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جس نے اللہ کا رنگ حاصل کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ گیا، وہ ایمان سے انحراف نہیں کر سکتا۔ کٹ جائے گا، مر جائے گا، لیکن مومن رہے گا۔ اور اگر کوئی ہو جاتا ہے منحرف تو سمجھئے کہ وہ صحیح طریقے سے اس رنگ میں رنگا نہیں تھا۔ اور دین اگر رنگ ہے تو اعمال اس کی پالش ہیں رنگ کو پُرکشش بنانے کے لئے اعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔

آخری بات یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دوستی ایمان کی کسوٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ فرمایا کہ اگر تم جیسا ہو تو پھر کیا ہے؟ تو ایمان کی کسوٹی کیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہما۔

Marfat.com

اگر آپ کے اعمال اور ایمان ان سے انحراف کرتے ہیں تو پھر تو آپ ہدایت پر ہیں۔ اور اگر نہیں ہیں تو پھر "فان تولوا" کے زمرے میں آجاتے ہیں۔

اس وجہ سے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جی ہم تو غیر مقلد ہیں، تو انہوں نے اپنے دین وایمان کو، اپنے رشتہ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے قطع کر لیا۔ اور خود ہی قرآن پاک کو پڑھیں گے۔ اور خود ہی کریں گے۔ قرآن پاک پڑھ کے کیسے پتہ لگے کہ روزے کے ساتھ تراویح بھی ہے؟ اور کیسے پتہ لگے گا کہ تراویح باجماعت بہتر ہے، تو ایمان کے ساتھ سُننِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سُننِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وابستہ ہیں۔ اور صحابہ کرام کا ایمان ہی ہمارے لئے کسوٹی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف کے طور طریقے پہ قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام کی طرح سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت عطا فرمائے، اُن کا ادب عطا فرمائے۔ ان کی اطاعت نصیب فرمائے۔

بے شک فتح ونصرت اور کامیابی اس کی ہی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں دین

Marfat.com

و دُنیا میں نُصرت و کامیابی عطا فرمائے ۔

آمین !

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ
رب العالمین ؕ

Marfat.com

سورۂ بقرہ پارہ الٓمٓ ۲
آیات نمبر ۱۴۵ تا ۱۴۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ
اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ
وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ
وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ
بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۝

Marfat.com

ترجمہ: اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو۔ وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سُننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تُو ضرور ستمگار ہوگا۔ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے (اے سُننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تُو شک نہ کرنا اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف مُنھ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں، تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا۔ بے شک اللہ جو چاہے وہ کرے۔

Marfat.com

میں نے سورہ بقرہ کی جن آیات کی تلاوت کی ہے، یہ وہی تبدیلیٔ قبلہ کے متعلق آیات ہیں۔ اس سے پچھلی آیات نمبر ۱۴۴ جو ہے اسی میں اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ میں نے قبلہ تبدیل کر دیا، دلداریٔ محبوب کے لئے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے، ان کے دل میں خواہش تھی کہ خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) ہی قبلہ بن جائے۔ تو میں نے اتنی بھی دیر نہ لگائی کہ وہ زبان سے کچھ عرض کرسکتے۔ صرف آسمان کی طرف ان کا دیکھنا ہی میرے لئے کافی تھا اور میں نے یہ حکم جاری کر دیا۔

اب جب کہ یہ حکم آگیا تو آپ اسی بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کریں چاہے جہاں کہیں بھی ہوں۔ اس سے ایک بات ظاہر ہوئی کہ حکم کی تنسیخ سے پہلے اس پر عمل کرنا ہدایت ہے۔ جب تک قبلہ اوّل کی تنسیخ نہیں ہوئی تھی، تو وہی عبادت، وہی ہدایت، وہی اطاعت تھی کہ اس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو۔ جب اس کی تنسیخ کا حکم آگیا تو پھر پچھلے حکم پر عمل کرنا عین کفر، فسوق اور عصیان بن گیا۔

Marfat.com

تو مومن کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ اللہ کی رضا کیا ہے ؟ اس کا حکم کیا ہے ؛ کل وہ کہتا تھا کہ مسجدِ اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو تو ہمارے لئے وہی جائز تھا، وہی ہدایت تھی۔ آج وہ فرماتا ہے کہ اب اور ہمیشہ قیامت تک بیت اللہ شریف کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو۔ تو اب وہ ہدایت ہے۔ اپنی خواہش سے ہم اسے نہیں بدل سکتے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ ان کو تو اپنی کتابوں سے پہلے ہی پتہ تھا کہ تبدیلیٔ قبلہ ہوگی، آپ کی ساری نشانیاں اُن کو بتائی ہوئی تھیں۔ اور اب میں نے جو یہ آیت اُتاری ۱۴۴ اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ کو تسکین دے دیں کہ یہ رب کی مرضی ہے کہ آپ قبلہ بدل دیں، اور ان کا جواب دینا مقصود تھا۔ لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ رب کی طرف سے ان کے اعتراضات کا جواب آگیا تو وہ آپ پر ایمان لائیں سوائے وہ جن کو ہدایت ہوگئی۔ اور وہ تو اپنے حسد اور بغض میں ہیں کہ یہ آپ کی کوئی بات نہیں ماننی۔ تو چاہے ان کو علم آگیا ہو چاہے حکمت آگئی ہو، یا اللہ کی نشانیاں آگئے ہوں، ان کے لئے بے کار ہے۔

یاد رکھیں کہ جو بنی اسرائیل ہیں، اہلِ کتاب ہیں اس میں تین طبقے ہیں۔ ایک وہ طبقہ جو عوام الناس کا ہے، انہیں کچھ پتہ نہیں کہ حکم کیا ہے؟ اور کیا کرنا ہے، وہ تو اتباع کرتے ہیں اپنے پادریوں اور کلیسائی لیڈروں کی۔ اور ایک طبقہ ان کے عالموں کا ہے، جن کے پاس علم ہے، لیکن وہ اس کو چھپاتے ہیں۔ اس میں تحریف کرتے ہیں۔ کفر اور فسوق پر ضد کرتے ہیں اور بغاوت پر ڈٹے ہوئے ہیں اس لئے کہ ان کو ہدایت نہیں ہے، ان کا نفس ان پر غالب ہے۔

تو تیسری کیٹگری وہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی۔ تو وہ ان کے لئے اظہر من الشمس ہے۔ آپ کو دیکھا تو ایمان لائے، آپ کو دیکھا تو پہچان گئے۔ یاد رکھیں کہ آپ کے ہمارے پہچاننے جاننے میں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچاننے جاننے میں کچھ فرق ہے۔ ہماری جانیں، ہمارے ماں باپ اُن پر قربان۔ ہماری پہچان اس دنیا میں اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب ہم پیدا ہوتے ہیں یعنی دُنیا میں آتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی پہچان تو اس وقت سے شروع ہو گئی جب اُن کا نُور پیدا ہوا اور جب وہ نُور پیشانی پر رکھا گیا تو تمام ملائکہ کو اِس کا سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔ تو ان کے چرچے تو ہمیشہ سے رہے ہیں۔ اسی لئے ان کو اوّل و آخر کہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک پہچانے جائیں گے۔

ہماری پہچان ہمارے انتقال کے بعد ختم ہوتی ہے۔ قیامت میں ہمیں کوئی نہیں پہچانے گا۔ ہاں ہمارے نامۂ اعمال پر فیصلہ ہو گا کہ فرشتے ہمیں پکڑ کے لے جائیں گے۔ اور جنت میں داخل کریں گے یا دوزخ میں۔ اللہ ہمیں عذاب سے محفوظ رکھے۔

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو وصال کے بعد بھی ساری دُنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن تو سب سے پہلے وہ تخت پر بیٹھے ہوں گے۔ ساری اُمّتیں اُن کو پہچانیں گی۔ جنہوں نے دنیا میں ان کا کفر کیا تھا اور ان سے ضد کی تھی، ان پر ایمان نہ لائے تھے، وہ بھی ان کو پہچانیں گے۔

تو اللہ فرماتا ہے، ولئن اتیت الذین۔ اگر آپ

Marfat.com

لے آئیں اُوتوا الکتٰب یعنی جن کو ہم نے کتاب دی ہے، اہلِ کتاب کے سامنے آپ لائیں بکل ایت وہ تمام نشانیاں کہ کیوں قبلہ تبدیل کیا گیا؟ تو بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی، اپنی ضد اور حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے۔ ولئن اتیت اگر آپ لے آئیں ان لوگوں کے پاس جن کو ہیں نے کتاب دی ہے، یہود و نصاریٰ تمام آیتوں اور تمام نشانیوں کے ساتھ تمام فرقان و بُرہان کے ساتھ پھر بھی وہ آپ کی اتباع نہیں کریں گے، آپ کے قبلے کو نہیں مانیں گے۔

ہیں نے جو دلیل دی کہ کیوں ہیں نے قبلہ تبدیل کیا؟ اور کلام پاک میں آیت اُتاری، وہ آپ کی تسکین اور ایمان کو تقویت دینے کے لئے، یہ ان کو قائل کرنے کے لئے تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برہان آگئی تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ ایمان تو ہدایت سے ہوتا ہے۔ یہ تو ہوا کے غلام ہیں، خدا کے غلام نہیں ہیں۔ لہٰذا باوجود اللہ تعالیٰ کی تمام نشانیوں کے وہ آپ کے قبلہ کو نہیں مانیں گے، جہاں تک آپ

Marfat.com

کا تعلق ہے۔ وما انت بتابع قبلتك۔ آپ ان کے قبلے کے تابع نہیں۔ ان میں کسی کا قبلہ بیت المقدس کا مغربی حصّہ، کسی کا مشرقی حصہ، اب آپ اس کو نہیں مانیں، اس لئے کہ آپ کا تنسیخِ قبلۂ اوّل آچکا ہے۔

"وما بعضهم" اور ان سے کچھ لوگ بتابعِ قبلتك بعض۔ اب ان کا آپس میں بھی یہ حال ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ دوسروں کے قبلے کو نہیں مانتے۔ ان کی آپس میں بھی پھوٹ ہے۔

تو اُمّتِ مسلمہ میں اور بنی اسرائیل میں کیا فرق ہے۔ اُمّتِ مسلمہ میں ۷۲ فرقے ضرور ہیں، لیکن بنیادی چیزوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ نہ توحید پر، نہ رسالت پر، نہ قبلہ پر، نہ صوم پر نہ صلوٰۃ پر، نہ حج اور زکوٰۃ پر، اسلام کے کسی بھی بنیادی ارکان پر ان میں اختلاف نہیں ہے۔ یہ شامتِ اعمال تو صرف بنی اسرائیل کی ہے کہ بنیادی عقائد پر بھی آپس ان کے اختلافات ہیں۔ آپ کی اُمّت ممتاز ہے ان معنوں میں کہ اختلافات کے باوجود بھی بنیادی عقائد پر ہم آہنگی ہے۔ تو وما بعضهم بتابعِ قبلۃ بعض۔ ان میں سے ایک دوسرے کے قبلے کو

Marfat.com

نہیں مانتا، توآپ کو کہاں مانیں گے، یہ تو ویسے ہی گمراہ ہیں۔

پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ولئن اتبعت اھواءھم"۔ اگر آپ ان کی خواہش کے مطابق عمل کریں گے، ان کی اتباع کریں گے، من بعد جاءك بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آ گیا ہے، تو کیا ہوگا۔ انّك اذالمن الظالمين تو بے شک آپ بھی بے انصافوں میں ہوں گے۔

یہ قبلہ کی تبدیلی جو ہوئی تھی یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے لئے ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کا کوئی شبہ ہو۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ جن کو مخاطب کر رہا ہے، وہ اُمّت کو کر رہا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے، کہ دیکھو اگر اب، جب کہ تم تک یہ بات پہنچ چکی ہے کہ تمہارا بیت اللہ شریف قبلہ ہوگیا ہے۔ اب اس کے بعد یہودیوں اور نصرانیوں کو خوش کرنے کے لئے قبلہ تبدیل کیا گیا تو تم گنہگاروں میں سے ہو گے، کافروں میں سے ہو

گئے اور یہیں سے وہ مسئلہ آتا ہے کہ تنسیخ حکم سے پہلے اُس حکم کی اطاعت عین حق ہے۔ اور تنسیخِ حکم کے بعد نئے حکم کی اطاعت حق ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ اپنے بنیادی اصول اور ایمانیات کو قربان کریں گے یہود ونصاریٰ اور اغیار کی خوشنودی کے لئے، جیسے کہ اب اس کے امکانات بڑھتے جارہے ہیں۔ یا جیسے ایک زمانے میں جمعیت علمائے ہند کے جو کانگریسی علماء تھے وہ ہندوؤں کی دلداری کے لئے گائے کی قربانی نہیں کرتے تھے۔ تو کافروں، فاسقوں اور گمراہوں کی خوشنودی کے لئے اسلام کے بنیادی اصول میں یا کسی بھی احکام میں مفاہمت کرنا عین گمراہی ہے۔

اسلام کس بات کا نام ہے؟

اسلام تو نام ہے رضائے الٰہی پہ سرِ تسلیم خم کرنے کا، جب جو حکم ہو گا اس کی اطاعت کرنا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولئن اتبعت اھواءھم .... من الظلمین ہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثارو! ان کے اُمّتیو! تم ہوشیار رہنا کہیں تمہارا نفس میری ہدایت پر غالب نہ آجائے، اپنے دل میں ہدایت کو مضبوطی سے پکڑو، تمہارے

Marfat.com

دل میں مروت اگر کافروں کی آگئی۔ ہنود، یہود و نصاریٰ کی آگئی اور ان کی خوشنودی کے لئے، ان سے اچھے تعلقات بنانے کے لئے تم نے میرے احکام کی اگر خلاف ورزی کی، اس پر کوئی مفاہمت کی، تو تم صریحاً فسق و فجور اور کفر پر ہو گے اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا۔

اللہ تعالیٰ کا کیسا کرم ہے کہ وہ آج سے چودہ سو سال پہلے ہمیں ان اوامر سے آگاہ کر رہا ہے جس میں ہمارے قدم آسانی سے پھسل سکتے ہیں۔ ہم میں تو اب ایمانیات کی اتنی کمی ہوگئی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ہنود کو تو چھوڑیں مسلمانوں میں جو بے دین اور لادین قسم کے لوگ ہیں جب وہ سامنے آجاتے ہیں، جو اپنے کو لبرل کہتے ہیں تو ہم ان کی خوشنودی کے لئے اپنے کو تائب کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم بھی بڑے لبرل ہیں۔

لبرل کا مطلب کیا ہے؟

اللہ کے احکامات سے دُوری۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ لبرل تو کوئی نہیں ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے زیادہ لبرل نہیں ہو سکتے، اس کی شان بڑی ہے۔ اس کا علم بڑا ہے۔ تو اس نے جو احکام دے دیئے ہیں اس سے زیادہ لبرل

Marfat.com

احکام اور نہیں ہو سکتے۔ آپ اس کو بہتر کرنے کی کوشش نہ کریں، اگر آپ نے اس کو بہتر کرنے کی کوشش کی تو یہ ایسے ہی ہو گا جیسے یہود و نصاریٰ نے تحریف کی۔

اللہ تعالیٰ ۱۴۶ ویں آیت میں فرماتا ہے: اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کوئی عام انسان تو نہیں کہ آپ پہچانے نہ جائیں۔ جن کو ہدایت ہوتی ہے وہ عمر فاروق بن جاتے ہیں اور جن کو ہدایت نہیں ہوتی وہ ابو جہل ہی رہتے ہیں۔ یہ تو میری ہدایت کا ایک راز ہے۔ ہدایت سے معرفت آتی ہے اور معرفت سے ایمان کو تقویت ملتی ہے۔

تو جن کو میں نے ہدایت دی ان کو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت آ گئی۔ اور جن کو ہدایت نہیں ہے وہ چاہے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچان سکتے، ان پر ایمان نہیں لا سکتے۔ آپ کی ذات تو یہ ہے کہ آپ کو عوام الناس اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو ہزاروں میں دیکھ کر پہچان جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ تو لاکھوں کروڑوں میں ایک ہیں، ہر شخص آپ کو پہچان جائے گا۔

الذین اتینھم الکتاب ..... ابناءھم۔ جن کو ہم نے کتاب دی، وہ پہچانتے ہیں اس بات کو کہ آپ کا فرمانا حق ہے کہ اب یہی قبلہ ہے، آپ کی ذات حق ہے۔ آپ کے علاوہ سب ناحق اور باطل ہیں، اس بات کو اہل کتاب ایسے جانتے ہیں جیسے وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی کتاب میں تو سب کچھ واضح لکھا ہوا ہے۔

ہم ان مقلدین کی بات نہیں کر رہے ہیں، ہم ان علماء کی بات کر رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی جن کو ہم نے کتاب دی اور ان کا علم دیا۔ وہ تو آپ کو پہچانتے ہیں۔ ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں لیکن ضد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو حق ہیں آپ اظہر من الشمس ہیں، آپ کی رسالت برحق آپ کے احکامات برحق، آپ کی حدیثیں برحق اور آپ کا میرا محبوب ہونا برحق ہے۔

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ باوجود اس کے کہ سب باتیں اچھی طرح جانتے ہیں، حق کو اچھی طرح پہچانتے

Marfat.com

ہیں لیکن پھر بھی حق کو چھُپاتے ہیں۔ گواہی کو چھپاتے ہیں۔ ان فریق منھم۔ ان میں سے کچھ گروہ ایسے ہیں جو حق کو جان بوجھ کر ضد میں چھُپاتے ہیں۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ آپ ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو حق ہوتا ہے وہ رب کی طرف سے ہوتا ہے "الحق من ربك" حق جو ہے وہ آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ اب اُمّت کی طرف اللہ تعالیٰ مخاطب ہوتا ہے۔ کہتا ہے حق جو ہے وہ رب کی طرف سے ہے اور ھوا جو ہے وہ نفس کی طرف سے ہے۔ باطل جو ہے وہ ھوا کی طرف سے ہے فلا تکونن پھر آپ ایسے نہ ہوجائیں۔ کیسے؟ من الممترین شک کرنے والوں میں سے۔

ایمان کے معاملے میں شک بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لئے کہ ایمان کے جزئیات جو ہیں وہ حق ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر کسی قسم کا شک کرنا بُرا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں، جو لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت، ان کے والدین کی عظمت پر شک کرتے ہیں،

وہ کتنے عذاب کے مستحق ہیں اور وہ کس حد تک ہدایت پر ہیں اور کس حد تک گمراہی ہیں۔

ان آیات سے کچھ اصول وضع ہوتے ہیں مسلمانوں کے فرقے آپس ہیں بہت مخالف ہیں مگر پھر بھی اہلِ کتاب سے کم۔ کیونکہ یہ سب توحید، رسالت، قرآن مجید، قبلہ اور قیامت وغیرہ پر متفق ہیں۔ اُن کا تو قبلہ بھی ایک نہیں ہوسکا۔ کیوں؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما بعضهم .... بعض۔ یہ تو آپس ہیں قبلہ پر ہی متفق نہیں ہیں۔ نہ اس بات پر متفق ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالك حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے یا تیسرے خُدا تھے، یا اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے۔

ہر شخص اپنی اپنی بات کرتا ہے، ان میں تو اتنا اختلاف ہے بنیادی چیزوں پر۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب ایک دفعہ حکم آگیا پھر اگر تم نے اسی پچھلے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھائی تو پھر صریحاً کفر اور فسق ہے۔ البتہ اس حکم کا اطلاق ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہما پر نہیں ہوتا جن تک تبدیلئ قبلہ کی خبر نہیں پہنچی۔ اور وہ اس بے خبری کے عالم میں قبلہ اوّل کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ لیکن جب خبر

پہنچی تو انہوں نے قبلہ درست سمت میں کر لیا۔

یہ مسئلہ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ دُنیا میں آنے والے انبیاء نے جب اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو پھر ایمان لانا ان کے دور کے لوگوں پر فرض ہو گیا تھا اور جو ایمان نہیں لایا وہ کافر ہوا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا سزاوار ہوا لیکن وہ لوگ جن تک اللہ تعالیٰ کا پیغام کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکا یا ایسی بستیاں ہوں گی جہاں تک انبیاء نہیں پہنچ سکے، وہ لوگ اگر توحید پر قائم ہیں تو ان کو معافی ہے۔ اس لئے کہ توحید کا پیغام تو ازل سے حضرت آدم علیہ السلام سے ملا ہوا ہے۔ تو جو لوگ توحید پر قائم ہیں، اور ان تک شریعت نہیں پہنچی ان کو معافی ہے۔ وہ صاحبانِ ایمان مانے جائیں گے۔

اسی طریقے سے جن صحابہ کرام تک تبدیلیٔ قبلہ کی خبر نہیں پہنچی اور انجانے میں انہوں نے قبلہ اوّل کی طرف رُخ کر لیا ان پر اس آیت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ تو خطا وہ ہوتی ہے جو عمدًا ہو، سہوًا خطا ہو، تو اس کی تلافی کر لیں۔ جب آپ کو علم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ سزا نہیں دیتا۔

ایک اور اصول اس آیت سے وضع ہوا کہ ضد اور حسد بُری چیز ہے۔ ضد اور حسد انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ان کو ضد تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر یہ مسجد اقصیٰ کو قبلہ مان جائیں جو ہمارے انبیاء کا قبلہ رہا ہے تو پھر ہم اس بات پر غور کریں گے اور مان جائیں گے ان کو کہ ہاں یہ سچے لوگ ہیں۔ تو انہوں نے ایمان پر بھی شرط لگا دی کہ ہمارے قبلہ کو قبلہ مانو تو ہم تم کو نبی مانیں گے۔ یہ جو ضد اور حسد ہے یہ کفر تک پہنچانے والی چیز ہے، اس سے بچنا چاہیئے۔

تین چیزیں یعنی ہدایت، ایمان اور معرفت یہ خاص عطائے ربانی ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے انہی کو معرفت عطا ہوتی ہے، انہیں کو ایمان اور ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ یہ جو باغی لوگ تھے، یہ سرکش اور ضدی تھے، جو حاسد تھے انہیں حسد اور ضد کی سزا نے ہدایت، ایمان اور معرفت سے محروم رکھا۔ یہ خالص اللہ تعالیٰ کی عنایتیں اور نعمتیں ہیں۔

ایک اور اصول اس سے یہ واضح ہوا کہ جن کے دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عناد ہے اس تک ہدایت نہیں پہنچ سکتی۔ لہٰذا ایسے لوگوں

Marfat.com

کو پہچاننے کی کوشش کریں اور ان سے گریز کریں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار کی کیوں بے حرمتی کی گئی؟ اس لئے کہ ان کے دلوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے عناد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب تو قرآن پہنچ گیا، ان کا کام پورا ہو گیا، اب ان سے کوئی مطلب نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تک ہدایت نہیں پہنچتی۔ پھر ان سے اس طرح کی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ قبل از تنسیخ شرعی حکم کی تعمیل خدا ہے۔ اور بعد از تنسیخ شرعی حکم کی تعمیل ھوا ہے۔ تو اس معاملے میں ہوشیار رہیں، ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا ہے۔

شرعی حکم یہ ہے کہ شراب نہ پیو، لیکن بہت سے لوگ ہیں جو پہلے والے حکمِ قرآن کو پڑھتے ہیں کہ جی شراب سے اجتناب کرو، شراب پی کر مسجد میں نہ جاؤ۔ یہ صرف ھوا ہے، ھُدیٰ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے لوگ بعد از تنسیخ آیت کے منسوخ شدہ حکم کی تعمیل کر رہے ہیں کہ شراب پی کر مسجد میں نہیں جانا، لیکن شراب پئیں گے ضرور۔

اسلام کے اندر کفّار کی رعایت کفر اور ظلم ہے۔ لہٰذا اس بات سے آپ ہوشیار رہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رواداری کے بھیس میں شیطان آپ سے کفر اور ظلم کرا رہا ہے۔ آپ کو آپ کا نفس یہی سکھا رہا ہے کہ میں جو کر رہا ہوں یہ تو رواداری ہے۔ حالانکہ وہ دراصل کفر اور ظلم ہے۔ اس کی ایک جملے میں ایسی تفسیر ہے جو آپ کے قلب میں جاگزیں ہو جائے گی وہ یہ کہ ھوا کا پابند ھُدیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ھوا خواہشات کو کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے، لہٰذا اپنے نفس پر قابو رکھو۔ تزکیۂ نفس کرو۔ اور نفس کو قلب کے تابع کرو۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ جو یہود و نصاریٰ ہیں وہ تو اپنی ضد میں انکار کرتے ہیں۔ تم تو مسلمان ہو صاحبِ ایمان ہو، تم کیسے انکار کر سکتے ہو۔ اگر تم انکار کرو گے تو تم مسلمان ہی نہیں رہو گے۔ اور میں نے تو یہ بتایا تھا کہ ان کے عُلماء تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بچّوں کو پہچانتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ حق کو نہ پہچانتے ہوں۔

اس میں مفسّرین نے لکھا ہے کہ ہمارے اور سرکارِ دو عالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچاننے میں فرق ہے جس طرح میں نے تین باتیں بتائی تھیں۔

یہ جو دوسری آیات یعنی ۱۴۶، ۱۴۷ ہیں ان سے بھی کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ علم اور معرفت میں فرق ہے۔ یہود و نصاریٰ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تو تھا مگر ان کی معرفت نہیں تھی۔ علم صفات کی پہچان کرواتا ہے اور معرفت ذات کی پہچان کرواتی ہے۔ اور معرفت آتی ہے اسم ذات سے۔ اللہ اللہ اللہ۔ جب قلب ذکرِ الٰہی سے منور ہو جائے تو معرفت آجاتی ہے۔ اور معرفت ذاتِ الٰہی اور ذاتِ محمدی کا عرفان عطا فرماتی ہے۔

تو دوسرا اصول جو اس میں نکلا وہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان علم پر موقوف نہیں۔ علم تو ان کو عطا ہو گیا تھا کتاب میں اور ہر شخص انہیں پہچان سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی ذاتِ کریم ہر ایک سے ممیّز اور ممتاز ہے۔ ان جیسا تو کوئی نہیں۔ یعنی ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان آسان ہے۔ ان کے غلاموں کی پہچان آسان ہے، ان کے دشمنوں کی بھی

Marfat.com

پہچان آسان ہے۔ ان کی ذات سے جو وابستہ ہو یا نہ ہو، وہ بھی بہت آسانی سے پہچانے جاتے ہیں۔

وحی کے بعد کسی تائید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسا نہیں ہے کہ وحی آتی ہے کہ قبلہ بدل دو لیکن جب تک یہود و نصاریٰ نہ مانیں ہم نہ مانیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب اللہ کا حکم ہو گیا تو وہ قطعی اور آخری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ حق کو چھپاتے ہیں اور حق ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

تو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف چھپانا گناہ ہے، اور یہ گناہ کفر کی حد تک آپ کو لے جاتا ہے۔ اس کی تفسیر صوفیانہ ہے۔ علم ایک اضطراری ہوتا ہے اور ایک اختیاری ہوتا ہے۔ اور حسد و عناد دونوں علم کا حجاب ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننا اضطراری علم ہے۔ ان کی ہستی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے عالم کو ان کی پہچان کرا دی۔ خشک لکڑی بھی ان کے فراق میں رو رہی ہوتی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ کا وہ جلا ہوا خشک تنا جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگایا کرتے تھے، وہ رویا تھا۔ تو ان کی ہستی تو یہ ہے کہ

Marfat.com

شجر و حجر بھی ان کو پہچانتے ہیں۔ میں اپنی بات نہیں کر رہا۔ اس میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے۔

ایک کرنل نواز صاحب ہوتے تھے، ایک زمانے میں ان سے ہمارے بڑے مراسم تھے۔ میری عادت ہے کہ جب بھی میں ڈرائیو کرتا ہوں تو درود شریف پڑھتا رہتا ہوں۔ تو وہ کہتے تھے کہ قاضی صاحب جب آپ گزرتے ہیں تو یہ سارے پھول پتے درود پڑھتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نام آجائے تو سننے والوں پر درود شریف پڑھنا فرض ہو جاتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شخص سے زیادہ کنجوس کوئی نہیں جو میرا نام سنے اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔ یہ تو انسان اپنی ھوا پر عمل کرتا ہے۔ شجر و حجر تو فطری طور پر عابد ہیں، وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہیں تو درود پڑھتے ہیں۔

تو کرنل صاحب کہتے ہیں کہ آپ جب راستے میں پڑھتے جاتے ہیں "صلی اللہ علیک یا محمد" تو ساتھ ساتھ ایک کورس ہوتا ہے۔ سڑک کے دونوں طرف کے جو سارے پودے ہیں وہ بھی درود میں شامل ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ ان کو تو شجر وحجر پہچانتے ہیں۔ پھر انسان بھلا کیسے نہیں پہچانے گا۔ انسان تو ذی ہوش زیادہ ہے، ان کو تو جلی ہوئی لکڑی بھی پہچانتی ہے۔

علماء کے تین گروہ ہیں۔ ایک مقلد جو صاحبانِ علم اور صاحبانِ معرفت کے علم پر تکیہ کرتے ہیں، اور ان کی تقلید کرتے ہیں تاکہ وہ محفوظ رہیں۔ اگر ہم تک علم نہیں پہنچا اور ہم نے کوشش نہیں کی تو ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ جو صاحبانِ علم اور صاحبانِ معرفت ہیں ہم ان کے مقلد ہو کر رہیں۔

اور ایک وہ ہیں جو محقق ہیں۔ جیسے حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام جعفر صادق، امام مالک، امام شافعی (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) یہ سارے محققین ہیں۔ اور ایک اہلِ مشاہدہ جیسے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ مشاہدہ اور معرفت کے ساتھ علم حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے مرشد پاک حضرت شاہ محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے کہ علمِ کسبی سے انکار نہیں، لیکن اس سے ہمیں کچھ سروکار بھی نہیں۔ ہم تو رب کے دیئے ہوئے علم پر قلب کی

Marfat.com

طرف جھانکتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا علم دیا اور وہ آپ تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن جس شخص میں بغض اور حسد ہو وہ کبھی معرفت کا پھل نہیں کھا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ تشیع کے ہاں کوئی حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ پیدا نہیں ہوئے۔ ان کے ہاں کوئی ولی پیدا نہیں ہوا۔ اور چونکہ اُن کے بغض و حسد کی وجہ سے ان کے ہاں نہیں ہو سکتا لہٰذا ولی کی حیثیت ہی سے مُنکر ہو گئے ہیں۔ یعنی اگر ہم نہیں بن سکتے تو ہم مانتے بھی نہیں۔ یہ ضد، بُغض اور عناد ہے۔

اس سے ایک اور مسئلہ حل ہو گیا کہ عالم کے مُستَنَد تو تین ہی گروہ ہیں۔ ایک مقلّد، ایک محقق اور ایک اہلِ مشاہدہ۔ جو ان تینوں میں نہیں ہوا اس کا علم معتبر نہیں ہے۔ یعنی جو مقلد بھی نہیں، محقق بھی نہیں اور صاحبِ مشاہدہ بھی نہیں، اس کا علم معتبر نہیں۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ غیر مقلد کا علم معتبر ہو جائے۔

وہابی کیا کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد ہیں، کسی کی بات نہیں مانتے۔ تو علم تو اسی کا معتبر ہے جو مقلد ہو، کسی بزرگ کی کسی عالم کی پیروی کر رہا ہو یا خود اس نے تحقیق کی ہو۔ یا خود

Marfat.com

اس نے مشاہدہ کیا ہو، جیسے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ، جیسے حضرت شاہ عارف رحمتہ اللہ علیہ۔

یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ابنِ تیمیہ ہمارے لئے شیخ الاسلام ہیں، اس کی کوئی اہمیت نہیں، اس لئے کہ وہ نہ مقلد ہے نہ محقق اور نہ ہی اہلِ مُشاہدہ۔

تم اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی ایک شرط ہو گی۔ تزکیۂ نفس پہلے کرو۔ قلب کو ھوائے ھوس سے، حسد سے اور بُغض سے پاک کرو، اس لئے کہ یہ زہر ہے۔ یہ وہ جراثیم ہیں جو پودوں کو کھا جاتے ہیں، علم کی کونپلوں کو کھا جاتے ہیں۔ پہلے ان جراثیم سے اپنے قلب کی کھیتی کو پاک کرو، پھر وہاں علم کی کونپلیں نکلیں گی۔

اس سے ایک اور بھی اصول ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک حق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی دی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے الحق من ربك یہ رب کی طرف سے حق ہے۔ تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عین حق ہے۔

ایک اور بات یہ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو، یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ وہ بنی نوع

Marfat.com

انسان میں بُرے اور بھلے کو ممیّز فرماتے ہیں، علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جو ان پر ایمان لائے وہ بھلا ہے جو نہ لائے وہ بُرا۔

ان کی ذاتِ ذاتِ حق ہے، وہ حق کو باطل سے ممیّز کرتی ہے۔ وہ اچھے کو بُرے سے، مومن کو کافر سے اور روشنی کو اندھیرے سے علیحدہ کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان عطا فرمائے، ہمارے قلوب کو بُغض حسد اور کینے سے پاک فرمائے، ہمیں علمِ لدُنی عطا فرمائے۔ ہمارے ایمان کو تقویت عطا فرمائے۔ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں برکت عطا فرمائے، ان کی محبّت میں استغراق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین

Marfat.com

پارہ الٓمٓ سورہ بقرہ
آیات نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ
اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞ وَمِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا
يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِىْ ۗ وَ
لِاُتِمَّ نِعْمَتِىْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞

Marfat.com

ترجمہ: تو خبردار شک نہ کرنا اور ہر ایک کے لئے
توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا
ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے
نکل جائیں تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے
آئے گا۔ بے شک اللہ جو چاہے کرے اور جہاں
سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور
تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ
تمہارے کاموں سے غافل نہیں اور اے محبوب
تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو،
اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی
طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر جو
ان میں نا انصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ
سے ڈرو اور یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی نعمت
تم پر پوری کروں اور کسی طرح تم ہدایت پاؤ۔

آپ کے سامنے جو آیات پڑھی گئیں، اس کے لئے عرض
ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان قبلہ اولیٰ
یعنی مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، تو اس

وقت کے یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کو کیوں نہیں اپنایا، وہ ہمارے قبلہ کی طرف کیوں مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں؟

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ بیت اللہ شریف قبلہ بنے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کیا۔ اس لئے کہ انبیاء کی جو خواہشات ہوتی ہیں وہ رضائے الٰہی سے ہوتی ہیں۔ جب رب کسی بات پر راضی ہوتا ہے تو وہ خواہش کرتے ہیں اور جب وہ خواہش کرتے ہیں تو وہ پوری ہو جاتی ہے۔

اس طرح جب مسجد بنی سلمہ میں جسے مسجد قبلتین بھی کہتے ہیں حکم ہوا خانہ کعبہ بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کرنے کا، تو پھر اعتراض کیا گیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اپنے قبلہ سے پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے توریت اور انجیل میں اس کی اطلاع دے دی تھی ان اُمتوں کو کہ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم امام قبلتین ہوں گے۔ وہ واحد نبی ہوں گے جو دو قبلوں کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ ان کو یہ شرف حاصل ہو گا کہ قبلۂ اُولیٰ اور قبلۂ ثانی دونوں کی طرف رُخ

Marfat.com

کریں گے۔ اس لئے کہ ان کے لئے یہ بات اہم نہیں تھی کہ وہ کس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ بات اہم تھی کہ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں۔ انہوں نے اللہ کی مخلوق کے سامنے یہ ثابت کرنا تھا کہ، رضائے الٰہی عین عبادت ہے۔

جب تک رب نے کہا کہ مسجدِ اقصیٰ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو، اس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھی۔ اور جب حکم ہو گیا کہ بیت اللہ شریف کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو۔ اس کو قبلہ بناؤ، اس کو قبلہ بنا دیا، تو راضی برضائے الٰہی ہر صورت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں، یہ تو ہٹ دھرمی میں ایسا کرتے ہیں۔ یہ تو جانتے ہیں اور آپ کو بھی پہچانتے ہیں۔ اور اس بات کو بھی جانتے ہیں کہ آپ امام القبلتین ہیں۔

الذین اتینھم .... ابناءھم۔ جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی۔ یعنی یہود و نصاریٰ، یہ تبدیلیٔ قبلہ کو اس طرح جانتے اور پہچانتے ہیں جیسے کہ یہ اپنے بچّوں کو اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ ان کے لئے اس بات کو سمجھنا کوئی

Marfat.com

مشکل نہیں ہے۔ لیکن ان میں سے ایک فریق علمائے سُو کا ہے۔ وہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے اور نفس کی سرکشی کے تحت جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں۔ لہٰذا ان کی باتوں پر آپ دھیان نہ دیں۔

الحق من ربك، یہ قبلہ حق ہے اور رب کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کے اعتراضات کے جواب دیتا ہے بلکہ اس بات کی تصدیق بھی کرتا ہے کہ یہ حکم میری طرف سے ہے۔ اس پر کسی جھگڑے، کسی حُجّت اور دلیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اس کو وجۂ نزاع بناتا ہے تو وہ بد طینتی اور بدنیّتی کی وجہ سے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولكل .... خیرات ؕ ہم نے ساری اُمّتوں کے لئے، ان کے چہروں کے لئے ایک قبلہ بنا دیا ہے جس طرف وہ اپنا مُنہ کر کے عبادتِ الٰہی کرتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے الگ قبلہ ہے۔ یہود کے لئے الگ، نصاریٰ کے لئے الگ۔ ان کے لئے سمتوں کا قبلہ بنایا۔ ہم پر فضل و کرم یہ کیا کہ سمت کا پابند نہیں کیا۔ تمہارا قبلہ اگر تم مسجدِ حرام کے اندر رہو تو بیت اللہ

Marfat.com

تشریف ہے۔ اور اس کے باہر ہو تو جس سمت میں مسجد الحرام ہے اس سمت چہرہ کرنا ہے۔ ولکل وجھۃ وھو مولیھا۔ سارے چہروں کے لئے یعنی ہر اُمّت کے لئے چہروں کے لئے جو قبلہ مقرر ہے وہ اس طرف اپنا رُخ کریں، اپنا چہرہ کریں۔

فاستبقوالخیرات ہ پس نیکی میں سبقت لے جاؤ۔ ان کے کہنے میں نہ آؤ، یہ تو تمہیں اس دنیا میں گناہوں کی ذلت اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ تاکہ تمہارے قلوب اور تمہارے وجود اللہ تعالیٰ سے دُور رہیں۔ ان کی باتوں پر دھیان نہ دیا کرو، تمہارا کیا کام ہے؟ نیکی میں سبقت کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

نیکی کیا ہے؟ اطاعتِ الٰہی ہے۔ جس طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ کیا، اس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھو۔ جو ان کا قبلہ ہے وہ تمہارا قبلہ ہے۔ کعبے کا کعبہ وہ ہے اور تمہارا کعبہ بھی وہ ہے۔ تم اپنے دل کا کعبہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بناؤ۔ جب تمہارا دل میرے محبوب کی طرف ہو جائے گا، تو جدھر ان کا چہرہ ہو گا اُدھر تمہارا چہرہ ہو گا۔ اور پھر تمہیں خیراتِ حسنات میں سبقت لے جانے میں بھی مدد

Marfat.com

ملے گی۔

این ما تکونوا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ میرا حکم جو تھا وہ صرف مسجد قبلتین کی طرف نہیں تھا کہ صرف وہاں چہرہ بدل لو۔ میرا حکم جو ہے وہ زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ میرے حکم کی تحدید مکان و زمان سے نہیں ہے کہ مسجد قبلتین میں بیٹھے تو اس طرف مُنہ کر لیا بلکہ جہاں کہیں بھی ہو، جس وقت بھی ہو۔ کیا کرو؟

ایابکم اللہ جمیعًا ہ اللہ تم سب کو اپنے سامنے اکٹھا کرے گا۔ چاہے تم پاکستان میں ہو یا سعودی عرب میں، انگلینڈ میں ہو یا امریکہ میں۔ سارے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایک دن اکٹھا کرے گا، اور اس دن فضیلت ہوگی خیرات میں سبقت لے جانے والوں کی۔ جب اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا تو یہود و نصاریٰ کے علماء اور کُفّار کو سزا اس لئے ملے گی کہ ان کی اقتدا کرتے ہوئے دوسرے کُفّار نے بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اللہ سے بغاوت کی۔ شریعت محمدی پر ایمان نہیں لائے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، ان کو اس کی سزا ملے گی۔ اور جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہوں ان کو ان کی خیرات و

Marfat.com

حسنات کی جزا ملے گی۔

ان میں سے اکثر کے درجات اس لئے بلند ہوں گے، کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں جو اولیاء اللہ اور صدیقین ہوں گے، ان کی نسبت اور توجہ سے اُمتیوں کی آخرت سنورے گی۔ جس طرح سے علمائے کفر کی توجہ سے لوگوں کی آخرت بگڑی تھی، علمائے حق، صدیقین اور اولیاء اللہ کی توجہ سے لوگوں کی آخرت بنے گی۔

اور بے شک علمائے حق، صدیقین اور اولیاء اللہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہے۔ اس لئے کہ اکثر ان کی حضوری میں میرے آقا و مولیٰ قبلہ عالم غوثِ زماں شاہ افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں ہر وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سجدہ ریز رہتا ہوں۔"

ہر وقت ان کے قدموں میں سر رکھ کر میں سجدے کی حالت میں رہتا ہوں۔ میرا وجود چاہے جہاں کہیں بھی ہو میری روح سجدے میں رہتی ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے ان اللہ علی کل شیءٍ قدیرہ۔ فاستبقوا الخیرات ہ تم نیکی کی طرف دوڑو، نیکیاں کماؤ، خیرات و حسنات کرو۔ اس لئے کہ یہ

Marfat.com

عین اللہ کی قدرت میں ہے کہ تمہارے درجات میں بلندی کرے۔ تمہیں نیکی پر لگادے، تمہیں اپنے کسی محبوب کے حوالے کردے۔ تمہیں اپنے کسی در کے فقیر کے حوالے کردے تاکہ تمہاری آخرت سنور جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن حیث خرجت .... مسجد الحرامؕ

یہ میرا حکم زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ تم چاہے یہاں سے نکل کر کہیں بھی جاؤ، تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ فول وجھك۔ اپنے چہرے کو شطر المسجد الحرامؕ ۝ مسجد حرام کی طرف کرلو۔ مسجد حرام وہ ہے جس کے اندر بیت اللہ شریف ہے۔ فرمایا مسجد حرام کی طرف اپنا رُخ کرلو۔

اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا قبلہ مقرر کیا ہے، ہماری سمت نہیں مقرر کی کہ صرف جنوب کی طرف یا شمال کی طرف منہ کرکے یہود و نصاریٰ کی طرح نماز پڑھیں۔ اگر ہم پاکستان میں ہیں تو مغرب کی طرف مُنہ کریں گے اس لئے کہ مسجد حرام مغرب کی طرف ہے اور اگر امریکا میں ہوں گے تو مشرق کی طرف کریں گے۔ انگلینڈ میں ہوں گے

Marfat.com

تو جنوب مشرق کی طرف منہ کریں گے، اگر روس میں ہوں گے تو جنوب مغرب کی طرف کریں گے۔ اور اگر ساؤتھ افریقہ میں ہوں گے تو شمال مشرق کی طرف کریں گے۔

ہم نے تمہیں آزادی دی ہے۔ ہم نے تمہیں کسی ایک سمت کا پابند نہیں کیا، جس کو میرے دوست نے بنایا تھا۔ اس مبارک جگہ کا پابند کیا جس نے پہلی بار مٹی اُگلی تھی۔ اور جہاں سے مٹی حضرت جبریل علیہ السلام اٹھا لائے جس سے میں نے تمہارے بابا حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا بنایا۔ ہمیں تو اس مٹی کی عظمت تمہارے دلوں میں جاں نشین کرانی ہے جس مٹی کے پُتلے کی پیشانی میں ہم نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور رکھا تھا۔

وہ مٹی کیوں معزز ہوئی؟ وہ مٹی اس لئے معزز ہوئی کہ اس سے ہمارے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا بنا۔ اور مٹی سے جو نہ بنا وہ پیشانی بنی، اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور رکھا گیا۔ اس وجہ سے یہ جگہ معزز اور محترم ہوگئی۔ اور وہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انتہائی پسند ہے۔ پہلے میری رضا پر وہ مسجد اقصیٰ کی طرف اپنا چہرہ کر کے نماز پڑھتے تھے، لیکن دل میں میری

رضا پر خواہش رکھتے تھے کہ اس معزز جگہ کو قبلہ بنا دیں۔

لہٰذا میں نے تمہیں سمت کا پابند نہیں کیا، میں نے تمہیں قبلہ کا پابند کیا ہے۔ اور اس بات پر ڈٹے رہو قائم رہو، اس لئے کہ یہ حق بات ہے۔ اور یہ وہی حق ہے جو رب کی طرف سے آیا وما اللہ بغافل عما تعملون ہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں۔ جب تم خیرات میں سبقت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ جو تم کرو گے اس کا تمہیں انعام ملے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو اس کی تمہیں سزا ملے گی۔

تو تم یہود و نصاریٰ جیسے نہ بنو۔ تم تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ہو۔ تم جب سب اکٹھا کئے جاؤ گے تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی ہونے کے سبب میرے محبوبین اور میرے عاشقین کے غلام ہونے کی وجہ سے تم دوسری اُمتوں کے شہید بنائے جاؤ گے۔ تم ان کی گواہی دو گے۔ اس طرح تمہارا کچھ اور مشن ہے، تمہارا مقصدِ حیات کچھ اور ہے۔ لہٰذا تم استقامت سے حق پر قائم رہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے۔ وہ ہر جگہ ہے اور ہر وقت ہے، سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ تو یہی

Marfat.com

بات اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں بیان فرمائی ہے۔
ومن حیث خرجت.... الحرام۔ یہ اس آیت کا پہلا حصہ ہے، اس میں واحد کا صیغہ ہے۔ وجھك اپنے چہرے کو۔ یہ حصہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہے کہ آپ جہاں کہیں سے نکلیں۔ پہلے تو یہ تھا جہاں کہیں جائیں۔ اب یہ حکم ہے کہ جہاں کہیں سے بھی نکلیں تو اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف کر لیں۔
آیت کا اگلا حصہ ہے: وحیث ما کنتم... شطرہٗ۔ یہ جمع کا صیغہ ہے۔ تم جہاں کہیں بھی ہوا کرو پس اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف کر لیا کرو۔ پہلے اللہ نے یہ بتایا کہ یہ بات حق ہے۔ پس تم کہیں جاؤ یا کہیں سے آؤ جہاں کہیں بھی تم ہو اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف کر لیا کرو۔
یہ کیوں ضروری ہے؟ اس لئے ضروری ہے تا کہ للناس علیکم حجۃ۔ لوگوں سے جھگڑنے کے لئے تنازعہ کرنے کے لئے حجّت ہو کہ دیکھو تمہارا کیسا قبلہ ہے کہ تم یہاں ہوتے ہو تو خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہو اور کسی اور جگہ ہوتے ہو تو کسی اور طرف چہرہ کرتے ہو۔
شریعت میں ہے کہ بعض صورتوں میں اگر قبلے کی

Marfat.com

طرف چہرہ نہ بھی ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن جہاں ہو سکتا ہے، جہاں اندازہ ہو اسی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھ لیں۔ تو اس عمل کا تمہارے لئے، اُمّت کے لئے عمل کرنا کیوں ضروری ہے کہ اس میں روگردانی کرنے سے تمہارے مخالفین کو یہود و نصاریٰ کو حجّت کرنے کا موقع نہ ملے، اس لئے اس پر سختی سے عمل کرو۔

کچھ لوگ ایسے ہیں کہ آپ کچھ بھی کہیں، رب کی طرف سے آئی ہوئی دلیلیں بھی بتا دیں۔ پھر بھی وہ تنازعہ اور فتنہ و فساد کریں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوا ہے۔ کفر اور طغیانی سے اور بغاوت سے ان کے لئے حجت کی گنجائش نہیں رہے گی۔ اتمامِ حُجّت ہو جائے گا۔ لیکن جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوا ہے یہ گنہگار لوگ ہیں۔

الا الذین ظلموا منہم۔ کسی کے پاس حُجّت نہیں رہے گی۔ اتمام حُجّت ہو جائے گا۔ لیکن جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوا ہے کفر اور طغیانی سے اور بغاوت سے ان کے لئے حجت کی گنجائش نہیں رہے گی۔

یاد رکھو کہ مومن کا ایک رب ہے، جو اس ایک رب

Marfat.com

سے نہیں ڈرتے، ان کو سو خداؤں سے ڈرنا پڑتا ہے۔

؎ وہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلاتخشوھم۔ پس ان سے نہ ڈرو۔ تو یہود و نصاریٰ کیا کہتے ہیں، وہ کتنے زبردست ہیں کتنے اثر و رسوخ والے ہیں سب گمراہ ہیں، پس نہ ڈرو ان سے۔

"واخشونی" میں تمہارا رب ہوں مجھ سے ڈرو۔ اگر خشیت کسی کی جائز ہے تو رب ذوالجلال والاکرام کی۔ غیر اللہ کی خشیت جائز نہیں ہے۔ مجھ سے ڈرو، خیرات میں حسنات کرو۔ اس لئے کہ تم سب اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اور کیوں مجھ سے ڈرو۔ ولاتم نعمتی علیکم۔ کہ میں تم پر نعمت مکمل کر دوں، اپنا فضل پورا کر دوں۔ اگر تم مجھ سے ڈرو گے میری اطاعت کرو گے، میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قلب کا قبلہ بناؤ گے، تو میں تم پر اپنے فضل و کرم کا اتمام کر دوں گا۔ تمہیں میں نعمتوں سے نواز دوں گا۔ ولعلکم تہتدون ہ اور تم ہدایت پا جاؤ گے۔

قل ان ھدی اللہ ھوالھدیٰ ط کہہ دو کہ ہدایت

Marfat.com

وہی ہے جو رب کی طرف سے ہے۔ یہ جو یہود و نصاریٰ کہتے ہیں یہ گمراہی ہے۔ تو خشیت الٰہی ذریعہ ہے اتمام نعمت کا۔ تکمیلِ نعمت کا، معراج فضل و کرم کا۔ اللہ تعالیٰ یہ وعدہ فرماتا ہے تم میری اطاعت کرو۔ تم مجھ سے ڈرو گے اور کسی اور سے نہ ڈرو گے تو میں تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام کر دوں گا۔ تمہیں مالا مال کر دوں گا، نہ صرف یہ کہ تم نعمتوں سے مالا مال ہو جاؤ گے بلکہ تم ہدایت یافتہ بھی ہو جاؤ گے۔

ہدایت یافتہ کون لوگ ہوتے ہیں؟ اھدنا الصراط .... علیھم۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھا ہوا ہے اتمم نعمتی علیکم۔ مجھے وہ راستہ عطا فرما دے جس پر چل کر میں ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ جن پر تیری نعمتیں نازل ہوئیں۔ جن پر تیرا فضل و کرم ہوا ہے۔

ان آیات کا پہلا تعلق تو یہ تھا کہ پہلے تبدیلیٔ قبلہ کی حکمت بیان کی گئی۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہر ملت کا ایک قبلہ مقرر ہے۔ یہ بھی اللہ بتا رہا ہے کہ آپ کچھ بھی کر لیں، یہ اہلِ کتاب تو کبھی نہیں مانیں گے۔ ہر ایک قوم کی توجہ الگ الگ چیزوں پر ہے۔ وہ کیسے بتائیں گے، اس دنیا میں تو نہیں بتا سکتے، ہاں قیامت کے دن میرے سامنے سب اکٹھے

کئے جاؤ گے۔ لہٰذا ہر نسل کا رُخ الگ الگ ہے، اس لئے نسل کا رُخ نہیں بدلتا۔

جس کو ہدایت مل جاتی ہے، اس کا قبلہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تم اطاعتِ الٰہی کرو۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قبلہ مانو، جس وہ قبلہ کہیں اس کو تم اپنا قبلہ کہو۔ سردارانِ کُفّار اپنے مُریدین کفر کی سزا پائیں گے۔ مشائخ و علماء اپنے معتقدین کے ذریعے مراتب پائیں گے۔ تب کسی صدیق، کسی ولی کے معتقدین نیکی میں سبقت لے جائیں گے۔ تو ان کے اعمال کا انعام ان کے مرشد کو بھی ملے گا۔ اس طرح مُرشد کے فضل و کرم سے ان کے مریدین اور معتقدین قیامت کے دن فوز و فلاح پائیں گے۔ اور ناقص لوگ کاملین کی برکت سے کامل ہو جائیں گے۔ اور ان بکھرے ہوئے لوگوں کا ناقصوں کو کاملوں کے ساتھ اکٹھا کرنا، ان لوگوں کے ساتھ اکٹھا کرنا جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نعمتیں پوری کی گئی ہیں یہ رب کا کام ہے۔

اس کی جو پہلی آیت میں نے پڑھی تھی اس کے کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ فاستبقوا الخیراتط دینیات میں آگے بڑھنا افضل عمل ہے، دین کی باتوں میں

Marfat.com

آگے بڑھنا افضل عمل ہے اور مسلمانوں کی سمت جُدا جُدا ہیں اور قبلہ ایک ہے۔ لہٰذا طریقت میں سلسلے جُدا جُدا ہیں کسی کے ہاں ذکرِ خفی ہے، جیسے نقشبندی، اور کسی کے ہاں ذکرِ جہر ہے جیسے قادریہ سلسلہ اور کہیں ذکرِ خفی بھی ہے اور ذکرِ جہر بھی ہے۔ لیکن وجد بھی ہے جیسے سلسلہ چشتیہ۔ تو طریقت میں بھی سلسلے الگ الگ، مُرشد الگ الگ، دل ذاتِ الٰہی اور ذاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سجدہ ریز۔ اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ رب ذوالجلال والاکرام ہے۔ اور اہلِ طریقت کا قبلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ازل سے اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے جو کچھ رکھ دیا اسے اسی کی طرف راغب کر دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتیوں میں سے کچھ کو اپنا دوست اور ولی بنایا۔ وہ رب کی طرف اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دل وجان سے راغب ہو گئے۔ جو کُفّار ہیں وہ باطل کی طرف راغب ہو گئے۔ جو عام مسلمان ہیں وہ جنّت و دوزخ، عذاب و ثواب کی طرف راغب ہو گئے۔ ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے ازل سے جو لکھ دیا ہے، اسی طرح سے دنیا میں عمل ہوگا

Marfat.com

ایمان اور اعمالِ صالح یہ بھی بذاتِ خود بہت بڑی نعمت ہیں لیکن اس سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالح اور شریعت کے ساتھ طریقت بھی ہو تاکہ دل کا قبلہ درست ہو جائے۔

ہر کام میں رضائے الٰہی تلاش کرنا چاہیئے، جس طرح قبلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رضائے الٰہی کے لئے تم کو ایسا کرنا ہے۔ دُنیاوی حرص بُری چیز ہے، لیکن دینی حرص اچھی چیز ہے فاستبقوالخیرات۔

قیامت میں سب اُمّتیں اکٹھی ہوں گی۔ سب اُمّتوں کی گواہی ہم دیں گے۔ ہماری گواہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ گویا تم حسنات میں سبقت لے جاؤ۔ تاکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ جب وہ گواہی دے رہے ہوں تو کہیں ان کو یہ کہنا پڑے، کہ ہاں اے رب یہ میری اُمّت میں ضرور تھا لیکن نیکیوں میں پیچھے تھا۔ انہیں یہ سرخروئی ہو کہ ان کے اُمّتی حسنات میں، اعمالِ صالح میں سبقت لے جائیں۔ اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

یہ دوسری آیت جو ۱۴۹ ویں تھی۔ فرمایا تم جہاں کہیں بھی

Marfat.com

ہو جس جگہ بھی ہو مسجد حرام کی طرف چہرہ کرو اس لئے کہ تم کو اٹھایا بھی اسی طرح جائے گا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے، ایک ہی طرف نہیں اکٹھا کیا جائے گا میرے رُوبرو۔

تو اس سے کچھ اصول بنے، کہ اہلِ کتاب کی تو سمت مقرر ہے لیکن مُشرک و کافر کی نہ سمت ہے نہ قبلہ۔ اور اہلِ ایمان کا قبلہ مقرر ہے سمت نہیں۔

جو آخری آیت ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ کفار کے اعتراضات کی پروانہ کرو، اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو، تاکہ تم پر اس کی نعمتیں پُوری کر دی جائیں۔ پہلے مکان کے لحاظ سے اعلان کیا گیا تھا کہ جہاں کہیں بھی ہو مسجدِ حرام کی طرف اپنا رُخ کرو۔ اب اللہ تعالیٰ نے زمان کی طرف سے بھی اعلان کر دیا کہ جس وقت بھی ہو جہاں کہیں بھی ہو تم اس کی طرف اپنا چہرہ کرو۔ حکم تھا حضر میں تو مسجد حرام میں ہو تو بیت اللہ شریف کی طرف چہرہ کرو۔ اب سفر کا بھی حکم ہو گیا کہ جہاں کہیں بھی ہو مسجد حرام کی طرف چہرہ کرو۔ تو پہلے حضر میں اب سفر میں بھی وہی قبلہ ہو گیا۔ اور ہر جگہ قبلہ رُخ مُنہ کر کے نماز پڑھنا ہے۔

چار صورتوں میں غیر قبلہ کی طرف نماز ادا ہو جاتی ہے پہلی

Marfat.com

صُورت یہ کہ آپ جنگل میں ہوں یا اندھیرے میں ہوں جہاں آپ کو قبلہ کی سمت کا تعین نہ ہو سکے تو نیت کر کے کہ آپ قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہوئے ہیں، جس سمت میں بھی کھڑے ہو جائیں آپ کی نماز ادا ہو جائے گی۔ اس لئے کہ قلبی طور پر اپنے کو آپ نے قبلہ کی طرف مُنہ کر لیا ہے۔ اگرچہ چہرے کو سمت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے قبلہ کی طرف نہیں کر سکے۔

دوسرا یہ کہ مسافر جب سواری پر چڑھے تو اپنے چہرے کو ایک دفعہ قبلہ کی طرف کر لے۔ اس کے بعد وہ سواری پر بیٹھے ہوئے چاہے سواری جس طرف بھی لے جائے۔ جیسے جہاز میں سفر کرتے ہیں آپ کی نماز ادا ہو جائے گی۔ چاہے مشرق کی طرف جا رہا ہو یا مغرب کی طرف جا رہا ہو۔

ایک صورت یہ ہے کہ حالتِ جنگ میں جہاں دشمن کے حملے کا خطرہ ہو کہ قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کھڑے تو دشمن مار ڈالے گا۔ اس صورت میں دل اپنا قبلہ کی طرف کر لیں تو نماز حالتِ جنگ میں بھی ہو جائے گی اگرچہ آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف نہ ہو۔

اسی طرح جنگ میں جب آپ (Retreat) کر رہے

Marfat.com

یا پسپا ہو رہے ہوں۔ (اللہ تعالیٰ ایسا موقع نہ لائے) لیکن اکثر جنگ میں ایسا ہو سکتا ہے۔ تو جنگ میں اگر آپ رکیں یا آپ کا چہرہ بدلے تو اسلامی لشکر کو نقصان ہو گا تو اس حالت میں بھی آپ دل سے قبلہ مان کر کے جس طرف بھی نماز پڑھ لیں تو بھی نماز ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی طرف متوجہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب و رُوح کا قبلہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ذاتِ پُرانوار کی طرف کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی میں سبقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم اور نعمتیں ہم پر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مُرشد کی برکت سے ہمیں قیامت کے دن کامیاب و کامران فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعمالِ صالح کے معاملے میں یعنی فاستبقوا الخیرات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سُرخرو کرے۔

واخر دعوانا عن الحمد للہ

رب العالمین ٥

Marfat.com

سورۃ بقرہ پ ۲

آیات ۱۵۰ تا ۱۵۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه ۝

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا
وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ
عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ
رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ
يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ؕ

Marfat.com

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اور اے محبوب تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اُسی کی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجّت نہ رہے مگر جو اُن میں ناانصافی کریں تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور کسی طرح تم ہدایت پاؤ جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

میں نے جو آیات تلاوت کی ہیں وہ ۱۵۰ سے لے کر ۱۵۲ ویں آیات ہیں سورۂ بقرہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا جو حکم تبدیلیٔ قبلہ کے لئے تھا، یعنی بیت اللہ شریف جو تمہارے لئے قبلہ بنا دیا گیا ہے، وہ ہمیشہ کے لئے ہے اور ہر جگہ کے لئے ہے۔ تم جہاں بھی جاؤ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھو۔ جہاں کہیں بھی رہو جس وقت بھی رہو اپنے چہرہ کو اسی قبلہ کی طرف رکھو۔

اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلے پر کوئی حجت کی، کسی بحث کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اس لئے کہ جو اللہ کے بندے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر بحث نہیں کرتے، یہ بحث صرف ان کے لئے محدود ہو کر رہ جائے گی، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور وہ حق کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ایسے لوگوں سے جو حق سے جھگڑتے ہیں ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے لئے تو صرف ایک ذات ہے جس سے تم خشیت رکھو وہ میری ذات ہے۔ اور تمہاری اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ تاکہ میں اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دوں اور تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ، اور فوز و فلاح کے راستے پر لگ جاؤ۔

اگلی آیت جو ہے اس میں تین آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں، اس کا تعلق پچھلی آیات سے یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف ایک ہی نعمت نہیں تھی قبلہ کی، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا، جو تمہیں عطا کر دیا گیا تھا، تا قیامت۔ بلکہ اور بھی نعمتیں میں نے تمہیں دی ہیں۔

تم میں اور پچھلی اُمتوں میں فرق یہ ہے کہ اسے تو میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ تم میری نعمتوں کو یاد رکھو۔ بنی اسرائیل سے میں نے کہا تھا میری نعمتوں کو تم یاد رکھو۔ لیکن وہ میری نعمتوں کو بھی یاد نہیں رکھ سکے۔ تم تمام اُمتوں کے امام ہو، تو ان نعمتوں کے پسِ پردہ میری ہستی کو دیکھو، میرا عرفان حاصل کرو، اور تم نعمتوں کو نہ دیکھو، مُنعِم کو دیکھو، نعمت عطا کرنے والے کو دیکھو۔ مُنعِم کو یاد کرو۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ نعمتوں کا دوبارہ اجراء مومنین اور صالحین کی صورت میں کیا ہے کہ نعمت دینے والے کو یاد رکھیں۔ دوسری بات کیا کریں کہ شکر ادا کریں، تیسری بات یہ کہ صبر کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اور صالحین کو، اور اُمتوں کے جو امام ہیں، اس اُمت کو یہ حکم دیا ہے کہ تم نعمت دینے والے کو یاد رکھو۔ مجھے یاد رکھو، مجھ سے ایک براہِ راست

Marfat.com

قلبی و روحانی تعلق قائم کرو اور میرا شکر ادا کرو۔

اور جب مشکلیں آئیں، نعمتوں میں کمی بیشی ہو تو تم بجائے مجھے بھولنے کے، مجھ سے جھگڑنے کے، ناشکری کرنے کے صبر کیا کرو، اس لئے کہ میں تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نہ صرف یہ نعمت تمہیں عطا کی، بلکہ پہلے بھی نعمتیں عطا کیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو دُعا تھی، اُس دُعا کی ایجاب کا حوالہ دیتا ہے۔ آپ نے کیوں دُعا کی تھی؟ وہ دُعائے خلیل یہ ۱۲۹، آیت تھی۔ اس میں آپ نے دُعا کی تھی: ربنا وابعث فیھم .... ویزکیھم ؕ

اے میرے رب! میری جو جماعت مسلمانوں کی ہو گی وہ صاحبانِ ایمان ہو گی، میرے دین پر چلے گی، انہیں میں سے ایک نبی پیدا کرنا، رسول پیدا کرنا، جو کہ انہیں آپ کا کلام پڑھ کر سنائے، تلاوت کرنا سکھائے، اس کتاب کی شریعت سکھائے اور اُن کا تزکیۂ نفس کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا جب ذکر کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری دُعائیں ان کے تمام عناصر کے ساتھ تمہارے لئے قبول کر لیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ایک اور انعام بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کما ارسلنا فیکم

Marfat.com

رسول منکم ... میں نے یہ نعمتیں تمہیں دینے کا وعدہ کیا ہے، تم اطاعت کروگے میری تو میں تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دُوں گا۔ اور میں تم کو ہدایت دُوں گا۔

میں ایسی نعمتیں تم کو پہلے بھی دے چُکا ہوں۔ تمہیں پہلے بھی میں نے تم میں سے ایک رسول بھیجا، تاکہ اس رسول پر تم جھگڑو نہیں۔ وہ تمہارا اپنا ہے، تم اس کو پہچان سکو، اس کی اطاعت کر سکو، تاکہ وہ میری آیتیں تلاوت کرنا اور اس کا پڑھنا تمہیں سکھائے" ویزکیھمْ" اپنے فیضِ نظر سے تمہارا تزکیۂ نفس کرے۔ تمہاری رُوح اور تمہارے قلب کو پاکیزہ کرے، تمہارے قلب کو میرا گھر بنائے۔ ویعلمکم الکتاب اور تمہیں قرآن سکھائے، قرآن ہماری کتاب اتنی آسان نہیں ہے کہ جسے لوگ اپنے طور پر سیکھ لیں۔

اس کے لئے ایک معلم چاہیئے، وہ معلم جس جیسا آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا اور نہ ہو گا۔ جو علم میں میرے بعد سب سے زیادہ بزرگ ہے۔ جو درجات میں میرے بعد سب سے بڑا، ایسا ایک معلم چاہیئے "والحکمۃ" اور اس کی حکمت سکھائے، کلام پاک بھی پڑھائے، شریعت بھی سکھائے اور اس کی حکمت بھی سکھائے۔ اور اس کے علاوہ ایک اور احسان یہ کرے جس کا

ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں نہیں کیا تھا۔ یہ ایک اور نعمت ہے: ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ۝ اور تم کو وہ کچھ سکھایا جو تم نہیں حاصل کر سکتے تھے۔

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اب کلام پاک آگیا، اب ہم دین سمجھ سکتے ہیں۔ نہیں سمجھ سکتے، جب تک کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، اعمال اور اسوۂ حسنہ کو نہیں سمجھ سکیں گے، ان کی حدیث کو، اور ان کی ذات کو نہیں سمجھیں گے، اس وقت تک وہ شریعت اور اس کی حکمت کو نہیں سمجھ سکتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون ۝ اب میں نے تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں، کیا کیا احسان میں نے تم پر نہیں کئے۔ اب تم میرا ذکر کرو، اب تم مجھے یاد رکھو۔

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میری نعمتوں کو یاد رکھو، وہ تو تمہیں تمہاری یاد دہانے کے لئے ہے کہ کوئی ایسا سخی ہے جو یہ نعمتیں تمہیں عطا کرتا ہے۔ اس نعمت عطا کرنے والے کو یاد رکھو۔ اس سے اپنا رابطہ اور جس طریقے سے تم مجھے یاد کرو گے اس سے بہتر طریقے سے میں یاد کروں گا، تم جی ہی جی میں خاموشی سے مجھے یاد کرو گے۔ میں بھی یاد کروں گا۔

لیکن فرق کیا ہے؟ کہ تمہارا وجود خاکی ہے، میرا وجود

نُوری ہے۔ جب تم مجھے یاد کرتے ہو تو تمہارا خاکی وجود یاد کرتا ہے، جب میں تمہیں یاد کرتا ہوں تو میرا نُوری وجود تمہیں یاد کرتا ہے۔ تو نوری یاد میں اور خاکی یاد میں بہت فرق ہے۔

کتنی بڑی نعمت تمہیں مل گئی۔ تم اپنے جیسے کمزوروں میں، خطا کاروں اور عاجزوں میں میرا ذکر کرو گے محفل میں۔ تو میں بھی تمہارا ذکر کروں گا۔ لیکن میری محفل میں ملائکۃ المقربین ہوتے ہیں۔ انبیاء ہوتے ہیں، رُسل ہوتے ہیں، میں اس محفل میں تمہارا ذکر کروں گا۔ تو دیکھو میرے اس بندے نے آپس میں بیٹھ کر، محفل سجا کر مجھے یاد کرتے ہیں، میرا ذکر کرتے ہیں۔ اور ذکر کیا ہے؛ اس کی ذات کا ذکر ہے، اس کی صفات اور کلام کا ذکر ہے۔ اس کے احکام اور نعمتوں کا ذکر ہے۔ ہر بہانے ہر عنوان سے اس کی ذات کو یاد رکھنا ہے۔ اب دراصل تمہارا شُکر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ شُکر ہے نعمتوں کا، تو اس کو تم یاد رکھو، یاد سے غافل ہو گے تو وہ ناشکری ہو گی۔

یاد رکھو کہ میں نے ایسا محبوب تم میں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جس پر سارا عالم، ساری کائنات ہمیشہ فخر کرے گی۔ اتنی بڑی نعمت تمہیں عطا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے خلق کے رُسلِ مطلق ہیں، سارے خلق کے۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ اللعالمین؀

Marfat.com

کہ آپ تمام عالم میں جتنی بھی مخلوقات ہیں ان سب کے لئے رحمت ہیں۔ جتنی بھی دُنیائیں ہیں، ایک عَالم نہیں ہے، اس میں تمام مخلوق کے لئے وہ رسُولِ مطلق ہیں۔

میں نے پہلے قبلہ کا ذکر کیا، تو قبلہ سے پہلے اپنے دوست کا ذکر کیا، بانیٔ خانہ کعبہ کا ذکر کیا، معمارِ کعبہ کا ذکر کیا، اس کے بعد بیت اللہ شریف کا ذکر کیا۔ تو وہ کتنی بڑی نعمت تمہارے لئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بطورِ نعمت کے کیوں ذکر کیا؟ اس لئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس دنیا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ ساری دنیا کی نعمتیں انہی کے طفیل ہیں: لولاك لَمَا خلقت الافلاك ہ "اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ نہیں ہوتا جذبۂ گُل کو بے کلی ہوتی، کس کو کہتا وہ طٰہٰ، یٰسین، پھر کہاں ایسی عاشقی ہوتی"۔

تیسری بات یہ کہ نعمت کا جب صحیح استعمال ہو تب ہی اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ ویسے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل ترین نعمت ہیں، اس نعمت کا فیض تم پر اسی وقت ہوگا جب تم اس کی قدر کروگے۔ اور ان سے اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ محبت کروگے۔ ان کا ادب کروگے، ان کی اطاعت اور

Marfat.com

اتباع کرو گے۔ اور میرا شکرادا کرتے رہو گے اور میرا ذکر کرتے رہو گے۔ تو اگر نعمت کا صحیح استعمال ہو تو یہ رحمت ہے اور اگر غلط استعمال کرو تو یہ زحمت ہے۔ اس زبان سے آپ لوگوں کے زخموں پر پھایا بھی رکھ سکتے ہیں، اسی زبان سے زخموں پر نمک بھی چھڑک سکتے ہیں، زبان اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ اور یہ نعمت اتنی عظیم ہے کہ ہمارا اپنا وجود، ہماری اُنگلیاں، ہمارے ہاتھ پیر قیامت کے دن ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔

لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات، وہ اپنی رحمتوں سے ہمارے گناہوں کو ڈھانپ لیں گے اور ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ اس آیتِ مُبارکہ سے یہ پتہ لگا کہ صرف تلاوت ضروری نہیں ہے۔ تلاوت کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے، اور عمل سے قبل باطنی طہارت بھی ضروری ہے۔ اگر ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ کریم لے لیا، جزدان میں رکھ دیا، چُوم لیا، سر پہ رکھ لیا اور ذاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی رشتہ غلامی کا قائم نہ کیا، محبّت کا، ادب کا اور قلب کو اور اپنے وجود کو پاک وصاف نہیں کیا تو ہمارے لئے وہ قرآن پاک کوئی باعثِ فیض نہیں ہوگا۔ وہ تو اتنی پاک چیز ہے کہ اس کو ہم بغیر وضو کے چھُو نہیں سکتے، تو اس کا فیض ناپاک وجود میں نہیں جا سکتا۔

Marfat.com

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نہ صرف تلاوت سکھائی، بلکہ حکمتِ دین اور حکمتِ قرآن بھی سکھائی ۔ وہ کچھ سکھایا جو کہ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا ۔ اور ان کا تزکیۂ نفس کیا ۔ اب سلسلہ بہ سلسلہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان، اللہ کی مخلوق کا تزکیۂ نفس کرتے رہیں گے ۔

ان آیاتِ کریمہ سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ صرف قرآن کریم کے ان الفاظ سے دین واضح نہیں ہو سکتا ۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تلاوت کی بات فرماتا ۔ لیکن اس نے علم کتاب کی کوئی بات کی اور حکمت کتاب کی بات کی اور ان نعمتوں کی بھی بات کی جو ہمیں سوائے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کے اور کسی طریقے سے نہیں پہنچ سکتی تھیں ۔

لہٰذا کلام پاک کے علم کے ساتھ علم الکتاب کے ساتھ علم الحدیث اور علم فقہ بھی ضروری ہے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم غیبی عطا فرمائے ۔ وہ اپنی اُمت میں ہر شخص کی تمام باتیں جانتے تھے ۔ انہوں نے وہ کچھ صحابہ کرام کو سکھایا جو تم کو کبھی معلوم نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ ہمیں سکھایا، اس میں سے کچھ ہمیں یاد رہا، جن پر پردہ مقصود تھا، وہ ہمیں یاد نہیں رہا ۔ لیکن یہاں تک

معلم کا تعلق ہے، اسے سب کچھ پتہ تھا۔ اور اس نے سب کچھ ہم تک پہنچا دیا۔

تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے ہمیں قیامت تک کے تمام چھوٹے بڑے راز بتا دیئے اور جو یاد رہا وہ رہا، جو بھولے سو بھولے۔ بنی اسرائیل کی طرح سے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ توریت کو پکڑ لو اور اس پر عمل کرو، اس کی اطاعت کرو، یہ مشکل کتاب تھی۔ حکمت والی کتاب تھی، اس میں تمام نظام کی حکمت پوشیدہ ہے۔ اس کتاب کو کوئی نبی اور رسول نہیں سکھا سکتا۔ اس لئے یہ پہلے نازل نہیں ہوئی۔ اس کے لئے نبیوں کا ایک سردار چاہیئے تھا، رسولوں کا سید چاہیئے تھا۔ سید الانبیاء چاہیئے تھا۔ سید الانام چاہیئے تھا۔ اور کوئی ایسی ہستی چاہیئے تھی جس کے متعلق سب لوگ برملا کہیں کہ ؎

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

لہٰذا اس کی تعلیم کے لئے، اس کی حکمت سکھانے کے لئے' اس کا فلسفہ سکھانے کے لئے تمام نبیوں کے سردار کی ضرورت تھی۔

ساری خبریں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں: او تیتم الا قلیلاً نبیوں کو اس نے تھوڑی خبریں، تھوڑا سا علم دیا، تاکہ وہ اپنی مخلوق تک پہنچائیں۔ اس علیم و بصیر کی صحبت میں وہ نُور کروڑوں سال رہا۔ جب اس صحبت سے فیض یافتہ ہو گیا اور اس کے جلال و جمال

Marfat.com

کو اپنی ذات میں جذب کر لیا، اس کے علم کو اپنی ذات میں جذب کر لیا، تو پھر وہ بشری لبادے میں اس دنیا میں بھیجے گئے تاکہ لگیں تو ہم جیسے لیکن تھے نہیں ہم جیسے۔ انہیں تو ہمارا معلم بنا کر بھیجا گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مومن کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہیں۔

یاد رکھیں کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جیسے پہلے انبیاء گزرے ہیں، کہیں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایسا کیا۔ میری اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اطاعت کرو۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت اور شانِ عظمت ایسی ہے کہ اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے منسوب کیا۔ میں نے اور میرے نبی نے تمہارے ساتھ یہ کیا، میری اور میرے نبی کی اطاعت کرو، میرے نبی کے ہاتھ پر بیعت کرو گے تو میرے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔ میرے نبی نے جو کنکریاں پھینکیں وہ دراصل میں نے پھینکیں۔

اس میں اُمت کے لئے کیا درس ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ کے کام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب کرنا اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود بہت سارے اعمال کو اللہ اور رسُول دونوں سے منسوب کرتا ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ اب قرآن آپ کو دے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے۔ اب

Marfat.com

ان کا کوئی رول نہیں ہے۔ آپ خود کلام پاک پڑھیں۔ یہ گمراہ لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی ہدایت ان کی دی ہوئی حکمت اور ان کے نور سے اپنے قلب کا اور اپنے باطن کا تزکیہ، یہ ایک ایسا عمل ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ ؎

بامصطفٰے خویش را کہ دیں ہمہ اوست !

ہاں، چونکہ تلاوتِ کلام پاک آپ کو نبی نے سکھایا، تو یہ بذاتِ خود ایک نیک عمل ہے۔ وہ لوگ نا سمجھ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ صرف تلاوتِ قرآن پاک کوئی کارِ ثواب نہیں، اس کا عمل بھی ضروری ہے۔ لیکن چونکہ اللہ کا کلام ہے، اس کی نسبت اللہ کی ذات پاک ہے، تو اس کلام کو پڑھنا بذاتِ خود کارِ ثواب ہے، اگرچہ اس کے الفاظ بھی سمجھ میں نہ آئیں۔ جو عربی نہیں جانتے وہ بھی تلاوت کریں، تو ان کے لئے کارِ ثواب ہے۔

ہاں، ہم سب پر لازم ہوتا ہے کہ وہ نعمت جو اللہ نے ہمیں دی ہے اس کو پہچانیں تو سہی، اس کو جانیں تو سہی، اس کے لئے ترجمے سے پڑھنا، یا اس طرح کے درس کی محفلوں میں آنا اور اس کا ذکر کرنا، اس پہ تدبر کرنا، اس پر تفکر کرنا ہمارا فرض ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام صحابہ کرام پاک وطیّب

ہیں۔ اس لئے کہ اس کی سند اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

ویزکیکم ۃ اور پاک کیا انہوں نے تم کو۔ اگلی آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے شکر کے ذکر کا تذکرہ کیا ہے ذکر بہترین عبادت ہے، اس کے کچھ فضائل ہیں۔ اور یہ بھی ذکر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

نزلنا الذکرۃ ہم نے ذکر نازل کیا اور

نحن لہ لحافظون ۃ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

تو فرشتے اللہ کا ذکر کرنے والوں کو پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں۔ اپنے نورانی وجود میں ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور جب فرشتے انہیں اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں، تو رحمت ان کو محیط کر لیتی ہے۔ چاروں طرف ان کے رحمت ہوتی ہے اور پھر اس کے دو نتیجے نکلتے ہیں۔ اس رحمت کی وجہ سے ان کے قلب کو سکون نصیب ہوتا ہے: علی بذکر اللہ نطمئن القلوب ۃ اور ملائکہ میں ان کا ذکر ہوتا ہے، فرشتے جا کے کہتے ہیں کہ آج ہم نے ایک ایسی جماعت پائی ہے۔

ذکر ایک نفلی عبادت ہے، اس عبادت کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہے۔

Marfat.com

جیسے آج ذکر نفل ہے، جب آپ نفلی عبادت اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں تو آپ محبوبِ رب بن جاتے ہیں۔ شانِ محبوبیت آپ میں آجاتی ہے۔ آپ رب کے کان بن جاتے ہیں، اس سے سُنتے ہیں۔ یہ جو کان کثیف ہے، جو دیوار کے پیچھے کی بات بھی نہیں سُن سکتا، اب ہم اس کے محتاج نہیں ہیں۔ رب کے کان سے سُنتے ہیں۔

اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز جو مسجد نبوی سے دی جاتی ہے وہ میدانِ جنگ میں سُن لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا کان بن جاتے ہیں، اس سے سُنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آنکھ بن جاتے ہیں اس سے دیکھتے ہیں۔ جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میدانِ جنگ میں مسلمان فوج کی نازک صورتِ حال دیکھ لی تھی۔

اور ان کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بن جاتے ہیں۔ اس کے دستِ قدرت سے اپنا تصور کرتے ہیں۔ کرامات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا پَیر بن جاتے ہیں، اس پَیر سے پروازیں کرتے ہیں جہاں جی چاہتا ہے چلے جاتے ہیں۔ یعنی ذاکرین جو ہیں وہ ربانی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں۔

جب آپ کو اللہ تعالیٰ کی سماعت مل گئی، اس کی بصارت مل گئی، اس کا دستِ قدرت مل گیا، اس کے پَیر مل گئے، تو

آپ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت سے ربّانی قوتوں کے حامل ہو گئے۔ اور صاحبانِ کرامت ہو گئے۔ یہ بہتر عمل ہے اس لئے تمام بزرگوں نے کہا ہے کہ ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھو۔ اسی حالت میں دُنیا میں رہیں اور اسی حالت میں دُنیا سے جائیں جیسے کہ ہمارے دو عارفی بھائی ڈاکٹر عبدالستار سعید صاحب تھے جن کی رُوح اللہ اللہ کرتے ہوئے پرواز ہو گئی۔ اسی طرح مشکور صاحب کا جب انتقال ہوا تو انہوں نے ذکر شروع کر دیا۔ تو یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس دنیا میں بھی زبان ذکر سے تر رہے اور اس ذکر کی حالت میں رُوح پرواز ہو۔

احمد الرمزی نے اس کے فضائل بیان کئے ہیں کہ ذکر کی جو محفلیں ہیں انہیں اللہ تعالیٰ جنت کے باغ کا ایک حصہ بنا دیتا ہے۔ جتنی دیر آپ ذکر کی محفل میں ہوتے ہیں، اتنی دیر آپ کو اتنا ہی روحانی فیض ملتا ہے۔ جیسا کہ آپ جنت میں اس روحانی ماحول میں رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ذکر سے نہ بھاگو، اس لئے کہ ذکر سے بھاگنے والوں کے قلوب پر میں ایک شیطان مقرر کر دیتا ہوں۔ کیوں؟ اس لئے کہ شیطان کی خصلت ہے کہ وہ مومنین کے دل سے چمٹنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ فیض کو روک سکے۔ ظاہر ہے

Marfat.com

کہ جہاں ایسی نجس چیز چمٹی ہوئی ہو تو وہاں اللہ کا نور کہاں سے آئے گا۔ لیکن جب انسان ذکر کرنا شروع کردیتا ہے تو وہ شیطان بھاگ جاتا ہے۔ پھر ارواح کے نزول کے لئے ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔

اللہ کا ذکر، اللہ کو یاد کرنا، اللہ کی پناہ مانگنا اور ذکر سے شیطان بھاگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ اعراف کی جو دوسویں آیت ہے اس میں فرماتا ہے۔ واما ینزغنك..... علیمٌ تمہارے دل میں جب وسوسے آئیں شیطان سے، جیساکہ وسوسہ آتا ہے، تو اللہ کی پناہ مانگو۔ اللہ کی پناہ مانگنا کیا اس کو یاد کرنا، اس کو مدد کے لئے پکارنا۔

اللہ کی پناہ مانگو، وہ شیطان بھاگ جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ البصیر بھی ہے، دیکھ بھی رہا ہے کہ یہ کون ہے جو مجھے یاد کررہا ہے؛ وہ علم والا ہے، یہ جانتا بھی ہے، وہ تمہاری مدد کو پہنچ جاتا ہے، اور شیطان سے تمہیں نجات دلاتا ہے۔

اکثر مخلوق تو غافل ہوتی ہے۔ لیکن ذاکرین جو ہیں وہ بیدار ہیں، ذاکرین وہ ہستی ہیں جن کے قلب بھی بیدار ہیں، جن کے ذہن بھی بیدار ہیں۔ ان کی حیثیت ایسی ہے جیسے کہ آرمی میں کمانڈر ہوتے ہیں۔ وہ ایسے ہی ہیں جیسے سوکھے درخت میں ہری شاخ

Marfat.com

نکلتی ہے۔ وہ ایسے ہیں جیسے اندھیروں میں، آندھیوں میں چراغ جل رہے ہیں۔

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دل کی قندیلیں ذکر سے روشن کریں، اس کو کوئی آندھی، کوئی طوفان، اس قندیل کو بجھا نہیں سکے گا، اس لئے کہ یہ قندیل نورانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر صورت میں ذاکر کو انعام سے نوازتا ہے۔ اگر آپ دل میں یاد کریں، تو وہ دل میں یاد کرے گا، جماعت میں یاد کریں تو اس سے بہتر جماعت یعنی ملائکہ میں یاد کرے گا۔

اللہ کے گھر کی زینت اللہ کے ذاکرین، مسجد کی زینت اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے ذاکر ہیں، اس لئے کہ ہمارے مسلک میں یہ ہے کہ ہم ہر نماز کے بعد ذکرِ الٰہی کرتے ہیں۔ جب ہم ذکر کرتے ہیں تو اس مسجد کی زینت بن جاتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمتوں سے نوازے گا۔ دنیا میں تو امام، علماء، اور اولیاء اللہ منبر پر بیٹھتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نورانی منبر بنائے گا۔ اور اس نورانی منبر پر وہ ذاکرین منوّر ہو کر بیٹھے ہوں گے اور سارے لوگ ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کریں گے۔ اور ان پر رشک کریں گے۔ یہ عبرانی تفسیر میں ہے۔ ذکر ایسی کشش ہے کہ ملائکہ بھی اس میں کھنچ کر آتے ہیں۔

Marfat.com

ملائکہ ذکر کی محفلوں کو ڈھونڈتے ہیں اور جو علم ہم تک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، اللہ تعالیٰ کے ملائکہ اس محفل میں وہ جاکر اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہیں، کہ اے رب! ہم نے آج ایک ایسا حلقہ دیکھا ہے جس میں لوگ مل کر آپ کا ذکر کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان کے لئے میری طرف سے رحمت اور مغفرت لے جاؤ۔ آج میں نے ان سب کو بخش دیا۔ ان کے سارے گناہ بخش دیئے، تو وہ ملائکہ کہتے ہیں، اے میرے رب! وہاں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ارادتاً نہیں گئے تھے، لیکن اس محفل میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں نے ایسے بھولے بھٹکے لوگوں کو بھی بخش دیا جو آج اس محفل میں گئے۔

اللہ کا ذکر باطنی زندگی کا سرکل ہے، جس طرح سے قلعی کر کے برتن چمک جاتے ہیں، اللہ کے ذکر سے، قلب نورانی اور منوّر ہو جاتے ہیں۔ یہ معصیت کی گندگی سے آلودہ دلوں کے لئے آبِ رحمت ہے۔ ذکر سے قلب کی آلودگی دُھل جاتی ہے۔ ذکر، جیسے میں نے عرض کیا تھا: الا بذکراللہ تطمئن القلوب ہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، تو یہ دل کا چین ہے۔ ذکر سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کو کب نجات ملی؟ کب معافی ملی؟ جب انہوں نے اللہ کا ذکر کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے تب نجات ملی جب انہوں نے کہا: لاالٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین ۝

ذکر زبان سے بھی ہو سکتا ہے، جسے "ذکرِ باللسان" کہتے ہیں۔ اور قلبی ذکر بھی ہو سکتا ہے، قلبی ذکر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں تفکّر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عرفان حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے منکرین کے جوابات پر سوچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرنا ہے، اس کا شاہکار تلاش کرنا ہے۔ شریعت کے احکامات کے فائدے کو سوچنا ہے۔ اس کے فیوض و برکات کے متعلق تفکّر کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اسرار کو، یہ عرش فرش، یہ زمین، یہ جانور، یہ پھول، یہ پتے جو کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، ان پر اتنا غور کرنا، اور ان کے اسرار تک پہنچنا کہ معاملہ یہ ہو جائے آپ کا اور رب کا، کہ ہر جگہ رب ہی رب نظر آئے۔ ھمہ اوست ہو جائے۔ پتہ دیکھیں تو اس سے رب کا پتہ ملے۔ پھول دیکھیں تو رب کا پتہ ملے، شمس و قمر دیکھیں تو رب پر ایمان لائیں۔

لیکن ذکرِ قلبی کے ساتھ ذکرِ بالجہر بھی ہے جس کی اپنی فضیلت

Marfat.com

ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ادعوربکم ..... و خفیۃ ؂ زور سے بھی پکارو اور خاموشی سے بھی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاذکرواللہ .... اشد ذکراہ ؂ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسے کرو، جس طرح تم اپنے باپ کو پکارتے ہو، اس کو یاد رکھتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ زور سے، تاکہ مخلوق میں تبلیغ ہو، ان کے شرم اور حجاب دُور ہوں۔ آپ دیکھتے نہیں کہ جب آپ ذکرِ جہر کرتے ہیں حلقے میں، جمعرات کو، تو وہ لوگ جنہوں نے کبھی ذکر نہیں کیا ان کا بھی حجاب دُور ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی اس ذکرِ جہر میں شامل ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کو اس کی لذتیں ملنی شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر اللہ فرماتا ہے:

فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولاتکفرون ؂ شکر ایک بڑی عبادت ہے، شکر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر نعمت کو رب کی طرف سے جانے اور ہر نعمت پر اس کی تعریف کرے، اور گناہوں سے بچے اور کسی نعمت کو گناہوں میں نہ خرچ کرے۔ اللہ کا دیا ہوا وقت بھی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صحت بھی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق بھی نعمت ہے۔ اس کی دی ہوئی توانائی بھی رزق ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کریں، عبادت میں خرچ کریں، گناہوں میں خرچ نہ کریں۔

Marfat.com

یہ عوام کا شکر ہے۔ جس طرح "اوامر اور نواھی" سے بچنا اور خواص کا تقویٰ جو ہے، غیر اللہ میں سے ہر اس چیز سے بچنا، اسی طرح خواص کا بھی شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خواص بنالئے، تو خواص کا شکر کیا ہے؟

دل ترا جاں تری عاشقِ شیدا تیرا
سب تو تیرا ہے پھر کس لئے تیرا میرا!

اس کا شکر یہ ہے کہ ہر چیز کو رب کی طرف سے جانے اور اس کا شکر ادا کرے، اِس کی تو ہر سانس رب کے لئے ہے، وہ پاس و انفاس کرتا ہے۔ حضرت کی کتاب میں ہے کہ عارفوں کو چاہیئے کہ پاس و انفاس کریں۔

سانس اندر بغیر اللہ کے نہ جائے، ہر سانس اللہ بن جائے، تو ہر سانس رب کے لئے ہے۔ کھائے تو رب کے لئے، سوئے تو رب کے لئے۔ تاکہ جسم میں جو توانائی پیدا ہو وہ عبادت پر صرف کرے۔ ہر کام میں سُنّتِ نبوی کی پابندی کرے۔ یہ خواص کا شکر ہے۔ حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے پوچھا لوگوں نے کہ آپ کا کیا شکر ہے؛ تو آپ نے فرمایا۔ میرا شکر یہ ہے کہ بھلائی دیکھ کر ظاہر کرو، اور بُرائی کو چھپاؤ۔ ستاری تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

تو صراطِ مُستقیم کہتے کسے ہیں ؟ صراطِ مُستقیم اس راستے پر چلنے کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے اوصافِ جمیلہ اپنی ذات میں جذب ہو جائیں۔ اگر وہ ستار ہے، تو تمہاری آنکھ بھی اگر دیکھے کسی کا گناہ، کسی کا عیب، پھر اس کی پردہ پوشی کرے۔

اور فرمایا کہ کان کا شکر کیا ہے ؟ فرمایا اچھی بات کو یاد کر لو اور بُری بات کو بھول جاؤ۔ ہم کیا کہتے ہیں۔ کسی نے کسی کی بُرائی کی، بس اس قصے کو آگے بڑھا دیا۔ یہ گناہ ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: "جھوٹ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سُنی سنائی بات بغیر تفتیش اور تصدیق کے آگے بڑھا دے" ایک صاحب نے کہا کہ فلاں صاحب نے مجھے یہ بات کہی۔ اب میں نے نہ اس کی تفتیش کی نہ تصدیق کی۔ پھر بھی یہ بات آگے تک بڑھا دی۔

یاد رکھیں کہ غیبت کیا ہے ؟ کسی کی آنکھوں دیکھی بُرائی کو اس کی پیٹھ پیچھے کسی اور سے بیان کرنا غیبت ہے۔ اور غیبت جو ہے وہ ایسا ہے جیسے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ تو کان کا شکر یہ ہے کہ اچھی بات یاد کر لو۔ اور بُری کو بھول جاؤ۔

ہاتھوں کا شکر کیا ہے ؟ ان سے وہ چیزیں نہ پکڑو، جن کے لئے وہ بنائے نہیں گئے۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا

Marfat.com

ہے، ان کے لئے ہاتھ نہیں بنے۔ مثلاً حرام نہ پکڑو ہاتھ سے، ہاتھ سے ظلم کے آڑے نہ پکڑو، اپنے ہاتھ سے نیک آدمی کو ظالموں کے حوالے نہ کرو۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ مومن نہ تو اپنے بھائیوں پر ظلم کرتا ہے، نہ انہیں ظالم کے حوالے کرتا ہے، تو ہاتھوں کو ان چیزوں کے لئے استعمال نہ کرو جن کے لئے وہ نہیں بنائے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور شرمگاہ کا کیا شکر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اپنی ازواج کے کسی اور کے لئے اس کا استعمال نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو جس چیز کے لئے بنایا ہے صرف اس کے لئے استعمال کرنا، خیر کے لئے استعمال کرنا، وہی شکر ہے اس کا۔

اور پیر کا شکر کیا ہے؟ چلو تو اللہ کی عبادت کے لئے چلو اور جاؤ تو بے دست و پا کی خدمت کے لئے جاؤ، کمزور و ل ناداروں کے لئے جاؤ اور جس شخص میں یہ ساری باتیں ہوں وہی سے دراصل شاکر ہے۔

ذکرِ الٰہی کے کچھ محرکات ہیں۔ ایک طمع آخرت بھی ہو سکتی ہے کہ آخرت میں اچھا مقام ملے گا۔ ایک خوف جہنم کا بھی ہو

Marfat.com

سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں تو جہنم سے بچ جائیں گے۔ اور عشقِ الٰہی بھی ایک طمعِ آخرت ہے۔ لیکن سب سے بہتر ذکر وہ ہے جو عشقِ الٰہی کی تحریک سے کیا جائے۔ لہٰذا اللہ کے محبوبین بندے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کا ذکر عشقِ الٰہی میں ڈوب کر کرتے ہیں۔ ان کا ذکر وہابیوں جیسا ذکر نہیں ہوتا۔ یا تبلیغیوں جیسا ذکر نہیں ہوتا۔ ان کے ہاں عشق نہیں ہے۔ طمع اور خوف کا اپنا مقام ہے۔

لیکن "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" ہماری منزل ستارے نہیں ہیں، ہماری منزل ستاروں کا خالق ہے۔ اسی لئے صوفیاء کے ہاں ذکر، شکر سے افضل ہے۔ شکر کسی نعمت کے بعد ادا کیا جاتا ہے عشق نعمت کی آمد کا انتظار نہیں کرتا کہ نعمت آئے اور ہم شکر کریں۔ نہیں۔ نعمت عطا کرنے والوں کو عشق میں ڈوب کر یاد کرتا رہتا ہے، وہ اس کا کام ہے کہ نعمتیں نازل کرتا رہتا ہے۔ میرے قلب اور ذکر کا تقاضہ یہ ہے کہ میں اسے محبت سے یاد کرتا رہوں۔ لہٰذا صوفیاء کے ہاں ذکر شکر سے افضل ہے۔

جن آیات کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، ان کی مختصر سی تفصیل یہ ہے کہ تم راہِ محبت میں چل کر مجھے یاد کرو، میں تمہیں منزلِ مقصود تک پہنچا دوں گا۔ جب تم اس مقامِ فلاح پر

Marfat.com

پہنچو گے، تو اپنی منزل پر جہاں فرشتے بھی ہوں گے، میں تمہیں یاد کروں گا۔ تم نعمت کا انتظار نہ کرو، تم اس توفیق کا شکر ادا کرو۔ کہ جس سے تم نے مجھے یاد کیا۔ اور جس کی وجہ سے تم راہِ عشق میں تھکے نہیں، بہکے نہیں، بھٹکے نہیں، بھولے نہیں۔ بس گامزن رہے صراطِ مستقیم پر میری طرف۔

تمہاری لگا ہوں میں میرا وجود اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہی تمہاری منزل بنی رہی۔ اس توفیق کا شکر ادا کرو، اور تم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب میں اپنا وعدہ تم پر پورا کروں گا۔ اور میں تمہیں ایک خوان اور زیادہ عطا کروں گا۔ تم پر نعمت اور بڑھا دوں گا۔ تم میرا ذکر کرو، میرا شکر ادا کرو، میں اس نعمت میں مزید اضافہ کر دوں گا۔ ان کا غلط استعمال کر کے تم میری نعمتوں کو نہ بڑھاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو ہمیشہ اپنی ذاتِ پاک کے قریب رکھے۔

آمین

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ بقرہ

آیات ۱۵۲ تا ۱۵۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا
تَكْفُرُوْنِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ
بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَ
لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ
نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ۭ
اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ

Marfat.com

وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ٥

تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سُنا اُن صبر والوں کو کہ جب اُن پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

میں نے آپ کے سامنے جو آیات تلاوت کی ہیں یہ ۱۵۲ سے ۱۵۷ تک ہیں۔ ۱۵۲ ویں آیت: فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولاتکفرون ٥ اس کی تفسیر پچھلی نشست میں بیان کی تھی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے کُفّار اور مُشرکین کا، یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا، انہوں نے کیا کیا خطائیں کیں اور کس طرح سے وہ دین کی

Marfat.com

مخالفت کرتے ہیں کس طرح سے وہ کفر و شرک کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تبدیلیٔ قبلہ کی بات کی۔ اب وہ طریقے اللہ تعالیٰ ہمیں بتا رہا ہے، جس طریقے سے ہم اللہ تعالیٰ کے قریب ہو سکتے ہیں اور اس کی اطاعت اور اس کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔

سب سے پہلے تو اس نے ہمیں درس دیا: فاذکرونی... ... تشکرون ٥ ذکر کا اور شکر کا اور جو نعمتیں ہم نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہو۔ اور تم تمام اُمتوں کے گواہ ہو، تو جو نعمتیں دی ہیں تم ان نعمتوں کے لئے میرا ذکر کرو اور میرا شکر ادا کرو شکر اور ذکر آسان ہے۔ ایک جسمانی عبات ہے، ایک قلبی عبادت ہے۔ اور شکر اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی نعمت ملتی ہے۔ زیادہ تر تو ایسے مواقع ہوتے ہیں جس میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام یہ صرف تین انبیاء گزرے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے حکومتیں دیں۔ دُنیا کی اتنی نعمتیں دیں۔ ان نعمتوں کا سنبھالنا ان کے لئے مشکل تھا۔ انہوں نے کہا یا اللہ! تو ہم پر اب اپنی نعمتوں کا بوجھ نہ ڈالنا۔ اور ہم بڑی مشکل سے اس سے عہدہ برآ ہوئے ہیں۔

Marfat.com

بقیہ سارے پیغمبر مسکینت کی حالت میں دنیا میں رہے ہیں ۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام ہیں ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تو زیادہ تر انبیاء علیہم السلام تو مسکینت کی حالت میں رہے ہیں ۔ تو یہ ذکر اور شکر جو ہے یہ عبادات کا آسان حصہ ہے ۔ بات صرف یہ ہے کہ آپ اللہ کو اس کی نعمتوں کے وقت بھول لیں نہیں ۔

اب اللہ تعالیٰ نے زیادہ مشکل عبادت بتائی ہے یایھا الذین ..... صابرین ؁ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بہت پیار سے پکارتا ہے تو کہتا ہے، اے صاحبِ ایمان ۔ اس لئے کہ ایمان بذات خود ایک بہت بڑی دولت ہے، بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑا درجہ ہے ۔ تو اے کامیابیوں والے ۔ اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر مر مٹنے والو ! ان کے جان نثارو : واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ؁ مدد مانگو میری رضا کو قائم رکھنے کے لئے، تم مدد مانگو صبر اور صلوٰۃ سے ۔ میری بندگی جو ہے، تمہاری عبادات جو ہیں، میری رضا جو ہے، وہ ایک مشکل کام ہے ۔ اس مشکل کام میں تمہیں مدد صبر اور صلوٰۃ سے مل سکتی ہے ۔ صبر کرو، اور اگر صبر مشکل ہو تو نماز کی حالت میں آجاؤ ۔

جب کسی کو جہاد کے لئے ترغیب دی جاتی ہے تو ان کو کیا

کہا جاتا ہے؟ کہا جاتا ہے۔ اے بہادرو، اے جوانو! فوج کے جوانوں سے کہتے ہیں آپ نے محاذ پر جا کے لڑنا ہے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ جب صبر کی تلقین دیتا ہے اور نماز کی تلقین دیتا ہے تو کہتا ہے اے میرے ایمان والو! یایھا الذین امنوا... اب تم صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مقابلہ کرو مشکلات کا، تم پر مشکلات آئیں گی۔ ایسا نہ ہو کہ مشکلات پر تم بے صبرے ہو جاؤ، تمہارا ہمارا ساتھ ہے۔ اچھے وقت بھی آئیں گے اور بُرے وقت بھی آئیں گے۔ اچھے وقتوں میں شکر ادا کرو لیکن بُرے وقتوں سے بھی نہ گھبراؤ۔ جو کوئی ذکر کرے گا، جو کوئی شکر کرے گا اس کو جنت ملے گی۔ اور جو صبر کرے گا اس کو جنت کا مالک ملے گا۔ صبر کا درجہ بہت بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا: ان اللہ مع الصابرین ○

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ تو شکر کرنے والوں اور ذکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اور صبر کرنے والوں کو وعدہ کیا ہے جنت کے مالک کا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ تمہارا انعام کیا ہے؟ میری ذات ہے۔ اے صابرو! تمہارا انعام خود میری ذات ہے۔

دوسروں کو یعنی شکر اور ذکر کرنے والوں کو جنت ملے گی۔

Marfat.com

تم کو جنّت کا مالک ملے گا۔ اور جب رب مل گیا، جنّت کا مالک آپ کا ہو گیا جو کچھ اس کی ملکیت ہے وہ آپ کی ملکیت ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا جنگل میں پڑی ہوئی تھیں، حضرت یوسف شامی رحمتہ اللہ علیہ طواف کے لئے خانہ کعبہ گئے تو دیکھا کہ خانہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہے۔ یہ قصہ آپ کو سُنایا تو پتہ چلا کہ ایک بڑھیا آئی ہوئی ہے۔ جنگل میں اور خانہ کعبہ اس کا طواف کر رہا ہے۔ تو کہا کہ بڑھیا تُو نے کیا شور مچا رکھا ہے؟ کہا شور میں نے مچا رکھا ہے یا تم نے مچایا ہے۔ تم تو دوزخ اور جنّت کے جھنجھٹ میں پڑے ہوئے ہو، یا کرامتوں کے جھنجھٹ میں پڑے ہوئے ہو خانہ کعبہ کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہو کہ کدھر گیا، ارے میں نے تو سب کچھ چھوڑ دیا، مجھے تو صرف رب کی چاہت تھی، اگر رب مجھے مل گیا تو جو کچھ رب کا ہے وہ میرا ہے۔

تو صابرین جو ہیں یعنی صبر کرنے والوں کا درجہ یہ ہے کہ دُنیا عرض کرے گی، اپنے پیارے چلے گئے، اپنا مال چلا گیا، اپنا سب کچھ چلا گیا، پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ صبر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ ان سب کا مالک تمہارا ہے۔

تو یہ جو پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انعامات دیئے تھے، ذکر و شکر کے، اب اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ ذکر، شکر یہ سارا ابدی

Marfat.com

اور مالی عبادت ہے۔ کُفر سے منع کیا میں نے، ذکر کے لئے کہا۔ اب صبر وصلوٰۃ سے ذکر اور شُکر میں مدد لو۔ ذکر اور شُکر مُشکل کام ہے۔ کبھی نیند آئے گی، کبھی مال کے شکریئے میں اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ کبھی مال کی طمع تمہارے دل میں آجائے گی، تو اس ذکر اور شُکر کے راستے میں عوامل آئیں، مشکلات آئیں تو ان پر قابو پانے کے لئے تم صبر اور صلوٰۃ سے مدد لو۔

تو ذکر کا تعلق جسم سے ہے اور شُکر کا مال سے۔ صبر اور صلوٰۃ کا قلب سے اور صبر اور صلوٰۃ اگر ہو گیا تو ساری عبادات اُسی میں آگئیں۔ پہلے براہِ راست عبادات اور اب بالواسطہ عبادت کا ذکر ہے۔ صبر بالواسطہ عبادت ہے، صبر اور صلوٰۃ تمام عبادات پر محیط ہے۔ شُکر کے بعد صبر کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس لئے کہ نعمتیں ہمیشہ نازل نہیں ہوتیں رب کی۔ کچھ مصیبتیں بھی ہوتی ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کہہ کے خطاب کیا ہے۔ یا یھا الذین اٰمنوا... ایمان علماء کے نزدیک یہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر مانا جائے۔ دین میں ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے اس کو مانا جائے۔ ہر وہ چیز جو منع کی ہے اس سے اجتناب کیا جائے، یہ ایمان ہے۔

اور صوفیاء کا ایمان ہے کہ توحید و رسالت کے ساتھ سرکار

دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی عقل کو قربان کردو۔ سوچو نہیں اتنا فنا ہو جاؤ ان میں کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس پر عمل کرو۔ بسر و چشم، بہ قلب و رُوح، اطاعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرو، ان سے محبت کرو، ان کا ادب کرو، ان کی اطاعت کرو، کوئی پس و پیش نہ کرو، تو یہ ہے صوفیاء کا ایمان۔ صوفی لوگوں کا توحید پرست ہونا کافی نہیں ہے، مؤحد ہونا کافی نہیں ہے۔ کیوں؟ توحید تو ایک مستقل چیز ہے۔ بنی اسرائیل بھی توحید پر قائم تھے۔ دوسرے انبیاء کی اُمتیں بھی توحید پر قائم تھیں۔ بعض لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن وہ مومن نہیں ہیں۔

توحید پر ایمان تو ابلیس بھی رکھتا تھا۔ ابلیس بھی اللہ کے علاوہ کسی اور کو رب نہیں مانتا تھا۔ لیکن اگر ایمان نہیں لایا تو رسالت پر ایمان نہیں لایا، تو اس وجہ سے راندۂ درگاہ ہو گیا، تو مومن ہونا کمال ہے اور وہ کمال سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے توحید کے بعد سب سے پہلے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان کرائی جاتی ہے، تمہارا رب کون ہے؟ آپ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ اور پھر تم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو۔ اپنے رسول کو نہیں پہچانا تو مارے جاؤ گے۔ اگر ان کی گواہی نہ دی تو مارے گئے۔

Marfat.com

صبر کا مطلب ہے مہلت دینا۔ اگر کوئی مشکل آگئی ہے تو اس مشکل کو مہلت دیں۔ صبر سے اس کو مہلت دے کر اطمینان سے اس وقت کو گزاریں، اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں۔ کیوں؟ وہ گنہگاروں کو مہلت دیتا ہے۔ مہلت بعض کے لئے ہلاکت کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض کے لئے نجات کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں کو بھی مہلت ملی لیکن وہ مہلت ان کے ایمان میں تبدیل ہوگئی۔ امنا برب موسیٰ و ھارون ہ " موسیٰ اور ہارون کے رب پر ہم ایمان لائے ۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے ان کے اژدھوں کو کھا لیا، تو وہ ایمان لے آئے۔ لیکن جو مہلت خوشحالی کی دی تھی اللہ تعالیٰ نے فرعون کو حکومت اور خوشحالی کی صورت میں، اس میں وہ متکبر ہوگیا۔ مغرور ہوگیا اور اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ جب مہلت گزر گئی اور دریائے نیل میں وہ ڈوبنے لگا تو اس نے کہا کہ اب میں موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لاتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مہلت ختم ہو چکی۔

تو صبر نفسانی اور جسمانی دونوں قسم کا ہوتا ہے۔ جسمانی صبر یہ ہے کہ مجاہدہ، مشقتیں جھیلنا، یہ کہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا، تہجد پڑھنا، روزہ رکھنا، روزے کو کیوں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرے لئے

Marfat.com

ہے۔اس کا اجر میں خود دُوں گا۔ ہر چیز کا اجر مقرر ہے، فرشتے دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ کیوں؟

صابرین کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ روزہ نفس کا صبر ہے۔ بھوک لگتی ہے، پیاس لگتی ہے، تمام جسمانی خواہشات ہوتی ہیں۔ لیکن ان تمام خواہشات کو صبر کے ساتھ روکنا ہوتا ہے، تو روزہ دار صبر کی بہترین مثال ہے۔

تو نفس کو بُرائیوں سے روکنا نمازی کے لئے جنّت اور صابر کے لئے جنّت والا۔ صبر کی جو بنا ہے وہ عقل وشہوت ہے۔ عقل کو اپنے قابو میں رکھنا اور اپنی خواہشات وشہوت کو قابو میں رکھنا، بھوک، پیاس، دوسری خواہشات ان کو کنٹرول کرنا صبر کی طرح ہے۔ فرشتوں کے پاس عقل ہے، شہوت نہیں ہے۔ جانوروں میں شہوت ہے، غصہ آجاتا ہے، اسی میں وہ سینگ مار دیتے ہیں۔ ان کے پاس عقل نہیں ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور شہوت دونوں دی ہیں۔ جب وہ اپنی شہوت کو اپنے نفس کو قابو میں کر لیتا ہے تو وہ فرشتوں سے افضل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ عقل بھی ہے اور خواہشات بھی ہیں۔ جن پر اس نے اللہ کے لئے قابو کیا، تو نماز صبر میں مددگار ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتی

Marfat.com

کراتی ہے۔ اور نماز میں کیا دُعا مانگتے ہیں؛ نفس کو قابو کرنے میں نفس کی روک تھام کرنے میں نماز آپ کی مدد کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ہ نماز روکتی ہے آپ کو فحاشی اور منکرات سے اور بغاوتوں سے۔ بہت ساری چیزوں سے وہ آپ کو روکتی ہے۔ تو صبر کے لئے آپ مدد لیں نماز سے۔ نماز میں جسمانی ارکان ہیں، سجدے ہیں۔ قیام ہے، رکوع ہے، قعدہ ہے اور سجُود ہے، یہ اس کے جسمانی ارکان ہیں۔ اور روحانی احکام ہیں؛ وہ خشوع اور خضوع ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ تو یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ جو صبر میں انسان کی انتہائی مدد کرتی ہیں۔

صلوٰۃ کا عمل کیا ہے؛ صلوٰۃ یا اللہ تعالیٰ کا ذکر جو ہے وہ صبرِ بدن بھی ممکن ہوتا ہے اور صبرِ نفس بھی ممکن ہوتا ہے۔ نماز انسان کی جائز خواہشات کو روکتی ہے۔ اور صبر کے مختلف نام ہیں، یہ جسمانی صبر ہے اور نفسانی صبر ہے۔ اسے ہم اس حوالے سے نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کے احکام سے مثلاً پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات کو روکنے کا نام عِفّت ہے عِفّت کیا ہے؟ کہ شہوت کو روکنا۔ اس کا نام ہے عِفّت، پاک بازی۔ اور مال و دولت کی ہوس کو روکنا کیا ہے؟ قناعت۔ یہ بھی صبر کی

Marfat.com

ایک صفت ہے۔

عفت اور دوسری صورت ہے قناعت۔ مصیبت میں ثابت قدم رہنا اس کو کہتے ہیں تحمل۔ اگر تونگری میں آپ کے پاس طاقت ہے، مال و دولت ہے اور پھر آپ تکبّر سے بچتے ہیں، اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں، صبر کرتے ہیں، تو اس کو ہم کہتے ہیں حوصلہ۔ اور جہاد میں جب آپ استقامت کرتے ہیں، اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں، زندگی سے محبت کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں تو اس کو ہم کہتے ہیں شجاعت۔ اور کاظمین الغیض غصّہ پی جانے والے۔ جب کوئی مومن غصّہ پی جاتا ہے غصّے میں صبر کرتا ہے تو اس کو کہتے ہیں "حلم"۔

زبان پر جب اپنی صبر کر لیا کہ ایک کی بات دوسرے کو نہیں پہنچائی، اس کو کہتے ہیں رازداری۔ طریقت میں رازداری بہت ضروری ہوتی ہے۔ اکثر لوگوں کے درجات فوراً سلب ہو جاتے ہیں۔ یا مشکلات میں پڑ جاتے ہیں۔ جب انہوں نے جو کچھ دیکھا فوراً ہی سب پر آشکار کر دیا۔

صبر کے کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کلام پاک میں کم از کم ستر بار سے زیادہ صبر کا ذکر کیا گیا ہے۔ نماز کے بعد سب سے زیادہ ذکر صبر کا کیا گیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ

ہر عبادت کا ثواب محدود ہے لیکن صبر کا ثواب لامحدود ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بھی اس کے ساتھ ہوں سب کچھ جو میرا ہے اس کا ہے۔ اور تمام عبادات کی جزا جنّت ہے۔ صبر کی جزا جنّت والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ اگر تم صبر کرو گے تو پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کے لئے بھیجے جائیں گے۔ تاکہ تم اس مشکل سے صبر کے ساتھ نکل سکو۔ اور صابروں پر اللہ تعالیٰ خاص رحمت کا نزول فرماتا ہے۔

حیا نصف ایمان ہے اور صبر نصف ایمان ہے۔ حیا کو کیوں نصف ایمان کہا؛ صبر کی وجہ سے۔ کیوں کہ خواہشات پر "صبر کرتے ہیں اسی کا نام حیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا، بندوں سے حیا کرنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ صبر ہی مکمل ایمان ہے۔ اور صبر سے استقلال اور ثابت قدمی قائم رہتی ہے۔ انسان ایمان پر قائم رہتا ہے۔ اور صبر ہی مالک سے وفاداری کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں تمہارا ہو جاتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ رہتا ہوں"۔ اس لئے صبر اللہ تعالیٰ سے، اپنے مالک سے وفاداری کا ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کبھی نعمت عطا فرماتا ہے، کبھی مشکل میں ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اپنی شان ہے: کل یوم ھو فی شان ۝ وہ ہر دن

Marfat.com

ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ اس کی شان ہے: وتعز من تشآء وتذل من تشآء بیدك الخیرؕ مالك الملك تؤتی الملك ..... الخ

کبھی وہ بادشاہت دیتا ہے، کبھی وہ بادشاہت چھین لیتا ہے، کبھی عزت دیتا ہے کبھی چھین لیتا ہے۔ تو وہ دونوں کا مالک ومختار ہے، دونوں حالت میں ہمیں صبر کرنا چاہیئے۔ ہر انسان کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شان میں ہو وہ اپنے حال کو اس شان کے مطابق بنالے۔ اگر "وتعز" کی شان میں وہ ہے تو شکر ادا کرے اور اگر "وتذل" کی شان میں ہے تو صبر کرے، اس لئے کہ وہ بھی اللہ مالک کی طرف سے ہے۔

ایاز اور محمود کا قصہ بہت مشہور ہے۔ اور اس سے بڑی نصیحتیں حاصل ہیں۔ ایک دفعہ محمود نے ایاز کو ایک کڑوا پھل دیا۔ پتہ نہ تھا یہ کڑوا پھل ہے، ایاز نے وہ کڑوا پھل لیا اور شوق سے کھا گیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا پاگل پن کیا ہے۔ بادشاہ سلامت نے تم کو کڑوا پھل دیا اور تم کھا گئے۔ اس نے کہا کہ میرے آقا نے مجھے میٹھے پھل بہت سے کھلائے ہیں۔ وفاداری کا تقاضہ یہ نہیں تھا کہ جب اس نے میٹھا پھل کھلایا تو میں شوق سے کھاتا رہا اور جب کڑوا پھل دیا تو یا تو پھینک دیتا یا منہ بنالیتا۔ اس لئے کہ

Marfat.com

ایک کُتّے کو جب اس کا مالک کھلاتا پلاتا ہے، بوٹیاں اور ہڈیاں دیتا ہے تو تب بھی وہ مالک سے راضی رہتا ہے، وفادار رہتا ہے اور جب کبھی مالک ناراض ہوکر اس کو ڈنڈے مارتا ہے یا کوڑے مارتا ہے تب بھی وہ کُتّا در چھوڑ کر نہیں بھاگتا۔ تو جب جانوروں میں اتنی وفاداری ہے تو میں اپنے آقا سے کیوں بے وفائی کروں؟ کہ میٹھا پھل کھلایا تو محمود ہے اور کڑوا پھل کھلایا تو ظالم ہے۔

پھر ایک دفعہ محمود نے ایاز کو مالا مال کر دیا اور پھر ایک دفعہ ناراض ہوئے تو اس کے گلے میں جوتے کا ہار پہنا دیا۔ وہ اس میں بھی مگن رہا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ بادشاہ کبھی تو اتنا عزت و احترام سے پیش آتا ہے کبھی اتنا ذلیل کرتا ہے۔ تو اس نے وہی آیت مبارکہ پڑھی کہ: وتعز من تشاء وتذل من تشاء.... الخیرہ

اس نے کہا کہ جب مجھ پر انوار واکرام ہو رہے تھے" میرے درجات بلند ہو رہے تھے تو وہ میرے رب "وتعز" کا شاہکار تھا اور جب میرے گلے میں جوتے کے ہار پہنائے جا رہے تھے، تو وہ "وتذل" کا جلوہ تھا، دونوں رب کی طرف سے ہیں مجھے دونوں عزیز ہیں۔ تو نعمت اور مصیبت دونوں امتحانات ہیں۔

وفاداری کے۔ اور اس کا ماحصل شکر اور صبر ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ صبر شکر سے افضل اور برتر عبادت ہے۔ اور صابر شاکر سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے دونوں قطبین شریفین صابر ہیں شاہ افضل سرکار کا لقب ہے فقیر صابر اور عزت دیتا۔ مال و دولت سب کچھ چھوڑ دیا۔ ایک کمرے میں مقید ہو کر پندرہ سال تک۔ اور ہمارے حضرت شاہ عارف کا لقب ہے" صابر ثانی" یہ اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ صابر کے درجات شاکر سے بلند ہیں۔

شکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لئن شکرتم لازیدنکم ڈ" اگر تم شکر کرو گے تو میں نعمت تم پر زیادہ کر دوں گا" شکر کا صلہ یہ ہے کہ نعمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور صبر کا انعام کیا ہے؟ ورضوان من اللہ اکبر ڈ اس اللہ اکبر کی رضا نہیں حاصل ہوئی تھی۔ وہ جو احکم الحاکمین ہے اور جس سے بڑا کوئی نہیں ہے، جو سب سے بڑا ہے احکم الحاکمین ہ اکبر۔ وہ تم سے راضی ہو جاتا ہے تو اس سب سے بڑے اور حاکموں کے حاکم کی رضا حاصل ہونا۔ یہ بہت بڑا انعام ہے۔ اور یہ بہت بڑا درجہ ہے۔

Marfat.com

اب یہ ظاہر ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ عام انسان سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرق کیوں رکھا؟ اس لئے کہ شاکر اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ شاکر شکر ادا کرتا ہے ان نعمتوں کا جو اللہ نے اُسے دی ہیں۔ اور وہ ان میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ دی ہوئی چیز میں سے مالک کو تھوڑا سا واپس لوٹا دیتا ہے۔ اور مال تو پھر آسکتا ہے، اس نے وعدہ کیا ہے کہ میں پھیر دُوں گا۔ جان تو ایک دفعہ گئی تو گئی۔ صابر جان اپنے مولیٰ کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔

سارے شہید اور مجاہدین کیا ہیں؟ صابر ہی تو ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ انبیاء شاکرین سے زیادہ صابرین ہیں۔ شاکرین میں جن پر نعمتیں اُتریں وہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔ باقی تمام انبیاء صابر تھے۔

ایک بات یہ کہ وہابی لوگ کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا کفر ہے، شرک ہے۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا کہ صبر اور صلوٰۃ سے مدد مانگو۔ صبر اور صلوٰۃ تو ایک امر ہے۔ ایک مخلوق ہے۔ وہ خدا تو نہیں ہے، اللہ تو نہیں ہے۔ وہ مخلوق ہے اس کو آپ نے پیدا کیا۔ صبر و صلوٰۃ کو تو آپ نے بنایا، آپ اس کو وجود میں لائے۔ آپ اس کے خالق ہیں۔

Marfat.com

آپ اس کے مالک ہیں ۔ بے شک اس کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ۔

تو اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے اگر غیر اللہ سے مدد مانگی جائے تو وہ شرک اور کفر نہیں ہے ۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں کہ " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ۔ اور یہ ایمان رکھیں کہ وہ احکم الحاکمین کے " قادر علیٰ کل شیءٍ " کے محبوب ہیں ۔ ان کی دلداری کے لئے اللہ تعالیٰ سب کچھ کر ڈالتا ہے ، تو پھر ان سے مانگ لیا تو کوئی شرک نہیں ہوا ۔ واللہ کوئی کفر نہیں ہوا ۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض ضرورتوں کے لئے فرض کے علاوہ بھی نمازیں پڑھنی چاہیئے ، اس لئے کہ مدد کے لئے آپ صبر اور صلوٰۃ : واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ۔ ہم صلوٰۃ حاجت پڑھتے ہیں ، صلوٰۃ استسقیٰ پڑھتے ہیں ۔ تو فرض کے علاوہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نماز پڑھیں ۔

تو اس کا ایک اصول یہ بھی ہوا کہ اگر صبر اور نماز " حل المشکلات " ہو جاتی ہے تو مشکل کشاؤں کی دعا سے بھی مشکل حل ہو جائے گی ۔ اگر آپ صبر اور صلوٰۃ سے مدد مانگتے ہیں ، تو مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ سے مدد مانگ لیں ۔ اس سے

Marfat.com

کوئی شرک نہیں ہو گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : ولا تقولوا لمن .... تشعرون ہ یہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں اُن کو تم مُردہ نہ کہو، وہ مرے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ولکن لا تشعرون ہ لیکن تمہیں ان کا پتہ نہیں ہے۔ یہ شہداء کے متعلق ہے۔ کہ دیکھو صابرین میں بلند ترین درجہ شہید کا ہے جس نے جہاد میں صبر اور استقامت کیا۔ اور اللہ کی راہ میں صبر کے ساتھ قربان ہو گئے، جان کی قربانی دے دی۔

صبر کی عبادت جان سے ہے۔ یہ جنگِ بدر کا مقام ہے، ۳۱۳ مسلمان تھے، ایک ہزار کفّار تھے۔ جو سامان سے لیس تھے۔ یہ بے سرو سامان تھے۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار تھے۔ ان پر انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ساٹھ مہاجرین اور ستّر انصار اس میں شہید ہوئے تھے۔ کفار نے طعنہ دیا اور مسلمان بھی کہتے تھے کہ ہمارے اتنے آدمی مرے اور کُفّار کے چار سو آدمی مر گئے۔

کفّار یہ طعنہ دیتے تھے کہ دیکھو انہیں پتہ تھا کہ بے سرو سامانی ہے، مقابلہ نہیں کر سکتے، لیکن یہ ایسے پاگل ہیں کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے انہوں نے

Marfat.com

اپنی جانیں گنوا دیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نہیں جنہوں نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کر دی، ان کو تم مُردہ نہیں کہہ سکتے، وہ زندہ ہیں۔ شہید کسے کہتے ہیں: شہید وہ ہے جو ظلماً مارا جائے، جس پر کوئی ظلم کرے اور ظلم کی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے تو وہ شہید ہے۔

انبیاء جب سو جاتے ہیں تو ان کا وضو ساقط نہیں ہوتا۔ ہم اگر سو جائیں تو ہمارا وضو ختم ہو جاتا ہے، سو کر اُٹھنے کے بعد ہمیں دوبارہ وضو کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح سے زمین کے اوپر انبیاء کا جسم حرام ہے، اسی طرح شہداء کا جسم بھی حرام ہے۔ زمین شہداء کے جسم کو نہیں کھا سکتی۔ اسی طرح سے جس طرح سے انبیاء کا وضو نیند میں قائم رہتا ہے۔ شہادت کے بعد بھی شہداء کا غسل قائم رہتا ہے۔ موت ان کے غسل کو ختم نہیں کرتی۔ اگر ہماری طبعی موت ہو جائے تو چاہے ہم نے صبح ہی کیوں نہ نہایا ہو، ہمیں بغیر غسل کے دفن نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ ہماری موت سے ہمارا غسل ختم یعنی ساقط ہو گیا۔ لیکن شہداء کی موت سے شہداء کا غسل ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کو تجہیز و تکفین کے لئے غسل دینے کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء کا فضلہ یعنی پیشاب وغیرہ ناپاک نہیں ہے۔ اسی طرح سے شہداء کا خون ناپاک نہیں ہے شہداء کے جسم سے خون کو دھونا نہیں پڑتا، وہ ناپاکی نہیں ہے، ہمارا خون اگر لگ جائے تو وہ ناپاک ہے اور دھونا پڑتا ہے، وضو بھی ساقط ہو جاتا ہے اس سے۔

تو قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ جب وہ اپنی قبروں میں پہنچتے ہیں تو کھڑکی سے وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور جنت کے میوے کھاتے ہیں۔ اور جنت کی تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ان کو کھلاتا ہے۔ اور دربار الٰہی میں ان کی حاضری ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تو نے میری راہ میں جان قربان کر دی۔ تو نے میرے ساتھ صبر کیا۔ اب بتا تجھے کیا انعام دیں۔ تو اپنی کوئی خواہش بیان کر، میں تیری ہر خواہش پوری کروں گا۔"

تو وہ شہید اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ اے میرے رب! "مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قربان ہو جاؤں۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں اپنے بندے کو صرف ایک دفعہ آزماتا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ تجھے آزمایا، تو صابر اور راضی نکلا۔ اب تجھے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:" وجعلنٰکم شھداء علی الناس ط" ہم نے تم لوگوں پر شاہد بنایا، گواہی دینے والا بنایا۔ تو جب مقدمہ ہوتا ہے، تو دو طرح کے گواہ ہوتے ہیں، ایک عام گواہ ہوتا ہے اور ایک سرکاری گواہ ہوتا ہے۔ عام گواہ کی اگر گواہی کے درمیان پتہ لگ جائے کہ اس نے جرم کیا ہے، تو اس کو سزا مل سکتی ہے۔ جو سرکاری گواہ ہوتا ہے وہ سرکاری حفاظت میں ہوتا ہے۔ سرکاری گواہ عزت واحترام کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس کو بیڑیاں پکڑ کر نہیں لے جاتے۔

تو یہ شہداء جو ہیں یہ بھی گواہ ہیں لیکن یہ سرکاری گواہ ہیں۔ یہ رب کے گواہ ہیں۔ انہوں نے اپنے خون سے توحید ورسالت کی گواہی دی۔ چونکہ اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دی۔ لہٰذا گواہوں میں سب سے زیادہ یہ معتبر ہو گئے۔ شہید دو ہیں۔ ایک شہید فقہی اور ایک شہید حکمی۔ شہید فقہی تو وہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دی۔ اس کے لئے شہادت کا درجہ بھی ہے اور دنیا میں اس کے لئے احکامات بھی ہیں۔ فقہ میں کہ غسل اور کفن کی ضرورت نہیں ہے۔

اور شہیدِ حکمی وہ ہیں جن کو درجہ تو شہادت کا ہے لیکن احکاماتِ فقہی شہیدوں کے ان پر لاگو نہیں ہوتے۔ ان کو غسل

Marfat.com

بھی کرنا ہو گا۔ ان کو کفن دفن بھی کرنا پڑے گا۔ اور شہیدِ فقہی جو ہے، وہ شخص ہے جو عاقل ہو بالغ ہو اور طاہر ہو لیکن ظلماً ختم ہو جائے۔ اس کے لیئے نہ غسل نہ کفن، کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

مراتب میں شہداء انبیاء سے قریب ترین ہیں، اس کی دو مثالیں دے چکا ہوں کہ غسل نہ ختم ہونے کا اور ان کے خون کے ناپاک نہ ہونے کی بات۔ نبی اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے۔ اور شہید بھی وفات کے بعد زندہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم ان کو جانتے نہیں ہو۔

دونوں کو بعد وفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا ہے، انبیاء بھی معصوم ہوتے ہیں، ان کو سوال و جواب کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ان کی توحید و رسالت تو بالکل مسلمہ ہے۔ فرشتوں کی کیا مجال کہ ان سے پوچھیں توحید و رسالت کے متعلق۔ شہید بھی قبر کے سوالات سے بری ہے۔ وہ قبر میں رکھا گیا ہے، جنت میں چلا گیا۔ کوئی پوچھ گچھ نہیں ہے۔ انبیاء کا بھی جسم زمین پر حرام ہے۔ اور شہید کا جسم بھی حرام۔

شہید معصوم دنیا سے جاتا ہے اور شہید ستر آدمیوں کی سفارش

Marfat.com

کر سکتا ہے۔ اور شہید موت سے پہلے جنّت کو دیکھ لیتا ہے۔ اور شہید کا عمل اور رزق قیامت تک جاری ہے۔ شہید بھی زندوں کی طرح سے اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ عبادات کرتے ہیں اور انبیاء بھی عبادات کرتے ہیں۔

اس کی دو مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجدِ اقصیٰ تشریف لے جارہے تھے تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے آپ نے دیکھا۔ اور مسجدِ اقصیٰ میں تمام انبیاء نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر جب حجتہ الوداع ہوا تو سارے انبیاء نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج بھی کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ انبیاء کرام سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ السلام کے پیچھے نماز بھی پڑھی۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجتہ الوداع بھی کیا۔ قیامت کے دن وہ شہید گھبراہٹ سے محفوظ ہوگا۔ اس لئے کہ غازی اور شہید رب کو پیارا ہوتا ہے، جو رب کا پیارا ہے اس کو کیا گھبراہٹ۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولاھم یحزنون ہ

Marfat.com

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اپنی حکومت ہے ، سلطنت ہے ، اس کے بھی محکمے ہیں ، ایک علماء کا محکمہ ہے۔ جس کے اندر مفتی ہیں ، فقہاء ہیں معلمین ہیں ۔ اور دوسرا اولیاء کا محکمہ ہے ، جس میں ابدال ہیں ، غوث ہیں ، قطب ہیں اس کے علاوہ شہدا کا ہے ، غازی کا ہے ، یعنی ان کے اپنے اپنے محکمے ہیں ۔ اپنے اپنے کام ہیں ۔ شہیدوں کی زندگی ہوتی ہے۔

رُوح البیان میں فرمایا ہے : کہ رُوحیں دو ہوتی ہیں ۔ مقامِ دل پر رُوحِ سلطانی ہوتی ہے ، یہ وہ رُوح ہے جس سے زندگی قائم ہے ۔ یہ ایک ہی دفعہ جاتی ہے ، چلی گئی تو زندگی ختم ۔ اور مقامِ دماغ پہ رُوحِ حیوانی ہے جس سے ہوش وحواس قائم رہتا ہے ۔

رُوحِ حیوانی سوتے وقت جسم سے نکل جاتی ہے ۔ اور گھومتی پھرتی رہتی ہے آزاد ۔ لیکن جسم سے تعلق ہوتا ہے جسم سگنل کے ذریعے اسے فوراً بلا سکتا ہے ۔ اور اسی گھومنے پھرنے کو ہم خواب کہتے ہیں ۔ وہ رُوح جہاں جہاں سیر کرتی ہے وہ چیزیں خواب میں نظر آتی ہیں ۔ رُوحِ سُلطانی موت کے اُوپر اور رُوحِ حیوانی نیند میں انسان کو سیر کراتی ہے ۔

جسم دونوں ارواح سے تعلق رکھتا ہے ۔ اگر رُوحِ سُلطانی

Marfat.com

کا تعلق جسم سے نہ ہوتا تو مرنے کے بعد قبر میں سوال و جواب کیسے ہوتا، اس کا کون جواب دیتا، جسم تو بے کار ہے۔ یا عذاب و ثواب جو ہے، جیسے فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ قبر یا تو جنّت کا ایک گوشہ ہوتی ہے یا قبر کا ایک حلقہ ہوتا ہے۔ تو جب تک کہ رُوح کا تعلق جسم سے نہ ہو اس وقت تک جسم کے عذاب یا آرام کا کیسے احساس ہو سکتا ہے۔ یہ جو رُوحِ حیوانی ہے اس کا جسم سے بہت تعلق ہوتا ہے۔ نیند کے عالم میں جہاں آپ نے اُنگلی دبائی، پُکارا، ہلایا، پانی ڈالا تو وہ رُوح آپ کے جسم میں آجاتی ہے۔

رُوحِ سُلطانی کا اس طریقے سے مرنے کے بعد بھی جسم سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب آپ اس کے جسم کے سامنے کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں تو اس کی رُوح کو پتہ لگ جاتا ہے۔ اس کی خبر رُوح کو پہنچ جاتی ہے۔ اور عالم برزخ میں فورًا اس کو اطلاع ہوتی ہے۔ شہدار کے لئے موت نہ رُوح کی فنا ہے، نہ جسم کی فنا۔ جسم بھی ان کا باقی رہتا ہے اور رُوح بھی باقی رہتی ہے۔ عام انسانوں میں یہ رُوح اور جسم کا تعلق ضعیف ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اب رُوح اس کے جسم کی پرورش نہیں کرتی۔ لیکن شہدا کے جسم کی پرورش ہوتی رہتی ہے۔ ان کی ارواح سے وہ زندہ رہتے

Marfat.com

ہیں۔

نبی کی جو برزخی زندگی ہے وہ تمام لوگوں سے بہت قوی ہے، ان کی ارواح دونوں جہانوں میں یعنی عالمِ بالا میں اور عالمِ ادنیٰ میں بلا تکلف سیر فرماتی ہیں۔ بظاہر شریعت کی وہاں پابندی نہیں ہے لیکن وہ سب کچھ کرتے ہیں جو دنیا میں وہ اللہ کی رضا کے لئے کیا کرتے تھے۔ اب میںؒ نے آپ کو مثال دے دی ہے، معراج میں نماز کی۔ اور حجتہ الوداع میں حج کی۔ شہداء پر انبیاء کے احکامات تو نہیں مگر ان کے جسم لطیف اور صحیح سالم رہتے ہیں اور جنّت کی سیر کرتے ہیں اور دونوں عالم میں ان کے تصرّفات قائم رہتے ہیں۔

انبیاء، اولیاء اور شہداء کا بعد وفات جنّت میں پہنچنا روحانی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب صبر کی تلقین کر دی تو لوگوں کو آگاہ بھی کروایا کہ دیکھو از سرِ نو حالات ہوں گے جس میں تمہیں صبر کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اپنائیت کا انداز ہے، بڑا پیارا انداز ہے۔

سب سے پہلے تو: یایھا الذین اٰمنوا.... اپنا کہہ مخاطب کیا۔ پھر اس نے فضائل بیان کئے۔ اور اب بتا رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ انجانے میں تم سے بے صبری ہو جائے۔ میں تمہیں بتا دیتا

Marfat.com

ہوں کہ کس کس طریقے سے تمہاری آزمائش ہوسکتی ہے۔ کہاں کہاں تمہیں صبر کی ضرورت ہوگی تو پہلے سے پرچہ تمہارے لئے آؤٹ کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولنبولنکم بشئ من الخوف.... .... الصابرین ۰ ہم تم کو آزمائیں گے: ولنبلونکوہ کا مطلب آزمانا۔ اس کا مطلب ہے گل جانا، سڑ جانا، تو کوئی چیز خراب ہونے لگے تو کیا ہے؟ اس کی آزمائش ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں صبر کے مواقع پر تمہیں دوں گا۔ کبھی تم پر خوف طاری ہو گا۔ جیسے جہاد میں خوف طاری ہوتا ہے، اس وقت تم صبر کرو اور ڈٹے رہو۔

والجوع بھوک ہوگی تمہیں اور ہماری راہ میں تمہیں صبر کرنا پڑے گا۔ جیسے روزے میں، فاقہ کشی میں، جیسے سکینیت میں۔ ونقص من الاموال ۰ نعمت تمہارے ہاتھ سے چلی جائے گی، مال کا نقصان ہوجائے گا: والانفس ۰ تمہارے اپنے پیارے تم سے بچھڑ جائیں گے، جان کا نقصان ہوجائے گا۔ والثمرات ۰ اور پھلوں کا نقصان ہوجائے گا۔ لیکن ان تمام موقعوں پر اگر تم صبر کرو گے، تو تمہیں انعام ملے گا۔ کیوں؟

وبشر الصابرین ۰ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ کون

Marfat.com

کون سے موقعے ہیں۔ اگر تم نے ان موقعوں پر ثابت قدمی کی اور میری رضا کے لئے صبر کیا تو تمہارے لئے بشارت ہے۔ اور ان صابر لوگوں کی کیا پہچان ہے؟ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ ط قالوا انا للہ وانا الیہ رٰجعون ۃ اصاب کا مطلب ہے پہنچنا، مصیبت وہ پہنچی ہوئی چیز جو ٹلے نہیں۔ نہ ٹلنے والی چیز۔ تو مصیبت بھی ایک نہ ٹلنے والی چیز ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایسے لوگوں کو جو میرے بندے ہیں، جو میری رضا پہ سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، صبر کر لیتے ہیں میرے لئے، جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے، کوئی آنے والی چیز اٹل ہو جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں "ہم خود ہی اللہ کا مال ہیں" قالوا انا للہ ط "ہم خود ہی، ہماری ذات ہی اللہ کے لئے ہے۔ ہم اپنے لئے نہیں جی رہے ہیں۔ ہم رب کے لئے جی رہے ہیں۔

وانا الیہ رٰجعون ۃ اور اسی کے پاس جانا ہے۔ تو اگر کوئی چیز مجھ سے پہلے رب کے پاس پہنچ گئی تو پھر کیا غم ہے۔ آخر یہ تو ایڈوانس بکنگ ہے۔ کہ کل کراچی پہنچ جانا ہے۔ تو ہم اپنا سامان دو دن پہلے کسی کے ہاتھ کراچی بھجوا دیں، لہٰذا ہمارا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ تو وہ کہتا ہے کہ نہیں میرا کوئی نقصان نہیں

ہے، ہیں تو اسی کا ہوں۔ اسی کا مال ہوں، اسی کی ملکیت ہوں اسی کے پاس مجھے جانا ہے۔ تو جس چیز کو اللہ نے میری ملکیت بنا دیا چونکہ اس کا مالک رب ہے، تو وہ چیز بھی اللہ کی ہے۔

الذین اذا اصابتھم مصیبۃ..... رٰجعون ؕ جو اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو عطا فرمایا، اس لئے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام بچھڑ گئے تو انہوں نے کہا: انا للہ وانا الیہ رٰجعون ؕ انہوں نے کہا مجھے تو یوسف علیہ السلام کے بچھڑنے کا افسوس ہے۔ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ لیکن صبر اچھی چیز ہے۔ اللہ کے لئے میں صبر کرتا ہوں۔

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہے، کہ وہ نہ صبر کرتی ہے، بلکہ وہ بھول جاتی ہے، خوش ہوتی ہے اس پر، وہ کہتی ہے: قالوا انا للہ وانا الیہ رٰجعون ؕ تو یہ طرۂ امتیاز ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کا۔ پھر ایسے لوگوں کے لئے کچھ نعمتیں ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اُمتی جو صابرین ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اُولٰئک علیھم صلوٰۃ من ربھم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر دُرود وسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ کا ذکر کیا ہے کہ وہ میرے

Marfat.com

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں، ذاکرین پر۔

هوالذی یصلی علیهم وملئکته اور صابرین پر اولئك علیهم.... ورحمة ؕ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور صلوٰۃ اور برکتیں، ایسے لوگوں پر نازل ہوتی ہیں، جو صبر کرتے ہیں۔ اولئك هم المهتدون ؕ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

ان آیات کے یہ فائدے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائبِ خاص اور مختارِ عالم ہیں۔ اسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ تم صابرین کو بشارت دے دو۔ دُنیا مصیبتوں کی جگہ ہے، یہاں آرام کی تلاش بے کار ہے تو مصیبتیں ایک نعمت ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مصیبتوں میں رب یاد رہتا ہے کھوٹے کھرے کی پہچان ہوتی ہے۔ آپ کا اخلاص ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بغیر بھٹی کے زنگ اور میل دُور نہیں ہوتے مصیبتیں مومن کے ایمان کی قلعی ہیں مصیبتوں میں صبر سے درجات میں بلندی ہوتی ہے، اور گناہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔ مصیبت میں انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ پڑھنا چاہیئے۔

Marfat.com

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جاتا تھا تو فرماتے تھے: قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۝
چار باتوں سے جنت ملتی ہے۔ ہر کام کے لئے رب سے التجا کریں، اور مصیبت پر انا الیہ وانا الیہ راجعون ۝ پڑھیں۔ اور نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اور گناہوں پر استغفراللہ پڑھیں۔ نعمت پر الحمد للہ کہیں۔ مصیبت پر انا للہ اور گناہ پر استغفراللہ غنیی مطالبات کیا ہیں؛ جس نے رب کو مال سے ڈھونڈا، اس کے لئے نجات ہے۔ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس کے صدقات وخیرات کی وجہ سے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ۝

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ بقرۃ

آیت ۱۵۸ تا ۱۶۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ يَاحَبِيۡبَ اللّٰهِ

اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَةَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ‌ۚ فَمَنۡ

حَجَّ الۡبَيۡتَ اَوِ اعۡتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِ

اَنۡ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا‌ؕ وَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا ۙ

فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيۡمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيۡنَ

يَكۡتُمُوۡنَ مَآ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالۡهُدٰى

مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الۡكِتٰبِ ۙ

اُولٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ ۝ ۙ

اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَبَيَّنُوۡا فَاُولٰٓئِكَ

اَتُوۡبُ عَلَيۡهِمۡ‌ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ۝

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ

Marfat.com

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ
لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
يُنْظَرُونَ ۝ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَا
إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ۝

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے
ہیں تو جو اُس گھر کا حج یا عمرہ کرے اُس
پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے
اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو
اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے بیشک
وہ جو ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور
ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں
کے لئے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے '
اُن پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے
والوں کی لعنت مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں
اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا
اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول فرمانے والا

Marfat.com

مہربان بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے اُن پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی ہمیشہ رہیں گے اُس میں نہ اُن پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں وہ سورۃ بقرۃ کی ۱۵۸ سے لے ۱۶۳ تک ہیں۔ سورۂ بقرہ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف، اس کے فضائل اور کرامتیں اور بزرگی بیان فرمائی۔ اس کے بعد تبدیلیٔ قبلہ کا حکم عطا فرمایا۔ اور پھر اس پر جو اعتراضات تھے مشرکین کے، منافقین اور یہود و نصاریٰ کے اس کے جوابات دیئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ذکر اور شکر کی تلقین فرمائی۔ اس کے علاوہ صبر کی اور صلوٰۃ کی انہیں تلقین فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں اپنے بندوں کو جن کو میں اپنا بنالیتا ہوں، اُن کو آزماتا ہوں، پرکھتا بھی ہوں کہ وہ کتنے سچے ہیں اس دعوے میں کہ وہ

Marfat.com

میرے ہیں۔ اور میں تھوڑا بہت ان کو خوف سے اور بھوک سے
اور مال و متاع اور جان سے اور پھل کے نقصان سے آزماتا ہوں۔

اور پھر ان میں سے جو صبر کرتے ہیں، ان کے لئے بشارت ہے۔ ایسے لوگ جو اللہ کی رضا پر زندہ رہنا چاہتے ہیں، ان لوگوں کا کردار یہ ہوتا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے۔ اگر ہمارا مال و اسباب کچھ پہلے پہنچ گیا تو کیا حرج ہے، کہتے ہیں: انا للہ وانا الیہ راجعون ۞ یہ آیتِ کریمہ جو ہے "انا للہ وانا الیہ راجعون ۞" کی جو ہمیں اللہ تعالیٰ سے واصل باللہ ہونے کی اُمید دلاتی ہے، یہ صرف اُمتِ محمدیہ کو ہی عطا ہوئی۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام سے بچھڑے تو انہوں نے یہی کہا کہ مجھے افسوس ہوا۔ اور کہا کہ: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۞ کہ صبر بڑی اچھی چیز ہے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی جو ہیں، ان کا کوئی بچھڑتا ہے، کوئی نقصان ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۞ اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے درود و رحمت نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و رحمت، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر ہوتی ہے۔

Marfat.com

ذاکرین پر ہوتی ہے۔

سورۂ احزاب کی وہ آیت: هوالذی یصلی علیکم وملٰٓئکتہٗ اور پھر ان پر ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں، صابرین پر اور ذاکرین پر، اور صابرین اور ذاکرین کے آقا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اب اللہ تعالیٰ ذکر اور شکر اور صبر وصلوٰۃ کی تلقین کے بعد صفا اور مروہ کے متعلق جو مسلمانوں کے اس زمانے میں شکوک وشبہات تھے، اور جو کفار کے اعتراضات تھے، اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے پُرانے زمانے میں "اساف" نام کا ایک آدمی تھا اور نائلہ نام کی ایک لڑکی تھی۔ انہوں نے بدنیتی سے حرم کے اندر ایک دوسرے کو چھوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس گستاخی پر ان دونوں کو پتھر بنادیا۔ حرم میں تو بال بھی کسی کا نہیں اُکھاڑ سکتے، حرم میں تو پابندیاں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اللہ کا گھر ہے۔ حرم ہی واحد جگہ ہے جہاں محرم نامحرم کو دیکھ سکتا ہے۔ حرم وہ جگہ ہے جہاں محرم نامحرم کا کوئی پردہ نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ سب کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ ان کی نظریں ایک دوسرے پر نہیں ہیں۔ لہٰذا پردے کے احکام، وہاں محرم نامحرم کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہاں

سب ہی محرم ہیں۔ سب اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرے گھر میں آئے ہو تو تمہاری توجہ میری طرف ہونی چاہیئے۔ تمہیں میری طرف دیکھنا چاہیئے، اگر تم نے اپنی خواہشات سے کسی اور کی طرف دیکھا تو تم پتھر بنا دیئے جاؤ گے۔ تو یہ "اساف اور نائلہ" نے کعبہ میں خطائے ادب کی۔ اور اس کی سزا میں عذابِ الٰہی سے وہ پتھر بنا دیئے گئے، اور اساف کا پتھر لا کر کوہِ صفا پر ڈال دیا گیا۔ اور نائلہ کو مروہ پر رکھ دیا گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام لوگ جو دینِ حنیف پر تھے، دینِ ابراہیمی پر تھے، وہ صفا و مروہ کی سعی کیا کرتے تھے۔

لیکن جب جہالت کا زمانہ آیا تو کفار صفا و مروہ میں سعی کرتے وقت بطورِ احترام کے بُت پرستی کے، ان کو وہ چھو کر جاتے تھے۔ تو اساف اور نائلہ کے پتھر کے بُتوں کو چُومتے تھے، احتراماً۔ جو جہالت کا اثر ان پر آ گیا تھا، تو جب اسلام کے بعد مسلمان صفا و مروہ پر سعی کرتے تھے تو ان کو اندر سے کئی شکوک و شبہات ہوتے تھے کہ یہ صحیح کام کر رہے ہیں؟ یہاں تو کفار بھی یہ کام کیا کرتے تھے۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے اور اس بُت کو پتھر کو چھوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ

Marfat.com

آیتِ مبارکہ نازل فرمائی : ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ فمن حج ..... شاکر علیمہ ڈ ''بے شک یہ صفا اور مروہ کی پہاڑیاں ہیں، یہ اللہ کی نشانیاں ہیں، شعائر اللہ ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ شریف کا حج کرے، یا عمرہ کرے فلا جناح علیہ تو ان پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں۔ ان یطوف بھما کہ وہ ان دونوں کے درمیان طواف کرے سعی کرے۔''

بہت سے لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہا ہے کہ گناہ نہیں ہے۔ تو یہ لازمی کیسے ہو گیا؟ یہ ایسے ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرے اور حج کے درمیان میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا لازم ہے اور اگر تم نے نہیں کیا تو تمہیں قربانی دینی پڑے گی۔ دم دینا پڑے گا۔

اس سے ایک بہت بڑا اصول مرتب ہوا۔ دو اصول ہوئے ایک تو جن چیزوں کو اللہ کے پیارے اور محبوبین سے نسبت ہو جاتی ہے۔ جن زمان و مکان کو وہ چاہے، وہ وقت ہو یا جگہ ہو' اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے تو وہ شعائر اللہ بن جاتی ہیں۔ اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دانت توڑ لئے، اور پھر کھا نہیں سکتے تھے۔

Marfat.com

چبا نہیں سکتے تھے۔ تو حلوہ کھایا انہوں نے، اس حالت میں زخمی منہ میں، تو ان کی یہ ادا شعائر اللہ بن گئی ہے۔

اس پر جو کوئی اعتراض کرے کہ شب برات نہیں منانا چاہیئے۔ یہ تو بدعت ہے۔ یہ اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فتویٰ دے دیا ہے کہ میرے محبوبین سے اگر کسی وقت کو یا کسی مکان کو نسبت ہوگئی تو وہ شعائر اللہ بن جائے گا۔ پھر اس کا ادب اور احترام، وہاں جانا، ویسا کرنا، تمہارے لئے کارِ ثواب ہوگا۔

دوسری بات اس سے یہ پتہ لگی کہ اگر کوئی پاکیزہ پاک جگہ ہے، کوئی ایسی جگہ ہے جسے ہم شعائر اللہ کہہ سکتے ہیں، وہاں پر کوئی ناپسندیدہ یا ناجائز کام لوگ کرتے ہوں تو اس کے کرنے کی وجہ سے اس کی عظمت میں کمی نہ ہوگی۔ آپ کا فرض یہ نہیں ہے کہ وہاں پر جانا بند کر دیں یا اس کا احترام بند کر دیں۔ وہاں کا احترام اور عظمت اپنے عمل سے، اپنے اعتکاف سے، اپنے عقیدے سے اس کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ وہ شعائر اللہ میں سے ہے۔ جو لوگ غلط کام کرتے ہیں اُن کو روکیں آپ، جب اللہ تعالیٰ آپ کو طاقت دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ صرف اس

Marfat.com

لئے کہ کفار بھی اس طرح کام کرتے ہیں۔ تو اس سے تمہاری عظمت بھی کم نہیں ہوتی۔ تم تو میرے دوست کی بیوی حاجرہ کی سُنّت ادا کرو۔ دوڑو صفا و مروہ کے لئے۔ تمہارے لئے تو یہ شعائر اللہ تم ایسا کرو گے، یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے؟ "شَاکِرٌ عَلِیْمٌ" ہے۔ وہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے۔ کہ تم رضائے الٰہی کے لئے کر رہے ہو۔ رب کو منانے کے لئے، ربّ کو خوش کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شاکر بھی ہے، قدر دان بھی ہے۔ وہ تمہاری قدر کرے گا، تمہارے اس جذبے کی اور تمہیں اس کا صلہ عطا فرمائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان الصفا...... شعائر اللہ۔ بے شک صفا اور مروہ کی پہاڑیاں جو ہیں یہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ کہ اللہ کے دوست کی بیوی بے سروسامانی میں، اس نے یہاں قیام کیا اور اللہ کی رضا پر صبر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکّل کیا، اس کے توکّل کو میں نے قبول کیا۔ اور بے آب و گیا جگہ میں مَیں نے پانی دے دیا۔ زمزم جو دنیا کے گوشے گوشے میں تبرک کے طور پر جاتا ہے، جس میں غذائیت بھی ہے اور شفا بھی ہے۔

اور میں نے یہاں شہر بھی آباد کر دیا۔ دنیا کی دولت کھینچ کر یہاں آتی ہے۔ دنیا کے لوگ بادشاہ و رعایا یہاں کھینچ کر آتے

Marfat.com

ہیں۔ تو جو کوئی حج یا عمرے میں جائے تو اس کا طواف کرے، اس میں کوئی حرج و گناہ نہیں ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ کفار وہاں پر غلط حرکتیں کرتے ہیں، ان لوگوں پر جن پر عذاب نازل ہوا تھا۔ عذاب سے پتھر بن گئے تھے۔ ان کے سامنے اپنا ادب و احترام پیش کرتے ہیں، جو کفر و شرک ہے۔

اسی طریقے سے میرے دوست ابراہیم خلیل اللہ نے میرا جو گھر بنایا تو صاحبانِ ایمان کے لئے، آلِ ابراہیم کے لئے اور دینِ حنیف پر قائم رہنے والوں کے لئے اس کے طواف کا ثواب اس لئے نہیں ختم ہو جائے گا کہ وہاں اندر بُت رکھے ہوئے ہیں۔ خانہ کعبہ کے اندر بُت رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اہلِ ایمان کو اس کے طواف کا ثواب ملے گا۔

تو تمہارا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ جو اللہ کے دوست کی نشانیاں ہیں، جن چیزوں کو اُن سے نسبت ہے، ان کا احترام کرو، وہ شعائر اللہ ہیں۔ وہاں پر کوئی غلط کام ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ سے تم اپنا صحیح کام نہ روکو، تمہیں اللہ تعالیٰ استطاعت دے تو تم اس غلط کام کو رکوا دو۔ اس کا تدارک کرو۔

صفا، جمع ہے صفات کی اس کا مطلب ہے صاف اور مضبوط پتھر۔ اور مروہ سفید کنکروں کو کہتے ہیں۔ اور صفا پر صفی اللہ

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام نے کچھ دنوں قیام کیا تھا۔ اس وجہ سے بھی اسے صفا کہتے ہیں۔ اور مروہ کی نسبت "مرأۃ" سے ہے۔ عورت، بیوی۔ اس لئے کہ حضرت حوّا نے مروہ پر قیام کیا تھا۔ تو شعائر کہتے ہیں شعیرہ کی جمع کو۔

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی بھی ہے اور نفاست بھی۔ مراد ہر وہ چیز جس کا اس کی تعظیم اور اُس کا ادب عبادتِ الٰہی ہو جائے۔ صفا اور مروہ کی آپ تعظیم کرتے ہیں، وہ گویا عبادتِ الٰہی ہے۔ بیت اللہ شریف کی تعظیم آپ کرتے ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں۔ وہ عبادتِ الٰہی ہے۔ اور بری امام سرکار جاکر اور شاہ افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں جاکر آپ ذکرِ الٰہی کرتے ہیں، زیارت کرتے ہیں، فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اس کی تعظیم بھی عبادتِ الٰہی سمجھی جائے گی۔ حج کا مطلب ہے ارادہ کرنا یا زیارت پر جانا۔ لوگ ارادتاً اللہ کے گھر جایا کرتے تھے۔ اس کی زیارت کرتے تھے۔ اس وجہ سے اس کا نام حج ہے۔ اور عمرہ کا مطلب ہے آباد کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ومن تطوع خیرًا۔ شوق سے، جی سے کوئی کام کرے۔ یعنی آپ شوق میں جذبے کے ساتھ صفا اور مروہ پر سعی کریں۔ شوق کے تعظیم کے جذبے کے

ساتھ صفا اور مروہ پر سعی کریں۔ شوق کے تعظیم کے جذبے کے ساتھ آپ کسی بزرگ کے ہاں جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فان اللہ شاکر علیم ۝ یعنی سب جاننے والا ہے اور ان سب کا اجر دینے والا ہے۔ اس لئے کہ وہ قدردان بھی ہے۔

"شاکر" کا لفظ اگر انسان کے لئے ہو تو کہیں گے شکر گزار، رحمان کے لئے "شاکر" کا لفظ ہو تو کہیں گے قدردان۔ قدر دان اور اجر دینے والا۔ اس طریقے سے مسلمانوں کی تربیت ہو رہی ہے۔ پہلی تبدیلیٔ قبلہ بیت اللہ شریف کی عظمت، اس کے بعد تبدیلیٔ قبلہ اور اس کی حکمت۔ اس کے بعد ذکر کی تلقین اس کے بعد شکر کی تلقین، اس کے بعد صبر کی تلقین، اس کے ساتھ صبر کو آسان کرنے کے لئے نماز کی تلقین۔ اب جو ہے، وہ شعائر اللہ کی تعلیم اور اس کے ادب کی تعلیم دے رہا ہے۔

تو اسی سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ حج و عمرہ میں سعی واجب ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کوئی گناہ نہیں، حرج نہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ جی چاہے کرو یا نہ کرو۔ اللہ کے حکم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ساتھ پڑھنا چاہیئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے حبیب

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کتاب اور حکمت پڑھاتے ہیں، اور وہ کچھ پڑھاتے ہیں جو آپ کو اس کے بغیر نہیں ملتا۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرہ و حج میں سعی واجب ہے اور اگر اس کی خطا ہو جائے تو اس کی قربانی لازم ہے۔

دوسرا اصول یہ کہ اگر معظم مقام ہو، کوئی قابلِ تعظیم جگہ ہو۔ جیسے اکثر بزرگوں کے مزارات ہوں، وہاں کچھ خرابیاں ہو جائیں، بدانتظامی کی وجہ سے یا ان کے سجادہ نشین حضرات کی غفلتوں کی وجہ سے تو بھی تخفیفِ عزت نہیں ہوگی۔ وہ ان کا بُرا عمل ہے جو وہاں جاکر بُرے عمل کرتے ہیں۔ اگر وہاں جاکر وہ لوگ بھنگ چرس پیتے ہیں، ناچ گانے کرتے ہیں، تو وہ ان کا بُرا عمل ہے۔ اس جگہ کی عزت و تکریم میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی۔ چنانچہ عرس کے دوران اگرچہ وہاں ناپسندیدہ کام بھی ہوں، تو اس جگہ کی حُرمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کاموں کو بند کروانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ ناجائز کاموں کی وجہ سے سُنّت نہیں چھوڑی جاسکتی۔ اگر سُنّت کے ساتھ لوگوں نے تحریف کردی ہے، اس کے ساتھ غلط کام شامل کئے گئے ہیں، آپ غلط کام نہ کریں، لیکن آپ سُنّت نہ چھوڑیں۔ حضرت حاجرہ

Marfat.com

کی سنت تھی، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کی۔ اس سنت کو دینِ ابراہیمی والے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نہیں چھوڑ سکتے۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ دینی شعائر میں علامتوں کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ یہ علامتیں ہیں بزرگوں کی۔ اور کفار کی ہر تشبیہہ بُری نہیں ہے۔ یعنی آپ کوئی ایسا کام کریں، جو پتہ لگے یہ کفار بھی کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کفار وہ کام کرتے ہوں یا کر رہے ہوں، اسی وجہ سے مسلمانوں نے وہ کام کیا ہو۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو۔ صفا اور مروہ پہ کفار کیوں سعی کرتے تھے، اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد نے، آلِ ابراہیم نے جو دینِ ابراہیمی پر تھے، انہوں نے وہاں پر سعی کی تھی۔ اور طواف کیا تھا۔

تو کفار بھی کرتے تھے۔ تو صرف اس وجہ سے کفار کو صحیح کام کرنے سے روکا نہیں جاسکتا۔ تو جو آپریٹو رول ہے، جو قطعی حکم ہے۔ وہ یہ کہ بُرے کام کو بُرا جانو۔ اچھا کام کسی صورت میں بُرا نہیں ہوسکتا، چاہے بُرے لوگ وہ اچھا کام کرنا شروع کردیں۔ تو وہ اچھا کام بُرا نہیں ہوتا۔ کفار صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں یا کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں تو آپ کے لئے

Marfat.com

بُرا نہیں ہوگا۔ تو کفار کی ہر تشریح حرام نہیں ہے۔

آپ اس لئے کمپیوٹر استعمال نہ کریں کہ یہ یہود و نصاریٰ کی ایجاد ہے، وہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات غلط ہوگی۔ تو صفا اور مروہ اس لئے شعائر اللہ بن گئے ہیں کہ اللہ کے پیارے وہاں کچھ عرصہ کے لئے گئے۔ تھوڑی دیر کے لئے بھی کہیں اللہ کے پیارے چلے جائیں تو وہ جگہ قابلِ تعظیم ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ عرفات کے میدان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا تو اب وہ شعار اللہ بن گیا۔ اور عرفات کا میدان ہو، منیٰ کا میدان ہو۔ مزدلفہ ہو، یہ سب شعائر اللہ ہیں۔ تو جہاں یہ چند دنوں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا وہ شعائر اللہ بن گیا۔

آپ اندازہ کریں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود کیا ہمیشہ کے لئے شعائر اللہ نہیں بن گئی، اس کا احترام نہیں ہے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ان بازوؤں کو جن سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھایا اپنی گود میں رکھا، کیا وہ شعائر اللہ نہیں بن گئیں؛ کیا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے وہ پالنے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہوئی۔ جس سے مہد سے انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ کیا وہ شعائر

اللہ نہیں ہیں ؛ بلکہ وہ تو شعائر گر ہو گئے، کہ وہ جہاں جائیں گے، وہ جگہ شعائر اللہ بن جائے گی۔

توصفا اور مروہ اس لئے شعائر اللہ بنے کہ اللہ کے پیارے وہاں تھوڑے دنوں کے لئے گئے تھے۔ اور جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہوگئی وہ خود ہی شعائر گر ہو گیا۔ اگر کوئی اللہ کا نیک بندہ ہر وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سجدہ ریز رہتا ہے، جیسے کہ ہمارے آقا و مولیٰ قطبِ عالم، غوثِ زماں، شاہِ افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں چوبیس گھنٹے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سجدہ ریز رہتا ہوں"۔ ایسی ہستیاں تو خود شعائر گر ہو جاتی ہیں۔ اور دوسروں کو شعائر اللہ بنا دیتے ہیں۔

اب لوگ ان پر اعتراض کیا کرتے تھے، مسلمانوں پر یہ کافر یہود و نصاریٰ۔ یہ صفا و مروہ کے درمیان میں دوڑتے ہیں، تو مسلمانوں نے بھی یہ کام کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے، کہ ان لوگوں پر تو آپ دھیان ہی نہ دیں۔ کیوں؟

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ ......

الرحیم٥

ان الذین یکتمون ٥ وہ لوگ جو چھپاتے ہیں۔ چھپانا

Marfat.com

دو طرح کا ہے۔ ایک ان چیزوں کو چھپانا جن کا اللہ کی مخلوق کے سامنے ظاہر ہونا ضروری ہے۔ جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، جیسے دینِ حق کا کوئی رُکن، اس کو چھپانا "کتمہ" ہے۔ یکتمون ہ کتمہ چھپانا، لوگوں کی توجہ سے ہٹانا۔

ایک "ستره" ہے۔ ان چیزوں کو چھپانا جن کو مخلوق کے سامنے ظاہر نہیں کرتا۔ ان کا ظاہر ہونا غیر ضروری ہے۔ انسان اپنے جسم کے ان حصوں کو چھپاتے ہیں، جس کو چھپانا چاہیئے، وہ نیکی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ چھپاتا ہے، عیب چھپاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

تو "کتمہ" اور "سترہ" میں فرق ہے یکتم گناہِ عظیم ہے۔ یعنی حق کو چھپانا، جو کہ یہود و نصاریٰ کرتے تھے، اور ستاری ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے۔ اللہ تعالیٰ دوسروں کے عیُوب کو چھُپاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے ستر پوشی پسند فرماتا ہے۔ اور بندوں کے لئے پسند کرتا ہے کہ وہ دوسرے کے عیب چھپائیں۔ نہ کہ ان کے عیب کا اشتہار کر دیں۔

ہم کہتے ہیں ہم نے سچ مچ دیکھا ہے ان کو شراب پیتے ہوئے کہ جو صحیح بات واقعی اور حقیقی بات آپ نے دیکھی ہو کسی اور کو

Marfat.com

کرتے ہوئے۔ وہ اس کی غیر موجودگی میں کسی اور کو بیان کیا تو وہ
غیبت ہے۔ وہ ایسا ہے جیسے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔
اور اگر اس نے نہیں کہا اور پھر آپ نے بیان کر دیا تو وہ ہو گیا
وہ ایسا ہو گیا ہے جیسے آپ نے گنہگار کر دیا ہے۔
اتنا سخت حکم ہے۔ اور اگر کسی میں بُرائی ہے تو آپ کو یہ
حق ہے کہ اس کے پاس جا کر اس کو سمجھانے کی کوشش کریں اور
اس کے وجود کو بُرائیوں سے پاک اور دُور کرنے کی کوشش کریں۔
اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی دو سُنتیں ہیں۔ ایک تو ہے ستاری اور دوسری
ہے: اور ہماری بُرائیوں کو اُتارنا وہ مخلوق سے
ہمارے عیوب کو چھپا کے رکھتا ہے۔ اور خود ہمارے وجود سے
ہماری بُرائی اتار لیتا ہے۔ اور ہمیں ایسا صاف ستھرا کر دیتا ہے،
جیسے ہم نے وہ بُرائی کبھی کی ہی نہیں تھی۔
تو ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات ہم نے
جو کچھ صاف۔ بیّن کہتے ہیں ثبوت۔ صاف حکم ہم نے جو نازل
کیا، کچھ لوگ ایسے ہیں جو اُن کو چھپاتے ہیں: من بعد......
الکتاب اس بات کے بعد کہ میں نے سارے لوگوں کے لئے
اس کو کھلے طور پر بیان کر دیا ہے، کتاب میں۔ یعنی وہ ایک
ایسی حقیقت ہے، وہ ایک ایسی حقانیت ہے جس کو میں

Marfat.com

نے ضروری سمجھا کہ وہ عوام الناس تک پہنچ جائے۔ اس لئے میں نے اس کو کتاب میں لکھ کر سب پر ظاہر کر دیا، یہ اس کو بھی چھپاتے ہیں۔

تو اس آیتِ مبارکہ کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کن صفات کو سب سے زیادہ پسند فرمایا ہے۔ اپنا تعارف کرنے کے لئے؛ والٰھکم الٰہ واحدہٗ لاالٰہ الّا ھوالرحمٰن الرحیمہٗ اپنا تعارف اس نے رحمٰن و رحیم کی صفات سے کیا۔ لہٰذا ہم پہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تعارف مخلوق سے کرائیں تو اس کی رحیمی اور رحمانیت سے کریں اور پھر لوگوں کو سکھائیں۔ طریقت میں، سالکوں میں، اور علماء میں کیا فرق ہے؟

علماء جنّت کی طمع پیدا کرتے ہیں، دوزخ کا خوف پیدا کرتے ہیں۔ سالکین یہ کہتے ہیں کہ دیکھو اب کتنا پیارا ہے، کتنا رحیم ہے، کتنا کریم ہے۔ ڈرو اس بات سے کہ ایسا پیارا تم سے بچھڑ نہ جائے۔

دوزخ کی آگ کیا تمہیں جلا جائے گی، اگر تمہارا دل اس خوف سے جلتا رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت ہو جائے کہ میں رب سے بچھڑ جاؤں۔ میرا ہر وہ لمحہ جس میں

Marfat.com

مجھے احساس ہو کہ شاید میرا رب مجھ سے ناراض ہو جائے۔ میرے لئے وہ لمحہ جنّت کی سیر کے برابر ہے۔

ہر وہ لمحہ جس میں مجھے پشیمانی ہے اور خوف اس بات کا ہے کہ میں نے کہیں رب کو ناراض نہ کر دیا ہو، میں نے رب سے فیصلہ نہ پیدا کر لیا ہو، اپنی حرکتوں سے۔ میرا احساس ایسا ہی کرب ناک ہے جیسے میں دوزخ کی آگ سے گزر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبّت اور صدق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ایمان پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین اور ان کے شعائر عظمت و تعظیم کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ۃ

پارہ سیقول سورہ بقرہ

آیات ۱۵۹ تا ۱۶۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ
الْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ ۙ
اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ اِلَّا
الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ
عَلَیْھِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ
کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ
لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۙ
خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَ
لَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰہَ

Marfat.com

إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ إِنَّ فِي خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ
النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ
فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا
مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْٓا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ
جَمِيْعًا ۙ وَّأَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝

بے شک وہ جو ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں
اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں
کے لئے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے اُن پر
اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت
مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں

Marfat.com

اُن کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ
قبول فرمانے والا مہربان بے شک وہ جنہوں نے
کفر کیا اور کافر ہی مرے اُن پر لعنت ہے اللہ
اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی ہمیشہ رہیں گے
اُس میں نہ اُن پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں
مہلت دی جائے اور تمہارا معبود ایک معبود
ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی
رحمت والا مہربان بے شک آسمانوں اور زمین
کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور
کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر
چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اُتار
کر مُردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں
ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش
اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم
کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے
ضرور نشانیاں ہیں اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور
معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب
رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی

محبت نہیں اور کیسی ہو اگر دیکھیں ظالم وہ
وقت جب کہ عذاب اُن کی آنکھوں کے سامنے
آئے گا اس لئے کہ سارا زور خدا کو ہے اور اس
لئے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

اے عزیزانِ محترم! میں نے ۱۵۹ سے لے کر ۱۶۵ آیات تک تلاوت کی۔ اس سے پچھلی چند آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے خانہ کعبہ بیت اللہ شریف کی عظمت کا ذکر فرمایا، اپنے دوست کے ساتھ اس کی نسبت کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اُس نے ذکر کی تعلیم فرمائی، پھر شکر ہم پر لازم فرمایا۔ اور شکر کے بعد یہ بھی بتایا کہ صاحبانِ ایمان کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔ پھر مومنین کے لئے صبر بھی لازم فرمایا ہے۔ اور اس کا اجر بھی بیان فرمایا ہے کہ ذاکرین اور شاکرین کے لئے تو جنت ہے ۔۔ اور صابرین کے لئے جنت والا ہے۔

اس کے بعد آیت میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا ذکر فرمایا ہے، کہ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اور شعائر اللہ کے ساتھ جو حسنات وابستہ ہیں ان کو ہم اس لئے نہیں چھوڑ سکتے کہ کفار اور مشرکین بھی اس میں شامل ہیں۔

Marfat.com

لیکن اس کے ساتھ وہ شرک نہیں کرتے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو دینِ ابراہیمی پر قائم تھے بعثت نبوی سے پہلے انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف اس لئے نہیں چھوڑا تھا کہ وہاں اندر تو بُت رکھے ہوئے ہیں ۔کسی کافر یا مُنکر کی گستاخیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دینی عظمت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔ عظمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ حَیٌّ قیّوُم ہے۔تو عظمت بھی قائم و دائم رہتی ہے ۔ چاہے لوگ اس کے ساتھ کچھ بھی کریں ۔

چنانچہ بعض حضرات جو یہ تلقین کرتے ہیں کہ مزارات پر خلافِ شرع باتیں ہوتی ہیں، وہاں نہیں جانا چاہیئے ۔یہ بات قطعی غلط ہے ، وہ ان کا عمل ہے ۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ طاقت دے تو آپ اسے روک دیں ، اسے بند کرا دیں ۔ لیکن دوسروں کی بداعمالیوں کی وجہ سے آپ نیکی اور حسنات سے اپنے آپ کو محروم نہ کریں ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ اتنی واضح آیات اور نشانیاں پچھلی کتابوں میں بیان کرنے کے بعد لوگوں پر واضح کرنے کے بعد بھی کچھ لوگ حق کو چھپاتے ہیں ۔" تکتیم "کسی ضروری اَمر کو چھپانے کو کہتے ہیں ۔ اور سَتَر یہ قطعی غیر ضروری ہے کہ ایک کا

عیب ساری دُنیا میں طشت از بام ہو۔ لہذا اللہ تعالیٰ ہمارے عیب کی سّتاری فرماتا ہے۔ اسی لحاظ سے ہمارے جسم کے کچھ حصّے ایسے ہیں جو دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آنے چاہئیں۔ اسی لئے ان کو سُتر کہتے ہیں کہ اس کو چھپانا لازم ہے۔ تو تکتیم میں اور سُتر میں یہ فرق ہے کہ سُتر غیر ضروری چیزوں کو چھپانے کے متعلق ہے۔ اور جس کو چھپانا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔ اور تکتیم حق کو چھپانا ہے۔ جو صریحًا گناہ اور بغاوت ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ میں نے وہ جو صاف صاف حکم اور ہدایت نازل کر دی ہے، اس کو بھی چھپاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ اس کتاب کو اس ہدایت کو اور اس حق کو عوام النّاس تک اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا، کتاب توریت اور انجیل میں شامل کر کے کہ میرا محبوب دنیا میں آئے گا، جو نبیوں کا سردار ہو گا اور سارے انبیاء اس کی اُمّت میں ہوں گے۔ اور جب وہ آجائے اور اپنی نبوّت کا اعلان کر دے میری رضا سے، تو تم سب اس پر ایمان لاؤ۔

تو اس حق کو انہوں نے چھُپایا۔ اس میں یہ تھا کہ میرا محبوب جو ہو گا وہ نبی الحرمین ہو گا، وہ نبی القبلتین ہو گا۔ وہ قبلے کی طرف کچھ دنوں تک میرے حکم سے نماز پڑھے گا۔ اس سے

Marfat.com

پہلے کسی اور نبی کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی کہ وہ نبئ القبلتین ہو۔ لیکن جو لوگ اس کو بھی چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ وہ کتابوں میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا۔

اللہ کی ہدایت، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپانا ایک بہت بڑا جرم ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی نہیں بلکہ اس کی دوسری مخلوق بھی اور صاحبانِ ایمان اور ملائکہ اور جو حق پر ہیں وہ سب اس قبیح عمل پہ اُن کو لعنت بھیجتے ہیں۔

اس کا مطلب ہے اپنے سے دُور کر دینا۔ تو جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ان پر لعنت بھیجتا ہوں، تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دُور کر دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو گئے۔ تو ایسے لوگ جو حق پوشی کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دُور فرما دیتا ہے۔ اور دوسرے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ موت کیا ہے؟ توبہ کا دروازہ بند ہونے کی آہٹ ہے۔ اِدھر موت آئی اُدھر توبہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور یہ بڑا کرم ہے اللہ تعالیٰ کا۔ کیونکہ موت کے بعد پھر

Marfat.com

دوسری موت نہیں ہے۔ پھر ایمان پر اگر موت کے وقت اس دُنیا سے گئے تو ہمیشہ مومن بن کے رہیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ۔ اور اگر خدانخواستہ نعوذ باللہ من ذالک، وہ اگر ایمان کی بجائے حالتِ کفر میں گئے تو ہمیشہ کے لئے وہ کفر کی حالت میں ہوں گے۔ اور کفر کیا ہے ــــ؟ بغاوت ہے، لہٰذا وہ ہمیشہ ہمیشہ، جو باغیوں کے لئے عذاب ہے، اسی میں رہیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سوائے اُن لوگوں کے، الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا ۃ تین شرطیں اللہ تعالیٰ نے رکھیں ہیں۔ وہ توبہ کرلیں، یعنی میری طرف پلٹ آئیں۔ اپنے گناہوں سے تائب ہوکر میری طرف آجائیں۔ میں قبول کرنے والا ہوں، واصلحوا اور اپنی اصلاح کرلیں، اپنے ایمان کی اور اپنے اقوال کی، اپنے افعال کی و بینوا۔ اور اعلان کر دیں حق کا کسی قسم کی، شبے کی گنجائش نہ رکھیں۔ منافقین کی طرح سے، کہ مسلمانوں میں آکر کہیں کہ ہم تو ایمان لائے اور ہم توبہ کرچکے ہیں۔ اور کافروں میں جائیں تو کہیں کہ ہم تو مسلمانوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں، نہیں واضح اعلان کریں، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیا۔ اپنے اعمال اور ایمان کی اصلاح کرلی۔ اور حق کا اعلان کردیا۔

Marfat.com

فاولٰٓئک اتوب علیھم ۚ ان کو تو میں معاف کر دیتا ہوں۔ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں۔ ان کو قبول کر لیتا ہوں اپنی بارگاہ میں۔ وانا التواب الرحیم ۚ اور میں توبہ کو قبول کرنے والا ہوں۔ پلٹ کر آنے والوں کو اپنا بنانے والے کو کہتے ہیں توّاب۔

توبہ کا مطلب ہے واپس آجانا، تو جو لوگ کفر سے ایمان کی طرف واپس آتے ہیں میں ان کو قبول کر لیتا ہوں۔ اس لئے کہ میں رحیم ہوں۔ میرے رحم اور کرم کی وہ نعمتیں جو خاص بندوں کے لئے مخصوص ہیں، میں اس رحمت کی نظر سے اس کو دیکھتا ہوں، جو اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر اور توبہ کر کے میرے پاس واپس آتا ہے۔ ہاں!

ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار .... اجمعین ۚ خواہ جو کفر کی حالت میں مر گئے، کفر کیا اور اسی حالت میں مر گئے، اور وہ کافر ہی کافر رہے، آخر وقت تک۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور انسانوں کی ہر طرف سے لعنت ہے ــــــ خالدین فیھا ۚ وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ لا یخفف .... ینظرون ۚ

ان پر عذاب کسی طریقے سے کم نہیں ہوگا۔ عذاب میں

Marfat.com

کوئی تخفیف نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ وہ بغاوت کی انتہا ہے۔ کُفر کی سزا سخت ترین ہے۔

وہ کہے گا، مجھے تو فلاں نے بہکا دیا تھا۔ اور اب اسے رب مجھے معاف کر دے۔ پھر مجھے دنیا میں بھیج دے، تاکہ میں ایمان لاؤں اور اچھے اعمال کر کے واپس آؤں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک دفعہ یہ موقع ملنا تھا، تم نے وہ موقع کھو دیا ہے۔ اب تم جس حالت میں آئے ہو اسی کی جزا ملے گی۔ ایمان کے ساتھ آئے ہو تو جنّت ملے گی اور کفر کے ساتھ آئے ہو تو دوزخ اور عذاب ملے گا۔

پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ پوچھا کرتے تھے، کہ آپ یہ بتائیں کہ آپ کا رب کیسا ہے؟ تاکہ ہم اس کی تعریف سُنیں، تو اپنے رب سے اس کا موازنہ کر سکیں کہ کس طریقے سے وہ مختلف ہے۔ اور جو مشرکین تھے وہ اللہ تعالیٰ کے مُنکر نہیں تھے۔ اللہ کا لفظ عربی میں تھا، وہ سمجھتے تھے کہ ایک رب تو ہے جو سب سے بڑا ہے، اللہ ہے۔ لیکن کارِ جہاں دراز ہے، اتنی بڑی کائنات ہے۔ زمین آسمان، یہ عالم وغیرہ، ان کے خیال میں نعوذ باللہ من ذالک۔ اللہ تعالیٰ اکیلے یہ سب کام نہیں کر سکتا۔ اس لئے چھوٹے بڑے بہت سارے خدا انہوں نے گھڑ لئے تھے۔ کہ نعوذ باللہ! یہ

Marfat.com

یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کریں گے۔ ہر چیز کا ایک خدا ہے اور آتش
پرستوں کے دو خدا ہیں ۔ایک نیکی کا خدا ہے اور ایک بدی کا خُدا
ہے۔ تو ان کے ہاں توحید نہیں شرک تھا۔ کفر بھی تھا، شرک بھی تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی۔
توحید کا سبق دیا۔ والٰھکم اللہ واحد ۃ کہ آپ کا رب جو
ہے میرے محبوب وہ واحد ہے۔ اس کو کسی کی مدد کی، دستگیری
کی، کسی کی اعانت کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ قاھر فوق
عبادہٖ ۃ اللہ قاہر ہے، زبردست طاقت والا ہے۔ اپنے
تمام مخلوق کے اُوپر۔

اور وہ : والٰھکم اللہ واحد : لاالٰہ الّا اللہ ۔ اور
کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے الاھوالرحمٰن الرحیم
کہ جو رحم کرنے والا ہے مخلوق کے ساتھ بھی، ہر ایک کو رزق دیتا
ہے۔ ہر ایک کو ہوا دیتا ہے۔ ہر ایک کو پانی دیتا ہے۔ سانس
لینے دیتا ہے، پھلنے پھُولنے دیتا ہے۔ اور خصوصی کرم بھی کرتا ہے۔
ان پر جو ایمان لاتے ہیں، جو اس سے محبّت کرتے ہیں، جو اس
کا ذکر کرتے ہیں ۔ جو اس کا شُکر ادا کرتے ہیں، جو اس کی
رضا پر صبر کرتے ہیں ۔ جو خطائیں کرکے اس سے معافیاں مانگتے
ہیں۔ اور اس کی طرف توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ جن کو کوئی مال

Marfat.com

کا یا جان کا یا پھل کا کوئی نقصان ہو جائے تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے بھی رب کے پاس جانا ہے۔ اگر کوئی میرا سامان مجھ سے پہلے پہنچ گیا تو کیا حرج ہے: قالوا انا للہ و انا الیہ رٰجعون ؕ

تو اس سے ہمیں کیا پتہ لگا؟ پتہ یہ لگا کہ جب اللہ تعالیٰ کی شناخت، اللہ تعالیٰ کا عرفان، اللہ کی مخلوق تک پہنچائیں۔ تو اس کی جو صفاتِ جمیلہ ہیں اور جو اس کی رحیمی اور رحمانیت ہے، اس کو اور مخلوق سے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور کرم کا طریقہ ہے اس کو زور ڈالیں۔ اور وہ لوگوں کو بتائیں، سوائے اس کے کہ جو لوگ باغی ہیں اور کسی طرح سے سدھرنے والے نہیں ہیں اور دوسروں کو اس کے عذاب سے خوف زدہ نہ کریں، اس لئے کہ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:- ادعو بکم خوفا وطمعًا ؕ اپنے رب کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ۔ خوف یہ کہ کوئی ہم سے ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے جس سے ہم اپنے رب سے دُور ہو جائیں۔ رب سے دُوری کا غم جہنم کی آگ سے زیادہ جلانے والا ہے۔

مومن رب سے دُوری برداشت نہیں کر سکتا۔ رب سے فرقت کا احساس اس کے لئے دوزخ کی آگ سے زیادہ سزا ہے۔ تو اس آیت کے کچھ فائدے بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ رج

Marfat.com

عمرہ میں سعی واجب ہے۔ اور خطا پر قربانی واجب ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر کسی معظم مقام میں کچھ خرابیاں بھی ہوں، مشرکین اور ظالمین کی وجہ سے تو اس کی عظمت میں تخفیف نہ ہوگی۔ اگر اس دوران کچھ ناپسندیدہ کام بھی ہوں تو اس کی حرمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کاموں کو بند کروانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ناجائز کاموں کی وجہ سے سُنّت نہیں چھوڑی جاسکتی۔ دینی شعائر میں علامتوں کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ یہ جو کہتے ہیں قبروں کو ڈھادو، یہ کردو، وہ کردو۔ یہ اللہ کی رضا کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ اس کی علامتوں کو برقرار رکھو۔

حضرت ہاجرہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑیں پانی کی تلاش میں۔ آج تک اس کی نشانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم رکھی گئی ہے۔ ساری تبدیلیاں آگئیں مکّہ معظمہ میں لیکن صفا اور مروہ باقی رہ گئی۔

تو دوسری بات یہ کہ کفّار کی ہر تشبیہ حرام نہیں ہے۔ اگر کفّار زمانۂ جاہلیت میں ایک مرد اور ایک عورت نے طواف کرتے ہوئے بدنیتی سے ایک دوسرے کو چھُو لیا، تو وہ پتھر بنادیئے گئے۔ مرد صفا پر اور عورت مروہ پر۔ تو جو کفّار اور مشرکین تھے زمانۂ جاہلیت میں، سعی کرتے ہوئے احتراماً ان

Marfat.com

لوگوں کو جو عذاب کے طور پر پتھر بنا دیئے گئے تھے۔ ان کو چومے جاتے تھے۔

مسلمانوں کے دل میں یہ خیال ہوا کہ یہ حرکتیں جو، یہ سعی جو کفار کرتے ہیں، اس کے ساتھ یہ شرک کرتے ہیں، تو ہمیں یہ نہیں کرنا چاہیئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ تم ان کفار کی وجہ سے سعی چھوڑ دو گے۔ یہ تو سُنّتِ آلِ ابراہیم ہے۔ اور یہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اور صفا مروہ اس لئے شعائر اللہ ہو گئے، کہ اللہ کے پیارے وہاں پر کچھ عرصہ کے لئے گئے۔

تو جن چیزوں کو اللہ کے پیاروں سے، محبوبین سے نسبت ہو جاتی ہے وہ شعائر اللہ بن جاتے ہیں۔ ان کا احترام ہم پر لازم ہو جاتا ہے۔ انبیاء کی اور اولیاء اللہ کی نسبت سے تو شعائر اللہ بنتے ہیں لیکن جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو گئی وہ شعائر ہو گئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود جو ہے وہ اتنی مبارک ہے، ان کا کتنا احترام ہمارے دلوں میں ہونا چاہیئے۔ جن کے دلوں میں ان کا احترام ہوتا ہے، وہ شعائر اللہ بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام جس کاغذ پر ہے، اس کی جتنی عظمت ہے کسی اور کاغذ کی نہیں ہے۔ ہمارے خط

Marfat.com

اگر کسی کے پیروں تلے آجائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن چونکہ اس کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا کلام آگیا ہے، اس لئے یہ ہمارے لئے محترم ہوگیا ہے، ہم اسے آنکھوں سے لگاتے ہیں، چومتے ہیں، پڑھتے ہیں، دل میں اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ جو میں نے دوسری آیت پڑھی تھی: والٰھکم اللہ واحد ..... الرحیم ؒ اس آیت سے کیا پتہ لگتا ہے؟ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ تعالیٰ کے غضب پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا تعارف جب بھی کراتا ہے تو رحمٰن و رحیم کرکے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؒ اللہ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں جو رحمان و رحیم ہے۔ اور کفار کہتے ہیں کہ ذرا اپنے رب کو تو پہچواؤ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والٰھکم اللہ واحد .... الرحیم ؒ

تو اس کی رحمانیت اور رحیمیت اس کے غضب پر غالب ہے۔ رب کی رحمتوں کا ذکر، اس کے غیض وغضب سے زیادہ کرنا چاہیئے۔ اب یہ جو سوال کفار نے کیا کہ آپ نے ہمیں بتا تو دیا کہ وہ رب واحد ہے، تو وہ اپنی اس بڑی کائنات کیسے چلا رہا ہے اکیلا؟ ہمارے خیال میں تو اسے چھوٹے موٹے اور بہت سارے خداؤں کی مدد کی ضرورت ہے۔

تو اللہ تعالیٰ اپنے مکمل ہونے کا اور بے شرکت غیرے

Marfat.com

احکم الحاکمین ہونے کی آٹھ نشانیاں پیش کرتا ہے۔ اگلی آیت میں: ان فی خلق السمٰوٰت والارض ..... والنہارۃ دوسری بات ہوئی: والفلک التی .... الناس ہ تیسری بات ہوگئی، وما انزل اللہ .... ماءِ ۃ چوتھی بات ہوئی فاحیا بہ الارض بعد موتھا پانچویں بات ہوئی وبث فیھا .... دابۃ چھٹی بات ہوئی وتصریف الریح ساتویں نشانی ہوئی: والسحاب المسخر ..... والارض ہ یہ سات نشانیاں ہوئیں۔ اور آٹھویں نشانی کیا ہے؟ لاٰیت القوم یعلمون ہ۔ اللہ تعالیٰ آٹھ نشانیاں اپنی بتاتا ہے۔ کہ تم اس سے اندازہ کرو کہ میرا رب کتنا مکمل ہے، مالک الملک ہے۔ بلا شرکت غیرے ہے۔

اس کی نشانیاں میں تمہیں بتاتا ہوں: ان فی خلق السمٰوٰت والارض ہ یہ جو زمین و آسمان ہیں یہ کس نے پیدا کئے ہیں؟ دراصل یہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا ہی اس کی ربوبیت کی نشانی ہے۔ یہ کوئی اور نہیں پیدا کر سکتا تھا۔

واختلاف الیل والنہار ہ اور جو دن اور رات میں تبدیلیاں ہوتی ہیں، ایک حصے میں دن اور دوسرے حصے میں رات ہوتی ہے۔ یہ کون کرتا ہے؟ زمین کے مختلف حصوں میں رات کو دن میں تبدیل کرنا اور دن کو رات میں تبدیل کرنا

Marfat.com

اور ہر ایک حصے میں اللہ کی مخلوق کے لئے کچھ آرام رکھنا ــــ اور منعفت رکھنا یہ کس کا کام ہے؟

یہ دوسری نشانی ہے رب کی۔ پھر میں نے چیزوں کو اس اندازے سے بنایا ہے کہ کچھ چیزیں پانی میں ڈوب جاتی ہیں اور کچھ پانی میں تیرتی رہتی ہیں۔ اور میں نے اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام کو سکھایا کہ کس طرح پانی میں تیرنے والی چیزوں کو جوڑ کر تم اپنے لئے سواری بنا سکتے ہو۔ جس میں انسان اور جانور ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے۔ اور تم سمندر، جو بہ ظاہر ناقابلِ تسخیر ہے اس کو بھی تسخیر کر سکتے ہو۔

یہ بھی ایک تیسری نشانی ہے میری: والفلك التی تجری فی البحر اور کشتی جو سمندر میں چلتی ہے: وماینفع الناس جس سے اللہ کی مخلوق کو بے تحاشا فائدے ہیں۔ وہ ٹرانسپورٹیشن کا کام کرتی ہے، اور: وما انزل اللہ من السماء آسمان ہمیشہ دینے والا ہوتا ہے اور زمین ہمیشہ لینے والی ہوتی ہے۔ دائیاں ہاتھ دینے والا بائیاں ہاتھ لینے والا۔ اُوپر کا ہاتھ دینے والا نیچے کا لینے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اُوپر کی چیز آسمان دینے والی ہوتی ہے زمین لینے والی ہوتی ہے۔ رحمتیں ہوں، پانی ہو، ہوا ہو، یہ سب چیزیں آسمان سے آتی ہیں۔

آسمان سے جو پانی آتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے'
اس مالک الملک واحدہٗ لاشریک کی۔ اور اس پانی سے ہوتا کیا
ہے؟ ایک اور نشانی یہ ہے کہ زمین مُردہ ہوجاتی ہے، کھیت
خشک ہوکر سُوکھ جاتے ہیں، پودے مرجاتے ہیں۔ زمین بنجر
ہوجاتی ہے تو پھر بارش ہوجاتی ہے۔ پھر زمین سے پودے نکل
آتے ہیں۔ پھول اور اناج نکل آتے ہیں۔ زمین زندہ ہوجاتی
ہے۔ تو یہ پانی کا آسمان سے نازل کرنا، یہ کس کی نشانی ہے؟ یہ
وحدہٗ لاشریک کی نشانی ہے۔ اور زمین مُردہ ہونے کے بعد
دوبارہ زندہ کرنا، لہلہانا یہ کس کی نشانی ہے؟

یہ رب کی نشانی ہے: وبث فیھا.... دابۃ ط اور ہر
قسم کے جانوروں کو دُنیا میں بسانا، جن سے تم غذا بھی حاصل کرو اور
جن کو اپنی سواریوں اور کام میں بھی استعمال کرو، یہ کس کا کام
ہے، یہ کون پیدا کرتا ہے؟ یہ رب پیدا کرتا ہے۔ وتصریف
الریاح ط اور ہوا کو کون چلاتا ہے، ہوا کو کون گردش میں رکھتا
ہے۔ موسم میں تغیر آتا ہے، جس سے بارش ہوتی ہے۔ یہ ہوا پر
تصرف جو ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی نشانی ہے۔

والسحاب المسخر... السماء ط اور اللہ تعالیٰ کے حکم
کے تابع بادل جو آسمان میں چلتا ہے سحاب کہتے ہیں پہنچانے

Marfat.com

والے کو۔ تو بادل کو کیوں کر پیئر کہتے ہیں۔ وہ اس کی قدرت ہے کہ پانی جو ٹھہرنے والی چیز نہیں ہے۔ آپ اگر چاہیں تو پانی اوپر سے گرائیں، تو فوراً زمین پر گر جائے گا۔ یہ اللہ کی قدرت ہے۔ کہ پانی کو اٹھاتا ہے، بادل کے حوالے کرتا ہے۔ اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتا ہے، وہ پانی۔

تو یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے: والسحاب المسخر ..... السمآءِ اور یہ بادل جو اللہ کے حکم کا مسخر ہے، اللہ کے حکم کا تابع ہے، وہ زمین اور آسمان کے درمیان رُکا رہتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پانی پہنچاتا ہے۔ سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سمندر سے پانی کی چادر اٹھاتا ہے اور اس کو لے جاکر اس جگہ پہنچا دیتا ہے جہاں اس کی ضرورت ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جنوب کی ہوائیں بہت اچھی ہیں، اس لئے کہ اس سے پھل پیدا ہوتے ہیں"۔ تو جنوب کی ہوائیں بحیرۂ عرب سے آتی ہیں تو اس میں غذائیں ہیں ــ بارش کے پانی میں غذائیت بھی ہے۔ نائٹروجن کے اس میں اجزاء ہوتے ہیں۔ بارش کا پانی صاف اور میٹھا ہوتا ہے۔ وہ پانی ہی نہیں ہوتا، وہ فرٹیلائزر کا کام بھی کرتا ہے۔ تو یہ ساری باتیں صاحبانِ عقل کے لئے واضح نشانیاں ہیں کہ: والھکم الہ واحد

.....الرحیمؒ

وہ احکم الحاکمین ہے ، اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں قدرت ہے۔ اور وہ اتنا سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ بقیہ سب کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس میں آٹھ بڑی بڑی نشانیاں آپ نے بتا دیں۔

پہلی دو آیتوں میں توحید کا دعویٰ تھا۔ اب اس کی دلیل ہے، یہ آٹھ نشانیاں، یہ دلیل ہیں۔ اہل پوشیدہ صفات، یعنی اس میں اس کی واحدانیت، اس کا رحمانیت کا ذکر ہوا۔ اور اب ظاہری صفات کا ذکر ہے۔ پانی کا برسانا، زمین میں سے پودے اُگانا، جانوروں کو پیدا کرنا، کشتی کو چلانا، بادل کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا، ہوا کو گردش میں رکھنا، یہ سب اس کی ظاہری نشانیاں ہیں۔ ان کو دیکھو، ان سے رب کو پہچانو۔

ایک بڑھیا سے پوچھا کہ تم نے رب کو کیسے پہچانا۔ وہ چرخہ کات رہی تھی۔ اس نے کہا میں نے اپنے چرخے سے پہچانا۔ جب تک میں اس چھوٹے سے چرخے کو چلاتی نہیں ہوں، یہ چلتا نہیں ہے۔ تو جب ایک چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا، تو پوری کائنات کیسے چل سکتی ہے؟ ضرور کوئی رب ہے، جو اس پوری کائنات کو ہر وقت چلا رہا ہے۔

Marfat.com

پھر اس سے پوچھا کہ ٹھیک ہے رب کو تو تم نے پہچان لیا، لیکن یہ کیسے پہچانا کہ اس کے علاوہ کوئی اور رب نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ وہ بھی میں نے اپنے چرخے سے پہچانا۔ اگر میرے علاوہ کوئی اور چرخہ چلانے والا ہوگا تو میں ایک طرف گھماؤں گی تو وہ دوسری طرف گھمائے گا۔ تو چرخہ بند ہو جائے گا اور کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔ اگر ایک کی بجائے دو نا خدا ہوں گے تو کشتی چلے گی نہیں، تو اس رب کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ تو میں نے توحید بھی اسی چرخے سے سیکھی، اور ایمان بھی اسی چرخے سے سیکھا۔ تو رب تو سارے عالم کے لئے کافی ہے۔

پہلے رب کی رحمتِ خاص و عام کا ذکر تھا۔ اب اس کے مظاہرے کا ذکر ہے، اس کی رحمانیت کا مظاہرہ کہاں ہو رہا ہے؟ خلق السمٰوٰت والارض ط اس کا مظاہرہ کہاں ہو رہا ہے؟ واختلاف اللیل والنہار ط اس کا مظاہرہ کہاں ہو رہا ہے...؟ خلق الذی تجری فی البحر ط اس کی رحمانیت کا مظاہرہ کہاں ہو رہا ہے؛ انزل اللہ من السمآء مآءً ط اس کا مظاہرہ رحمانیت کا کہاں ہو رہا ہے؟ فاحیا بہ الارض بعد موتہا ط اس کا مظاہرہ کہاں ہو رہا ہے؛ وبث فیہا دابۃٍ من کل دابۃٍ ط ہر طرح کے جانور کو دبٔ کہتے ہیں۔ جانور کو، کسی قسم کی جاندار چیز

Marfat.com

کو۔ وتصریف الریاح ، ہوا کا ایک جگہ سے دوسری جگہ۔ ہم کہتے ہیں پیسہ صَرف کر دیا۔ تو پیسہ ختم تو نہیں ہوتا۔ وہ ٹرانسفر ہوتا ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ۔ تو "صرف" کیا ہے؟ ہوا کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں خاص وعام کا ذکر ہے۔

اب اس کے مظاہرے کا ذکر ہے۔ جب یہ آیتِ توحید یعنی: والٰھکم اللہ واحد..... الرحیم ؕ نازل ہوئی، تو مشرکین نے کہا کہ اتنی بڑی دنیا کے لئے ایک رب تو ناکافی ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی: ان فی خلق السمٰوٰت ؕ خَلَق خالق کہتے ہیں اس کو جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے۔ وہ بدیع السمٰوٰت والارض ؕ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ خالق ہے آسمان اور زمین کو ازسرِنو بالکل جدید طریقے سے کہ اس طرح کی کوئی چیز موجود نہ ہو۔ نئی ایجاد کرنا۔ نئی چیز بنانا۔ تو اللہ تعالیٰ کی حد ایک کیمیکل کو دوسرے کیمیکل میں بدل دینا ہے۔ لیکن یہ نہیں کرتا کہ کوئی کیمیکل موجود ہی نہ ہو تو اس کو بنا دے، وہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ تو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ ڈیزائن بھی اسی کی ہے اور تخلیق بھی اسی کی۔ اور وہ اس طرح کرتا ہے کہ اس

Marfat.com

میں اصلیت ہو۔ یعنی جو چیز پیدا کی اس نے اس کی مثال نہیں پیدا کی، جس کو دیکھ کے وہ بنائے۔ اسی لئے اس کی تعریفِ خالق اس کی تعریفِ مصوّر : ھواللّٰہ الخالق البارئ المصوّر... حسنیٰ تو خالق بھی ہے، باری بھی ہے مُصوّر بھی ہے۔ سما کہتے ہیں بُلندی یا بلند مقام والی چیز کو۔

زمین اور آسمان میں کیا فرق ہے؟ زمین کی سات تہیں ہیں، جس طرح پیاز کے چھلکے ایک دوسرے سے چمٹے ہوتے ہیں۔ طبق در طبق ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے ہیں۔ اور زمین کے جس حصّے میں جائیں اس کی اصل مٹّی ہے۔ لیکن آسمان جو ہے وہ کہیں سونے جیسا ہے، کہیں چاندی جیسا ہے، کہیں کسی طرح کا ہے، اس کی الگ الگ تہیں ہیں اور الگ الگ اس کی ہیئتیں ہیں، اس کی اساس الگ الگ ہیں۔ اس کو خلف کہتے ہیں یعنی آنے جانے کو اس لئے خلف الرشید کہتے ہیں، کہ کسی کا جانشین آ گیا۔ تو یہ جو ہے دن اور رات یہ آنے جانے کا ایک سرکل ہے۔ ایک آتا ہے ایک جاتا ہے۔ اسی لئے واختلاف اللّیل خلق سے جیسے عمل سے استعمال اسی طرح سے خلف سے اختلاف۔

میں کچھ زیادہ تفصیل سے بتا رہا ہوں، تاکہ آئندہ پڑھیں

Marfat.com

تو اس کا مطلب آسانی سے سمجھ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ والفلك التی تجری فی البحرہ اور کشتی جو چلتی ہے جس کا اجراء ہوتا ہے۔

بسم اللہ مجرہا ومرسہا ان ربی لغفور الرحیم ہ

اس کو جاری کر اور پہنچا اور وہ تجری سے ہے۔ اس کا مطلب ہے تیرنا فلک کہتے ہیں گھومنا۔ گول چیز یا دریا میں چکر لگانے والی چیز۔ تو اس کا عام عربی میں مفہوم ہے کشتی۔ اور فی البحر۔ بحر سمندر کے لئے بھی ہے اور دریا کے لئے بھی ہے۔ دراصل بحر کا مطلب ہے وسعت، جیسے بہت جید علماء کو کہتے ہیں "بحر العلوم" اس کا مطلب ہے بہت ہی وسیع ان کا علم ہے۔

اس کی ایک مختصر سی تفسیر طریقت والی بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رنج وغم کا دریا صبر کی کشتی میں طے کرو اور دنیاوی تفکرات کا دریا ذکر سے۔ ذکر سے اور معرفتِ الٰہی کا سمندر شریعت سے پار کرو۔ اور انبیاء کا فیض خاص مقامی بارش جیسے ہوتی ہے۔ ایک حصے میں ہوتی اور دوسرے میں نہیں ہوتی۔ لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہر طرف بارش کی طرح ہوتا ہے۔ یعنی پورے ملک میں۔ یہ ان کا ایک عالمگیر فیض ہے۔ جب ہر طرف بارش کا موسم ہو تو اس طرح کی بارش سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

فیض ہے ۔ ان کا فیض پوری کائنات پر محیط ہے ۔

انبیاء کا خصوصی فیض اپنی قوم، اپنی ملت کے اوپر ہوتا ہے۔
وبث فیھامن کل دابۃ ۃ دابہ مختلف جانور، تو اس کا جو
روٹ ہے وہ ''داب'' یا دبی ہے ۔ یعنی ہلکا زمین پر چلنے
والی چیز، چلنا، رینگنا ۔ تو ہر وہ سارے جانور جاندار جو زمین پر
چلتے ہیں وہ ''دابہ'' میں آجاتے ہیں ۔ کچھ جانور ایسے ہوتے ہیں،
جو بارش سے بڑھتے ہیں ۔ جیسے ''ٹڈی'' ہے، پتنگے ہیں ___
تصریف الریح ۔ ریح کہتے ہیں حرکت کرنے والی چیز کو ۔
اور تصریف کہتے ہیں پھیرنا، گھمانا ۔ تو ہوا وہ حرکت کرنے والی
چیز ہے، اور اس کو سرکولیشن میں رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے ۔

بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں ۔
ان میں سے چار رحمت والی ہیں اور ۴ عذاب والی ہیں ۔ اس
آیتِ مبارکہ کا ایک فائدہ، ایک اصول یہ مرتب ہوا، یہ اللہ
تعالیٰ نے ہمیں جو سکھایا ہے یہ فزکس اور ریاضی کو سکھایا ۔ پھر
سائنس کو سکھایا ۔ تو سائنسی اصول جو ہیں وہ مبارک ہیں، اگر قدرتِ
الٰہی معلوم کرنے کے لئے حاصل کئے جائیں ۔ یہ سارے علوم ہیں،
جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائے ہیں ۔ اور یہ علوم اللہ تعالیٰ کی
واحدانیت اور مالک الملک اور لاشریک لہٗ ہونے کا، اس کی

Marfat.com

واحدانیت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ عقائد میں تقلید جائز نہیں، اس لئے اس میں گمراہی ہو سکتی ہے۔ رب تعالیٰ نے صفات و ذات میں دلائل قائم کئے ہیں۔ اور تفکر کا حکم دیا ہے کہ وہ ذات وصفات کے دلائل دیکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اپنے ماحول میں اسی سے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے۔ علوم عقائد بالکل ظاہر نہیں ہیں۔ کچھ ظاہر ہیں جو کلام پاک میں ہیں۔ احادیث ہیں۔ کچھ پر غور کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تفکرون کہا ہے کہ جو لوگ فکر کرتے ہیں، ان کو یہ پتہ لگے گا کہ یعقلون کا لفظ استعمال کیا ہے، تو ہمیں تدبر اور تفکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کی تو بے تحاشا نشانیاں ہیں۔ لیکن یہ آٹھ نشانیاں جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بھی ہیں۔ انسان کا گزارہ ان چیزوں پر ہے۔ انسان آیاتِ الہٰی کا مظہر ہے، اور رب کے جمال کا آئینہ ہے۔ انبیاء اور اولیاء، آسمان اور تمام مخلوق، فیض لینے والی زمین جیسے میں نے عرض کیا تھا کہ اوپر کا ہاتھ دینے والا اور نیچے کا ہاتھ لینے والا ہوتا ہے۔

Marfat.com

اوپر کی چیز آسمان دینے والی ہے اور زمین لینے والی ہے۔ فیضِ باراں آسمان ہے۔ اور فیض رسیدہ جو ہے وہ زمین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ ہمیں اپنا عرفان عطا فرمائے۔ ہمارے ایمان اور نسبتوں کو لازوال فرمائے۔ اور ہمارے عقائد اور اعمال کی اصلاح فرمائے۔ اور اپنا بنا کر رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب عطا فرمائے۔

آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ؐ

Marfat.com

پارۂ سیقول سورۂ بقرہ

آیات ۱۶۵ تا ۱۶۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَارَسُوۡلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ يَاحَبِيۡبَ اللّٰہِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ

اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوۡ يَرَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِذۡ

يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ ۙ اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ۙ

وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعَذَابِ ۝ اِذۡ تَبَرَّاَ

الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا

وَرَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ ۝

وَقَالَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ

مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيۡهِمُ

Marfat.com

اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ
بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّلَا تَتَّبِعُوْا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝
اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا
عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح رکھتے معبود رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں اور کیسی ہو اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جب کہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لئے کہ سارا زور خدا کو ہے اور اس لئے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے جب بیزار ہوں گے پیشواء اپنے پیروؤں سے اور دیکھیں گے عذاب اور کٹ جائیں گی ان سب کی ڈوریں اور کہیں گے پیرو کاش ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم ان سے توڑ دیتے جیسے انہوں نے ہم سے توڑ دی

Marfat.com

یونہی اللہ انہیں دکھائے گا ان کے کام ان پر
حسرتیں ہو کر اور وہ دوزخ سے نکلنے والے
نہیں اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال
پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو
بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تو تمہیں یہی
حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ
پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں۔

اے عزیزانِ محترم! یہ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں یہ ۱۶۵ سے لے کر ۱۶۹، آیات تک ہیں۔ پچھلی نشست میں میں نے جو آیات تلاوت کی تھیں اُن آیات کی تفسیر بھی بیان کی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف اس طرح کرایا ہے کہ وہ خدائے واحد ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ رحمان بھی ہے، رحیم ہے، اس کا فیضِ عام بھی ہے اور فیضِ خاص بھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ نشانیاں بتائی ہیں، وہ مظاہرِ قدرت بتلائے ہیں جس سے صاحبانِ عقل اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائیں اور وہ مظاہرِ قدرت۔

لیکن کچھ ایسے ناسمجھ لوگ ہیں جو اِن مظاہرِ قدرت کو اپنا

Marfat.com

خدا مان لیتے ہیں، دریا کو اپنا دیوتا مان لیا۔ گنگا جل کو پوتر مان لیا، آگ کو اپنا دیوتا مان لیا۔ سانپ کو اپنا دیوتا مان لیا، گائے بیل کو اپنا دیوتا مان لیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی جو مخلوقات ہیں، پتھر بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اس کو دیوتا مان لیا، اس کو تراش کر دیوتا بنا لیا۔

وہ اللہ تعالیٰ کو ایک ربّ مانتے ہیں جو سب کا "احکم الحاکمین" ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوقات کے جو مظاہرِ قدرت ہیں ان کو بھی خدا مان لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کیسے ناسمجھ ہیں۔ فرمایا: من یتخذ من دون اللہ ؕ کا مطلب ہے پکڑنا اور انسانوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے برابر کسی اور کو پکڑ لیتے ہیں، کسی اور کو مانتے ہیں اور دونھم کحب اللہ اور اُن سے اسی طریقے سے محبت کرتے ہیں جیسے کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو بنانا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے ویسے ہی محبت کرنا کفر و شرک اور کم عقلی کی نشانی ہے۔ اخلاص کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدت سے محبت کی جائے: والذین اٰمنوا اشد حب اللہ اور صاحبانِ ایمان کی کیا پہچان ہے؛ کہ وہ اس سے بھی زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے

Marfat.com

کرتے ہیں۔ مومن اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ان کی محبت کا مرکز اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اور ساری محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہوتی ہیں۔ اگر کسی کی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آڑے آئے تو اس محبت کو ترک کردیں۔ حُبِّ دُنیا، حُبِّ مال، حُبِّ اولاد کو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے کمتر جانیں اور انہیں ثانوی حیثیت دیں۔

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے انتہائی شدید محبت کرتا ہے۔ اور کفار کو اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے کہ تم اپنے کفر سے باز آجاؤ۔ کیوں؛ اس لئے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔ کاش کہ یہ لوگ دیکھ سکیں جو اپنے اُوپر ظلم کرتے ہیں جو گناہوں میں ملوث ہیں جب ان کے اوپر عذاب، ہوگا اس وقت انہیں اندازہ ہوگا کہ ساری طاقتیں، ساری قوتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ نہ آگ کے پاس کوئی طاقت ہے، نہ پانی کے پاس۔ اچھے بُرے اعمال کی جزاو سزا دے گا تو اللہ تعالیٰ دے گا۔ بے شک ساری قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ اسی طریقے سے محبت کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہیئے۔ جو صاحبانِ ایمان ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے انتہائی شدت سے محبت کرتے ہیں۔ کاش یہ لوگ دیکھ سکتے، یہ ظالمین یا گنہگار

لوگ، یہ کافر و فاجر و فاسق دیکھ سکتے ہیں۔ جب وہ اس کو دیکھیں گے تو برملا کہہ دیں گے کہ بے شک ساری قوتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

وان اللہ شدید العذاب ٭ اور بے شک اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔ اس کے عذاب کی مار بہت سخت ہے۔ اس سے کوئی بچنے کی گنجائش نہیں۔ تو پہلے تو اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل دیئے تھے۔ اپنے مظاہر قدرت بتلائے اور مشرکین کی غلطیاں بتائیں۔

دوسری بات یہ کہ عقل والے میرے مظاہر قدرت دیکھ کر میری توحید پر ایمان لاتے ہیں۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی برائیاں بیان کیں، تاکہ وہ توحید پر واپس آ سکیں۔ اور اس پر قائم رہ سکیں۔ تو مظاہر کائنات اہلِ عقل کے لئے معرفت ہیں، اس سے وہ اللہ کو پہچانتے ہیں۔ اور کم عقلوں کے لئے گمراہی ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا معبود مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھ لیتے ہیں، اور خالق نے اپنی تخلیق سے خود کو شناخت کروانے کی تلقین فرمائی اور اب وہ بے حجاب اپنی ذات کا ذکر فرماتا ہے۔

اذا تخذ واھ ٭ "خذ" کہتے ہیں پکڑنے کو، بنانے کو،

Marfat.com

اختیار کرنے کو، تو یہ لوگ مظاہرِ قدرت کے علاوہ دوسری چیزیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اپنے خدا کے طور پر یہاں اَنۡدَادَ لکھا ہوا ہے۔

"اندادًا" ند کی جمع ہے مثل کے۔ اللہ کے مثل اللہ کے برابر بنا لیتے ہیں۔ اصل وعقل عالم کی چیزوں کو دیکھ کر خالق کا عرفان حاصل کرتے ہیں۔ مگر بے عقلوں کے لئے یہی حجاب بن جاتی ہیں۔ غافل غیر اللہ سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت کرتا ہے اور مومن خدائے واحد پر سب کچھ نثار کر دیتا ہے۔

ان آیات سے کچھ اصول مرتب ہوئے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ عَالَم کی کوئی چیز رب کے مثل نہیں۔ کسی چیز کو آپ "ند" نہیں بنا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے کسی کو اس طرح ماننا کفر ہے۔ اگر اللہ کی کوئی تخلیق ہے، کوئی مظاہرِ قدرت ہے، تو اس کو اللہ کی طرح سے ماننا صریحًا کفر ہے۔ غیر اللہ سے محبت جائز ہے، اولاد سے محبت کر سکتے ہیں۔ ماں باپ سے محبت کر سکتے ہیں۔ اعزاروا قرباد و دوستوں سے محبت کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جیسی محبت کرنا کفر ہے۔

کسی کو اللہ کے برابر نہیں کرنا، اس لئے کہ اگر آپ نے کسی اور ہستی سے اللہ جیسی محبت کی تو وہ اللہ کی محبت میں

Marfat.com

آڑے آئے گی، حب اللہ کی محبت ساری محبتوں پر غالب رہے گی تب ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل دوسرے عوامل پر غالب رہے گی۔ تبھی آپ کے دل میں یہ خواہش ہو گی کہ جو چیز مجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتی ہے وہ باطل ہے، اس کی طرف ہمیں نہیں جانا ہے۔ انسان بے خبری میں کفر و شرک کرتا ہے، لیکن دلِ آگاہ ان چیزوں سے باخبر رہتا ہے اور ہمیشہ مومن رہتا ہے۔

یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کا کرم ناگاہ آتا ہے، ان دلِ آگاہ پر آتا ہے۔ میرے حضور فرمایا کرتے تھے کہ بے خبری میں کیا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ میں تو اللہ کا دوست ہوں، میرا رب مجھے خلیل اللہ کہتا ہے۔ تو کیا کبھی کوئی دوست اپنے کسی دوست کو مارتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ کیا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست کی ملاقات سے گھبراتا ہے؟

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت عزرائیل سے فرمایا کہ اب آپ ایک لمحے کے لئے بھی دیر نہ لگائیں۔ آپ میری رُوح قبض کرلیں۔ تاکہ میں اپنے دوست کے پاس پہنچ جاؤں۔

Marfat.com

توجب دل آگاہ ہوتا ہے تو انسان کو بقا یا ملاقاتِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور اس کے لئے تیار رہتا ہے اور خوشی خوشی دُنیا سے کوچ کرتا ہے۔ اور اگر دلِ آگاہ نہ ہو تو وہ انتقال کو اپنی موت سمجھتا ہے۔ کہ زندگی ہماری سب کچھ یہیں ختم ہو جائے تو دلِ آگاہ کے لئے سب کچھ اس دنیا کے بعد ہے۔ اور دلِ آگاہ نہیں تو سب کچھ دُنیا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں یہ بتا رہا ہے کہ یہ سارے جو جھوٹے خُدا ہیں اور یہ سارے بہکانے والے شیاطین اور ان کے کارندے جو دُنیا میں ہیں، گمراہ کرنے والے علماء جو یہود و نصاریٰ میں تھے، کفر و شرک کے سربراہان ہیں۔ قیامت کے دن یہ سب لاتعلق ہو جائیں گے۔ نفسا نفسی کا عالم ہو گا جب وہ دیکھ لیں گے۔ ان اللہ قوۃ جمیعاًؕ

ساری طاقت تو رب کے پاس ہے۔ ہم سب سارے گھاٹے میں تھے۔ ہم نے بڑی غلطیاں کر لی ہیں۔ انہیں اپنی فکر ہو گی۔ جن لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے وہ اس کو رد کر دیں گے۔ اور کہیں گے یارب! ہم نے نہیں بہکایا تھا۔ یہ خود ہی بہک گئے تھے۔ اور اس وقت ان کو بہت ہی مایوسی ہو گی، کہ جن کے اتباع میں وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہوئے، وہی ان کو مایوس

Marfat.com

کرتے ہیں۔

پھر ان بتوں میں، ان سانپوں میں، ان گائیوں میں ، اس ہوا میں ، اس پانی میں یہ طاقت نہیں ہوگی کہ وہ ان کی کوئی مدد کرسکیں ۔ اس لئے کہ طاقت تو سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ، تو قیامت کے دن تو وہ دیکھ لیں گے : ان القوۃ للہ جمیعًا ساری طاقت اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ تو اس دن بڑی مایوسی اور حسرتوں کا دن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : اِذ تبرا الذین ..... اتبعوا اتباع کہتے ہیں کسی کی پیروی کرنا۔ تو یہی اس کا مطلب ہے ، اس کی پیروی کی جائے ۔ یہ مجہول ہے ۔ اور " تبعو " کا مطلب ہے جو پیروی کرنے والے ہیں ۔ تو جب وہ دیکھیں گے پیروی کرنے والے کہ ان کے پیشوا ان سے لاتعلق ہو گئے ہیں ۔ جیسے جیل سے چھوٹنے کو بری کہتے ہیں، جیل سے تعلق ختم ہوگیا۔ اذ تبرا الذین اتبعوا ، تو جب وہ پیشوا لوگ جن کی اتباع کی گئی تھی ، جب بیزاری کا اظہار کریں گے، اپنے پیروکاروں سے۔ ورھب الابواب.... اسباب ۃ

اور وہ اپنی آنکھوں سے قیامت کے دن عذاب کو دیکھ لیں گے ۔ وہ عذاب جس کی وعید ان کو دنیا میں انبیاء

Marfat.com

کرام دیا کرتے تھے ۔ اور جس پر وہ یقین نہیں کیا کرتے تھے ۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ۔ وتقطعت بھم الاسباب ۃ اسباب ہے سب کی جمع رسّی ۔ جس سے باندھا جاتا ہے ، جس سے تعلق پیدا کیا جاتا ہے ۔ تو وہ دیکھیں اپنے پیشواؤں سے ، اپنے اعمال سے ، ہر چیز سے ان کا تعلق ختم ہو گیا ۔ تعلقات کٹ گئے ۔ ان کے نیک اعمال بھی کام نہیں آئیں گے ۔ برباد ہو جائیں گے ۔ نیک اعمال ، ان کے حسنات بھی برباد ہو جائیں گے ۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا تھا ۔ تو ہر طرف سے جب ان کے تعلقات ختم ہو جائیں گے تو وہ بڑی مایوسی کی حالت میں ہوں گے ۔

وقال الذین اتبعوا ۃ اور جو پرہیز گار لوگ ہیں وہ کہیں گے ، لو ان لنا کرۃ ۃ کاش کہ ہم ایک دفعہ اور وہاں چلے جاتے ، دُنیا میں ۔ فنتبرأ منہم ۔ وہ لوگ ہمارے پیشوا جو آج ہم سے بیزار ہیں دنیا میں پھر جائیں اور ان سے بیزار ہو کے رب کی طرف رجوع کر لیں ۔ کاش کہ ہم کو ایک دفعہ دنیا میں جانے کی مہلت مل جائے تاکہ ہم وہاں جائیں اور اسی طریقے سے اپنے پیشواؤں سے لاتعلق ہو جائیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا رب کی توحید سے ۔ کما تبرأ منا ۃ جیسا کہ وہ ہم سے بیزار ہو گئے ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب تک زانوئے ادب تہہ نہیں کریں گے، اس وقت تک سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ مومن کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ تاکید کی ہے کہ اپنی آواز بھی میرے حبیب سے اونچی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔ تو اعمال کی قبولیت اور اعمال کے رد کرنے کا معیار، کسوٹی کیا ہے؟

اگر آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو آپ کے اعمال قبول ہوں گے، ان کی مقبولیت ہو گی۔ اگر آپ ان کی غلامی کے دائرے سے نکل گئے اور ان پر ایمان نہیں لائے، ان سے ادب و محبت کا رشتہ استوار نہ کیا، اتباع کا اور اطاعت کا رشتہ، تو اعمال آپ کے بے کار ہو جائیں گے۔ بخارجین من النار ہ اور وہ کسی طریقے سے بھی آگ سے نکل نہیں پائیں گے۔ خالدین فیھا ابداً ہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔

ان آیات کا پچھلی آیات سے تعلق ہے، اس کا سمجھنا ضروری ہے۔ پچھلی آیات میں عذاب آخرت، اس کی سختی اور اب اس کی سختی اور اس کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے۔ اور ایک اس کی سب سے بڑی سختی یہ ہو گی کہ اس دن اپنے بھی بے گانے ہو

جائیں گے۔ جن بُتوں کو، جن پیشواؤں کو، جن علماء کو، مشرکین اور کفار کے سربراہوں کو جن کی وہ اتباع کرتے تھے، جن سے وہ محبت کرتے تھے۔ آج وہ ان سے بیزار ہوں گے۔ اُن کے اپنے، بیگانے ہو جائیں گے۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے بدعقیدگی کا ذکر فرمایا اور اب سزا کی تفصیل اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے۔ تاکہ اس کے خوف سے اس کے ڈر سے، لوگ توبہ کر لیں۔ کیوں کہ اس نے توبہ کا دروازہ موت کے وقت تک کے لئے کھولا ہوا ہے۔ پچھلی آیات میں بُت پرستی کو باطل قرار دیا اور کہا کہ رب ہی خالق ہے اور مخلوق عبادت کے قابل نہیں ہیں۔ اور بتایا، یہ مظاہر قدرت جو ہیں میرے، اس کو تم اللہ کے برابر نہیں کر سکتے۔ اب یہ بتا رہا ہے اللہ تعالیٰ، اگر یہ تم نے کیا تو تمہارے لئے سزا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگر مشرکین عذاب دیکھ لیتے تو شرک نہ کرتے۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بیزار ہوں گے اس سے، اور اپنے پیشواؤں سے بھاگیں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا۔ تبرأ، وہ برأت نفرت سے الگ ہو جانا ہے۔ اسی لئے بری ہے اور برأت ہے۔ گزشتہ صورتِ حال سے الگ ہو جانا۔ تبراء اتباع سے ہے اور تبترو کا مطلب ہے مجہول جس کی اتباع کی

Marfat.com

جائے۔ اتبعواہٗ جو اتباع کرنے والا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جزوِ ایمان ہے۔ اور علماء اور اولیاء اللہ کی اتباع کارِ ثواب ہے۔ غداروں کی اتباع جرم ہے اور کافرین اور شیاطین کی اتباع جرم ہے۔ تقطعت کا مطلب ہے کٹ جاتا ہے۔ اسباب سے کٹ جانا۔ سبب کہتے ہیں اسی رسّی کو جس سے چڑھا اور اترا جاتا ہے۔ تو رسّی جو تھی وہ سبب تھی، رشتہ و تعلق قائم رکھنے کے لئے ایک منزل سے دوسری منزل، ایک مقام سے دوسرے مقام تک۔

تو سبب کا مطلب ہے کٹ جانا۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے تمام رشتے منقطع ہوگئے۔ قرۃ کا مطلب ہے لوٹنا۔ عمل اور فعل میں جو فرق ہے اسے اس مثال سے سمجھیں کہ آپ نیند کی حالت میں سانس لے رہے ہیں، اس وقت آپ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ یہ ہے ایک فعل اور پانی اٹھا کر دیا یہ ہے عمل۔ حسرات جو ہے وہ حسرتوں کی جمع ہے۔ اس کا مطلب ہے کھل جانا، ظاہر ہو جانا۔ اسی لئے تھکے ہوئے انسان کو حاسر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کی تھکن زائل ہو جاتی ہے۔ تو حسرات کا مطلب ہے ناکافی کا ظاہر ہو جانا، عیاں ہو جانا۔ ناکافی کا راز افشا ہو جانا۔ اور اس لئے حاسر کا مطلب ہے کہ شرمندگی اور ندامت جو

Marfat.com

ہے وہ ظاہر ہوگئی ہے۔

ان دو آیات سے بھی کچھ اصول بنتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیشواؤں کا اپنے پیروکاروں سے نفرت کرنا اور بیزار ہو جانا، یہ خاص کفار کے لئے ہے۔ جو صاحبانِ ایمان ہیں ان کے پیشوا قیامت کے دن ان کی دستگیری فرمائیں گے اور ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ وہ ان سے بیزار نہیں ہوں گے، بلکہ ان سے رحمت وشفقت کا اظہار کریں گے۔ تو قیامت کے دن جو بیزاری اور قطع تعلق ہوگا یہ کفار کے لئے مخصوص ہے۔ اور تعلقات، رشتے داروں کا کام نہ آنا بھی کفار کے لئے ہے۔

اور قیامت کے دن ایک گروہ ہوگا جو دنیا میں آنے کی تمنا کرے گا۔ وہ گروہ ہے کفار کا، اس لئے کہ ان کا سب کچھ دنیا میں تھا۔ تو لہٰذا اب قیامت کے دن ان کے لئے عذاب ہی عذاب ہے، تو وہ دنیا میں جانے کی تمنا کریں گے۔ مومن جو ہے آخرت کی تمنا کرے گا۔ وہ دنیا میں جانے کا نہیں، دنیا اس کے لئے دارِ عمل تھی اب اس کے لئے دار الجزا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قربت اور رحمت حاصل کرے گا۔ اس کے جمال کا دیدار کرے گا، جاہ وجلال کا۔ اس وجہ سے اب وہ منتظر ہے کہ کب اس کی شفاعت ہوگی اور کب وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔

Marfat.com

اور دائمی عذاب جو ہے وہ جہنم ہے، جو کفار کے لئے مخصوص ہے۔ اگر کلمہ گو مسلمان گناہگار ہوں گے تو تھوڑے عرصے کے لئے جہنم کا عذاب ان کو ہوگا۔ اور اپنی سزا پا کر پھر وہ جنّت میں پہنچ جائیں گے۔ اس لئے کہ بنیادی طور پر وہ اللہ تعالیٰ کے وفادار تھے۔

اب اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں یہ بتایا کہ تم مومن ہو، تم میرے ہو، قیامت کے دن اٹھو گے اور میرے ہو کر پہچانے جاؤ گے اور پھر تمہیں نعمتیں ملیں گی، لیکن دنیاوی نعمتوں سے بھی اپنے کو محروم نہ رکھو۔ جو چیزیں ہم نے تمہارے لئے حلال پیدا کی ہیں، ان کو حلال جانو، ان کفار کی طرح نہ کرو کہ ان لوگوں نے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ اس لئے کبھی مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ ہمیں کدّو پسند نہیں ہے، ہمیں فلاں چیز پسند نہیں ہے۔ جو چیز حلال ہے اس کو حلال جانیں اور حلال کے طور پر بانٹیں۔

یایھاالناس کلومن الارض حلالاً طیباً ط دو چیزیں اللہ تعالیٰ نے، ایک حلال اور ایک طیّب پاک کہا۔ مٹی جو ہے پاک ہے، طیّب ہے لیکن حلال نہیں ہے۔ اسی طرح بعض چیزیں حلال ہیں لیکن وہ طیّب نہیں ہیں۔ وہ حرام نہیں ہیں، لیکن طیّب نہیں ہیں۔

Marfat.com

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جن چیزوں کو مُنعم حقیقی نے نعمت بنایا ہے، اُن نعمتوں کو حرام کرنا شیطان کی پیروی ہے۔ ایسا کام نہ کرو۔ یہودی علماء نے یعنی علمائے سُوء نے یہ کر لیا تھا کہ بہت سی چیزوں کو حرام کر لیا تھا۔ اور بہت سارے مسلمان ایسے تھے جو یہودیوں میں سے مسلمان ہوئے تھے۔ تو اُونٹ کا گوشت یہودیوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد بھی کچھ لوگ اُونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتے تھے۔ جو اُن کی اپنی سابقہ تاریخ کا تسلسل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ بات اُتاری کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اس کو تم حرام کیوں کرتے ہو۔

تو " یاٰیھا الناس کلو" اے لوگو کھاؤ۔ اس میں مُسلمان اور یہودی اور غیر مسلم کی شرط نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جہاں رزق کا سوال ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے: یاٰیھا الذین اٰمنوا نہیں کہا۔ یاٰیھا الناس، اے میرے بندو، اے لوگو، اے انسانو! اپنے اُوپر ان چیزوں کو حرام نہ کرو جس کو میں نے تم پر حلال کیا ہے۔ یاٰیھا الناس کلوا مما حلالاً طیبًا۔ اس دنیا میں اس زمین پر جو کچھ ہم نے پاک حلال اور سُتھرا تمہیں دیا ہے، اس کو تم کھاؤ۔ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن ط اور شیطان کی پیروی

Marfat.com

نہ کرو۔ "خطوات" کہتے ہیں اس فاصلے کو جو شیطان کے دونوں قدموں کے درمیان ہوتا ہے۔ تو اس کی اتباع میں اس کے قدموں کے ساتھ آپ نہ مل جائیں۔ کیوں؟ انہ لکم عدو مبین اس لئے کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

ظاہر ہو چکا ہے کہ شیطان تمہارا پکا دشمن ہے تم اس کی پیروی نہ کرو۔ وہ تم کو حلال چیزوں کو حرام کر کے بتائے گا، اور حرام کو حلال کر کے بتلائے گا۔ اس کی پیروی نہ کرو۔ بلکہ میری جو نعمتیں ہیں، میں نے جن کو تمہارے لئے پاک قرار دیا ہے۔ جن کو حلال کیا ہے ان کو کھاؤ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پہچان بیان کی ہے۔ انما یامرکم یہ حکم دیتا ہے تم کو، ترغیب دیتا ہے، کس چیز کی؟ باالسوء والفحشاء برائی اور بے حیائی کے کاموں کی۔ وہ کام جو حلال ہیں کرنے میں، وہ اگر عام کر دیئے جائیں تو وہ حرام بن جاتے ہیں۔

تو فحاشی کا مطلب ہے پردہ فاش ہو جانا۔ جس عمل کی اللہ تعالیٰ نے حرمت رکھی ہے کہ وہ حرام نہیں ہیں اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر کے ہو۔ شرم و حیاء ہو اس کو آپ سرعام کرنا، اس جائز و حلال کام کو کرنا شروع کر دیں تو وہی فحاشی ہے

Marfat.com

تو: انما یأمرکم باالسوء والفحشاء ہ وہ تو تم کو یہی حکم دے گا۔ وہ تو تمہارا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں کہے گا کہ حلال چیز حرام ہے، حرام چیز حلال ہے۔ تمہیں برائی، فحاشی اور بے حیائی کی طرف بلائے گا۔

ان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون ہ اور اللہ تعالیٰ پر تم وہ جھوٹ افتراء لگاؤ جس کا تمہیں پتہ ہی نہیں۔ جیسے کہ بنی اسرائیل، مشرکین اور نصاریٰ کو اس نے گمراہ کیا۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ وہ جھوٹ تھا جن کی لوگ پیروی کرنے والے تھے، شیطان کی۔ ان کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے کہنے پر انہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھ دیا۔

اس آیت کا تعلق پہلے کفار کی بداعمالیوں کے ذکر سے تھا، اب بدعملیوں کا ذکر آ گیا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا۔ اور شیطان کی پیروی شروع کر دی۔ اور پہلے روحانی غذا کا اللہ تعالیٰ سے ذکر فرمایا تھا کہ توحید کرو، اللہ کی عبادت کرو، اللہ کی محبت سب پر غالب رکھو۔ اور اب جسمانی غذا کی اصلاح فرمائی کہ صرف حلال اور طیب چیزیں کھاؤ۔ اور حلال اور طیب چیزوں کو

حرام نہ بناؤ۔

دوسرا اصول یہ ہوا کہ پہلے کا تعلق یہ ہے کہ پہلے شرک کی بُرائی اور توحید کے محاسن اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے اور اب عام احسانوں کا ذکر ہے۔ کہ ہم نے تمہارے لئے اس ارض پر بہت ساری پاک اور طیب چیزیں پیدا کی ہیں تمہارے فائدے کے لئے۔

تیسرا تعلق اس کا یہ ہے کہ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر کے دلائل سے یعنی ہیبتگی آگاہی سے اور ڈرا کر ایمان کی طرف راغب کیا۔ اور اب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو بیان کرتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے آئے گی، سورۂ الرحمٰن میں۔

یاد رکھیں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بنیادی اسٹرکچر یعنی ڈھانچہ بنایا، سورۂ فاتحہ میں جس کا ذکر ہے۔ اور سورۂ بقرہ میں قرآن پاک کی پوری سمری ہے، تمام ہمارے دین کی اور پھر اس کے بعد دوسری سورتیں ہیں۔ اس کی ایک ایک دو دو آیات کی تفصیل ہے۔ جیسے سورۂ نساء ہے، سورۂ مائدہ ہے۔ تو یہ حلال حرام کے متعلق پوری آیات ہیں۔

تو اب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بیان کر کے ایمان کی طرف راغب کر رہا ہے۔ پہلے کفر اور فروعی عذاب کا ذکر تھا کہ سخت عذاب

Marfat.com

ہوگا، کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔ لوگ بیزار ہوں گے اپنی آنکھوں سے، اپنا چشمہ دیکھ لیں گے۔ ان کے اپنے اعمالِ صالحہ بھی برباد ہو جائیں گے۔

اب دنیاوی تکالیف اور محرومی کا ذکر ہے۔ یہ آیت اس لئے اتری کہ جو کفار اور مشرکین ہیں۔ ہنود و یہود و نصاریٰ وہ غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے اور پھر کہتے تھے کہ یہ صدقہ حرام ہوگیا۔ ہندو جو ہیں وہ گائے چھوڑ دیتے ہیں اور اس طرح سے اور جانور چھوڑ دیتے تھے کافروں کی طرف سے غیر اللہ کے نام پر پالے ہوئے جانور اور چھوڑے ہوئے جانور مسلمانوں پر حرام نہیں ہیں۔ غیر اللہ کے نام پر صرف ذبح کئے ہوئے حرام ہیں۔

جب میں اقوامِ متحدہ میں کام کرتا تھا ۱۹۶۷ء میں تو وہاں عام طور پر مسلمان جو عرب ہیں وہ جاتے تھے یہودیوں کی دوکان پر گوشت لینے کے لئے۔ کیوں کہ یہودیوں کے ہاں بھی ذبیح ہوتا ہے، جو حرام نہیں ہے۔ تو ازہر یونیورسٹی نے فتویٰ جاری کیا۔ اس زمانے میں تو رمضان والی جنگ ہو چکی تھی۔ نہر سویز پر اسرائیل کا قبضہ ہو چکا تھا، اس لئے یہ فتویٰ آیا۔ جس میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے گوشت کو حرام کیا ہے۔ اس گوشت کو حرام نہیں کیا جو کسی

کے نام پر ذبح نہیں ہوتا۔

بہتر ہے کہ اپنے کو کافروں سے ممتاز کرنے کے لئے، آپ اللہ کے نام پر ذبح کریں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ناجائز ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز اللہ کے نام پر ذبح نہیں کی گئی ہے تو اس وجہ سے وہ حرام نہیں ہوگی۔ حرام وہ ہے کہ جس میں کفر اور شرک کی رُوح ہے۔ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا، دیوتاؤں کے نام پر ذبح کر کے یا کالی مائی پر چڑہائی ہوئی بکری جو ہے وہ حرام ہوگئی۔ تو کچھ کفار کچھ بُتوں کے نام پر چھوڑ کر اپنے پر حرام کر لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کے لئے یہ آیت اُتاری اور حضرت عبداللہ ابنِ سلام جو پہلے یہودی تھے۔ اسلام کے بعد بھی یہودی مسلک کے مطابق وہ اُونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ ان کے متعلق یہ آیت اُتری۔ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم کلامِ پاک میں دے دیا، وہ آپ پر فرض ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یاَیھا الناس کُلو، اے لوگو کھاؤ۔ یہ بھی فرض ہو گیا، کہ جس طرح سے عبادات کی طرح کھانا بھی فرض ہے۔

حلال کا مطلب ہے کھولنا۔ یہ چیزیں کھول دی گئیں، ہے۔ اسی وجہ سے حلال سے محلہ۔ محلہ وہ محل ہے، وہ جگہ

Marfat.com

ہے جہاں آپ اپنا بستر سامان کھول کر آرام کرتے ہیں ۔محل سے
محلہ نہیں ہے ۔ وہ حلّ سے محلہ ہے ۔کہ وہاں پر اپنا سامان
کھولتے ہیں۔اور حلال کا مطلب ہے جو چیز آپ پر کھول دی گئی ہے۔
اس میں حلال وحرام کے متعلق کچھ مزید باتیں ہیں ۔
دریائی جانور سب حرام ہیں سوائے مچھلی کے ۔اور خون پینے
والے سارے جانور حرام ہیں ۔ٹڈی جو ہے وہ طبعی ہے ۔
کھائیں یا نہ کھائیں ۔ اسی طرح سے چرند اور پرند جو پنجوں سے
شکار کرتے ہیں وہ بھی حرام ہیں ۔باقی سارے جانور حلال ہیں۔
اور طیبًا جو ہے عمدہ اور پاکیزہ ۔اور خطوة خطوہ سے
ہے مطلب دونوں قدموں کے درمیان کا فاصلہ اور عدوًا
کہ شیطان تمہارا دشمن ہے ۔ عدومبین ہ عدوٌ کا
مطلب ہے حد سے بڑھنا ۔حد سے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ
وہ محبت کی حد کو پار کر گیا ۔اب وہ دشمنی کی حد میں آگیا۔
عدو کا جو لفظی معنی ہے وہ حد کو پار کر جانا ہے ۔اور
اس کا اصطلاحی معنی ہے جو محبت کی حد کو پار کر گیا اور نفرت و
دشمنی کی حد میں آگیا ۔اور اَمَرَ کا مطلب ہے شیطان اور
کفار کے حوالے سے جب اَمر کہا جائے تو اس کا مطلب ہے وسوسہ
جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اَمر کا

Marfat.com

لفظ استعمال کیا جائے تو اس کا اصطلاحی معنی ہوگا، ہدایت۔ اور فحوشا کا مطلب ہے انداز سے سے بڑھ جانا۔ اللہ تعالیٰ نے جو حد مقرر کی ہے اس عمل کے لیے تجاوز کر جانا۔

شیطان کے وسوسوں کی کچھ درجہ بندیاں ہیں۔ پہلا اس کا وسوسہ یہ ہے کہ ایمان سے ہٹا کر کفر پر لائے۔ شیطان کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ مومن کو ایمان سے ہٹا کر کفر پر لے آئے، اور اگر اس میں نا کام ہوگیا تو دوسرا وسوسہ اس کا یہ ہوتا ہے، کہ مسلمان جو کافر بننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کو گمراہی اور بے دینی میں پھنسا دے۔

اور تیسرا یہ ہے کہ اگر وہ اس میں بھی نا کام رہا، تو صحیح العقیدہ مسلمان کو وہ کبیرہ گناہ میں پھنسا دے گا، اس سے زنا کرا دے گا، اس سے چوری کرا دے گا۔ اس سے رشوت دلا دے گا۔ چوتھا یہ ہے کہ اگر گناہ کبیرہ کی طرف بھی اس کا ایمان پختہ ہے اور وہ اس کی طرف راغب نہیں ہوتا تو پھر وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی طرف کوشش کرتا ہے، کہ وہ چھوٹے گناہوں کی طرف راغب کرے جیسے کسی کا دل دکھا دیا، کسی کو گالی دے دی۔ جھوٹی قسم کھالی۔

اور اگر اس مسلمان کا ایمان اتنا پختہ ہے کہ وہ چھوٹے

Marfat.com

چھوٹے گناہ کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا، تو پھر وہ اپنا پانچواں حربہ استعمال کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ متقی اور مومن لوگوں کو بے کار کاموں میں لگا دیا۔ وہ اِدھر اُدھر کی بے کار چیزوں میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ تاکہ اس کا وقت عبادت میں کم لگے اور بے کار کاموں میں زیادہ لگے۔

ان آیات کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلا اصول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلام ترکِ دنیا نہیں ہے۔ حلال اور طیب چیزیں آپ کے لئے جائز ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ بلا دریغ کسی چیز کو حرام نہ جانو۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ کفار اور مشرکین کی کیا عادت ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ پر الزام لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز حرام کر دی۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کی۔ تو گویا کسی چیز کو حرام نہ جانو۔

اور تیسری بات یہ جو ابھی میں نے بتائی تھی کہ غیر اللہ کے نام پر پالا ہوا جانور حرام نہیں ہے۔ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ اور ہر حلال چیز پاک ہے۔ ہر حلال چیز اللہ تعالیٰ نے پاک فرمائی ہے مگر ہر پاک چیز حرام نہیں ہے۔ جیسے میں نے مثال دی تھی، مٹی پاک ہے مگر اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ اور اکلِ حلال جو ہے وہ دین کا حصہ ہے۔ تو حلال رزق

Marfat.com

کے لئے ہمیشہ جائز پیشہ اختیار کیا جائے۔ چوری چکاری، ڈاکہ، رشوت، یہ حلال چیز کو حرام کر دیتے ہیں۔

اور چھٹا اصول یہ ہے کہ قسم کھاکر حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو، یہ گناہ ہے۔ اور ساتواں اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے دین چھین لیتا ہے تو ان کی عقل بھی چھین لیتا ہے۔ یہ سارے کام بے عقلوں کے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتے۔ اللہ کے برابر کسی اور سے محبت ہے۔ حلال چیز کو حرام کرتے ہیں۔ تو جب عقل میں کمی آئے تو سمجھیں کہ مجھ سے دین چھینا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے عقل و ہوش کو سلامت رکھے۔ اور شیطان کے وسوسوں سے اللہ تعالیٰ بچائے، اپنی پناہ و عافیت میں رکھے، اور اللہ تعالیٰ دین پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام محبتوں پر غالب رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں اخلاص عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ٥

Marfat.com

تفسیر علیم

قرآن حکیم

جلد ششم 6

از

خواجۂ عارفاں، ابدال چشت اہلِ بہشت

عامل شریعت، کامل طریقت

صادق الایمان مفسر القرآن

والئے عشق محمدی

شیدائے غلام عارفی وفائے سگ افضلی

حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی

قادری چشتی صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com